البشریٰ للیائسین

تفسیر

سورۃ یٰسٓ

دوسرا نام

مشاہدات عین الیقین

بانباء سورۃ یٰسٓ

(سورۂ یٰسٓ کی پیشگوئیوں کے مشاہدے یقین کی آنکھ سے)

مصنفہ

عبد اللطیف بہاولپوری فاضل دیوبند

سابق پروفیسر جامعۃ المبشرین قادیان و جامعہ احمدیہ ربوہ

ہدیہ کتاب مجلد ۹ روپے

نذرِ عقیدت!

بہ دربارِ خلافت

ایک گدائے بے نوا خاکِ راہِ دربارِ خلافت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اخلاص وعقیدت کی نذر لے کر باین التجا حاضر ہوا ہے

اِک نظر لطف وکرم کی اور دُعا
ہے فقط اتنا ہی میرا مُدعا

غلام تراب الاقدام
عبد اللطیف عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین

البشریٰ

تفسیر سورہ یٰس

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹	۱۰	صراط مستقیم	علی صراط مستقیم
۳۵	۵ حاشیہ	انا الرسل	انا الرسل انت
	۹	زمین	یہ زمین
۴۲	۸	کہ مدرلسنا	کان مدرلسنا
۶۶	۷	افسدھا	انسدوھا
۶۸	۳	پیش	بیش
۱۲۸	۱	کاجوب	کالعرجون
۱۳۳	۱	احسان فراموشی	احسان فراموشی
۱۴۶	۵ حاشیہ	اتخاذ ورا	اتخاذ جلد
	۱۴	نکال	نکال کر
۱۳۶	آخری سطر	دائرہ	دائرہ
۱۴۷	۲۰	آسمانی طرف	آسمان کی طرف
۱۵۸	۴	آیت بالا	حکایت بالا
۱۶۵	۱۴ حاشیہ		
۲۰۳	۱	دعائیں کرو	دعائیں کرد
۲۱۲	۱۲ حاشیہ	تملک	تمالک
۲۱۹	۱	[illegible]	[illegible]
۲۳۶	۲۱	[illegible]	ایدہ اللہ تعالیٰ
۲۴۲	۱۳	رہبانی	نہانی
۲۴۷	۱۰	حضرۃ	حضرۃ
۳۰۳	۹ حاشیہ	ملکین	ملکین
۳۲۲	۱	[illegible]	[illegible]
۳۲۵	۱۷	[illegible]	[illegible]
۳۳۳	۲۲	[illegible]	[illegible]
۳۳۹	۱۱	پڑھا جاتا ہے	پڑھا جاتا ہے
۱۶۳	۱۴ حاشیہ	NOSTHE	[illegible] THE

پیش لفظ

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

قرآن شریف ایک بے بہا خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ یہ وہ کان ہے جس کے جواہرات ہر زمانہ میں نئے سے نئے نکالے جا کر مومنوں کے متاع ایمان میں اضافہ کا موجب بنتے ہیں۔ یہ وہ شجرہ طیبہ ہے جو ہمیشہ تازہ پھلوں سے لدا ہوا ہے اور ہر زمانہ کے مناسب حال متقیوں کے تفکہ و تلذذ کے لئے نئے سے نئے میوے پیش کرتا ہے اسی دنیا میں یہ وہ جنت ہے جس میں چار قسم کی نہریں بہتی دکھائی دے رہی ہیں اور مومنوں کی حیات اور اس کے روحانی ارتقاء کے سامان پیش کر رہی ہیں جس کا نقشہ قرآن مجید میں ایک جگہ یوں کھینچا گیا ہے فیھا انھار من ماء غیر اٰسن و انھار من لبن لم یتغیر طعمہ و انھار من خمر لذۃ للشاربین و انھار من عسل مصفّٰی (سورہ محمد آیت ۱۶) افسوس کہ زمانہ فیج اعوج میں اس نعمت کی قدر نہ کی گئی اور اس سے منہ موڑ کر سب اس کے ماننے والوں نے ہی دوسرے علوم اور دوسری کتب کی طرف اپنی عنان توجہ پھیر دی۔ تب ان نا اہلوں کو یہ قرآن ایک خشک درخت نظر آیا جسے ناقابل التفات سمجھ کر اسے چھوڑ دیا اسی کے متعلق شکوہ کا ذکر قرآن مجید میں بطور پیشگوئی ایک جگہ یوں آیا ہے و قال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ قرآن جو قلوب انسانی سے نکل کر ثریا پر جا چکا تھا مہدی معہود اور مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

ذریعہ اسے آسمان سے اتار کر اسی شجرہ طیبہ کی جڑیں صحابہؓ کے قلوب مومنین میں گاڑ دی گئیں اب وہی شجرہ طیبہ پھر اسی آب و تاب کے ساتھ ثمر ور بن کر ہر قسم کے پھل پھول اور میوے اسی شان سے دے رہا ہے جس شان سے اسلام کی نشاۃ اولیٰ کے خیر القرون کے دور میں دے رہا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے۔ پھر آگے چل کر اور قسم کا چنتا ہے پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔" (ملفوظات ص ۳۶۶ ج ۲)

اس باغ سے فائدہ اٹھانے اور اس کے پھلوں کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے جماعت احمدیہ ہی کھڑی کی گئی ہے اور اس جنت کی ان نہروں کو جن کے آب حیات سے پیاسی دنیا کو سیراب کرانا اس جماعت کے فرائض میں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے یفجرونھا تفجیرا (دہر) اور یہ کتاب کتاب مبین جس کے متعلق فرمایا وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین (سورہ نمل آیت ۷۶) اسی کی ان پیشگوئیوں کو جن کا ظہور ہو کر قلوب انسانی پر اتمام حجت کا ذریعہ بن چکا تھا انہیں دنیا کے سامنے لا کر اس سے آگاہ کرانا بھی اس جماعت کا اہم فریضہ ہے خصوصاً عہد حاضر میں موعود اقوام عالم کی آمد کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں اور منصۂ ظہور پر آ چکی ہیں ان کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے

(ملفوظات ص ۳۸۲ ج ۳)

اسی نقطۂ نگاہ سے جب خاکسار قرآن حکیم کے مطالعہ میں مشغول ہوا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی ایک سورتوں میں گوہر مراد پا کر فائز المرام ہو گیا۔ چنانچہ ان سورتوں میں سے اس وقت سورۂ یٰس کے مضامین کا ایک مختصر سا خاکہ شائقین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جو احقر کو اپنی ناقص استعداد کے مطابق سمجھ میں آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:۔

"پس چاہیئے کہ تمہارے ہاتھ اور قلم نذر کیں
اس سے ثواب ہوتا ہے۔ جہاں تک بیان اور

انسان سے کام لے سکو لئے جاؤ۔ اور جو باتیں
تائید دین کے لئے سمجھ میں آتی جاویں انہیں پیش
کئے جاؤ۔ کسی نہ کسی کو فائدہ
پہنچائیں گی ؎

(الحکم ۱۶/۱۰ فروری ۱۹۰۷ء)

اس ارشاد کی تعمیل میں خاکسار کی یہ ایک حقیر سی کوشش ہے۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا۔ الٰہی تو ہی اپنے فضل و کرم سے میری غلطیوں کوتاہیوں اور کمزوریوں سے درگزر فرما کر اسی حقیر محنت کو قبول فرما۔ آمین برحمتک استغیث۔

خاکسار عبد اللطیف بہاول پوری۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

سورۃ یٰس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اقرءو اعلیٰ موتٰکم یٰس (مسند احمد بن حنبل) یعنی مُردوں پر سورۃ یٰس پڑھو۔ اس کے معنے صرف یہی نہیں کہ مرنے والوں پر بوقت نزع یہ سورۃ پڑھی جائے۔ بلکہ در اصل ان الفاظ میں

؎ نزع کے وقت سورۃ یٰس کی تلاوت کوئی بے فائدہ اور محض رسمی نہیں بلکہ اپنے اندر کئی ایک فوائد اور حکمتیں رکھتی ہے۔ روحانی فوائد کے علاوہ اس میں بعض اور بھی فوائد ہیں جو علم النفس کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتے ہیں علم النفس کے ماہرین دماغ کو دو حصوں میں منقسم مانتے ہیں۔ ایک بالائی کانشس حصہ دوسرا نچلا سب کانشس حصہ۔ کانشس حصہ خارجی اثرات کو قبول کر کے حس پیدا کرتا ہے اور سب کانشس حصہ بھی اثر قبول کرتا ہے مگر عام طور پر حس پیدا نہیں کرتا گو نقش جمع رکھتا ہے جب کانشس حصہ دماغ کو زوال ہو جائے تو موت کا خوف کم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑھاپے کے ساتھ موت کا خوف کم رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اس وقت متفکرہ۔ متخیلہ اور شعور وغیرہ قوائے سب زوال پذیر ہونے لگتی ہیں اس بنا پر وہ موت یعنی ہمیشہ کی جدائی پر کسی قسم کا غم یا درد چنداں محسوس نہیں کرتا۔ ایک اقبالی قاتل جب تک اس کو معافی یا بھاگ نکلنے یا پھانسی کے حکم کی اپیل کے منظور ہو جانے کی اُمید ہو موت سے بہت ڈرتا ہے۔ اور پھانسی کے نام سے بہت گھبراتا ہے۔ مگر جب اپیل نامنظور ہو جائے اور پھانسی کا آخری حکم سُنا دیا جائے اور زندگی کی کوئی اُمید باقی نہ رہے تو پھر اس کے کانشس حصہ دماغ کی طاقت اور حس کم ہو جاتی ہے (باقی صفحہ پر)

امت کو ایک نہایت ہی اہم امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس جملہ میں ایک عظیم الشان پیشگوئی پنہاں ہے اور وہ یہ کہ اُمت پر ایک ایسا دَور آنے والا ہے جب کہ وہ حقیقی ایمان کے صراطِ مستقیم سے منحرف ہوجانے اور پہلی مُردہ مذہبی قوموں کی پیروی

بقیہ حاشیہ صلہ :۔ جس کے نتیجہ میں وہ بالکل نڈر ہوجاتا ہے اور پھانسی کی طرف ایک مطمئن قلب کے ساتھ جاتا ہے۔ اسی اصل کے ماتحت اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ جان کندنی کی حالت میں سورۂ یٰس کی تلاوت کی جائے۔ اس سورہ کی تلاوت سے مریض کو یقین ہوجاتا ہے کہ موت کا وقت قریب ہے اور وہ زندگی کا خیال دل سے نکال دیگا تو جان کنی کی تکلیف بھی کم ہوگی۔ اور مریض ایک مطمئن قلب کے ساتھ اپنے آقا کے ملنے کے لئے تیار ہوجائے گا۔

روحانی فوائد کے نمونہ کے لئے ارباب کشف والہام حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی طرف سے ان کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے فرماتے ہیں :۔

إنی مرضت فغشی علیّ فی مرضی
بحیث انی کنت معدودًا فی الموتی
فرایت قوما کریہین المنظر
یریدون اذایتی ورایت شخصًا جمیلًا
طیّب الراحۃ شدیدًا یدفعہم عنی حتی قہرہم
فقلت لہ من انت فقال انا سورۃ یٰس ادفع
عنک فافقت من غشیتی تلک واذا ابی
رحمہ اللہ عند راسی یبکی وھو یقرء
یٰس وختمہا فاخبرتہ بما شھدتہ
فلما کان بعد ذالک بمدۃ رویت فی الحدیث
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال
اقرؤا علی موتٰکم یٰس ۔
(فتوحات مکیہ باب ۶۰ ص ۵۵۲ ج ۴)

ایک دفعہ میں بیمار ہوا اور اس بیماری میں مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور مجھے مُردہ سمجھ لیا گیا اس حالت میں میں نے چند لوگوں کو دیکھا جن کی شکلیں مکروہ تھیں وہ مجھے ایذا پہنچانا چاہتے تھے اور مجھے ایک خوبصورت شخص بھی دکھائی دیا جس کے بدن سے خوشبو مہک رہی تھی۔ وہ میری طرف سے ان کی مدافعت کر رہا تھا حتیٰ کہ غلبہ پاکر اس نے ان کو مجھ سے ہٹا دیا۔ تب میں نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں تو اس نے کہا میں سورہ یٰس ہوں جو تیری طرف سے مدافعت کر رہی تھی تب میں اس غشی سے ہوش میں آگیا تو دیکھا کہ میرا باپ (اللہ اس پر رحمت کرے) میرے سر کے پاس بیٹھا رو رہا اور سورہ یٰس پڑھ رہا ہے اور جب اسے ختم کیا تو انہیں اس واقعہ کی خبر دی جو میں نے مشاہدہ کیا تھا پھر کچھ عرصہ کے بعد مجھے حدیث کی وہ روایت ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے والوں پر سورہ یٰس پڑھا کرو۔ ۱۲ منہ

کرنے اور ان کے باطل اور مشرکانہ عقاید کو اپنانے کے باعث خود بھی مُردہ قوموں میں داخل ہوجائے گی۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لتتبعن سنن من قبلکم ۔ یقیناً تم پہلی امتوں کی پیروی کرو گے۔

(بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اور فرمایا ایسے منحوس وقت میں اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ اور قرآن کی تلاوت محض رسمی ہوگی۔ لایبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القراٰن الا رسمہ

(مشکوۃ کتاب العلم)

ایسے وقت میں یہ نام کے مسلمان نہ صرف یہ کہ مردہ ہوں گے بلکہ ان کی حالت یاس اس حد تک پہنچ جائے گی کہ وہ اس مردہ حالت سے نکلنے اور حیات نو پانے کو ناممکن سمجھیں گے۔ ایسے حالات میں باعزت مومنوں کے لئے ارشاد نبوی ہے کہ ان روحانی مُردوں اور مذہبی احیاء سے مایوس وجودوں کے سامنے سورۂ یٰس پڑھو۔ اس طرح گویا ان زبردست پیشگوئیوں کو جن کا ذکر اس سورۃ میں ہے ان کے سامنے لاؤ اور اس کے زندگی بخش اور ایمان افروز مضامین سے انہیں آگاہ کرو اور بتلاؤ کہ امت کا مستقبل کس قدر درخشاں ہے اور ان کے لئے آئندہ کیسی شاندار کامیابیاں مقدر ہیں۔ تمہارا اس سورۃ کو ان پر پڑھنا ایسا نہ ہو جیسا کہ مرنے والے شخص پر بحالت نزع یہ سورۃ پڑھی جاتی ہے بلکہ ان روحانی مردوں کے سامنے اس سورۃ کو ایک نہایت ہی موثر تبلیغی رنگ میں اسی طرح پیش کرو جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے سامنے اس سورۃ کو پیش فرماکر حق تبلیغ ادا فرمایا کرتے تھے چنانچہ

اخرج ابن عساکر عن ابن
شہاب قال قال امیۃ بن ابی الصلت
الا رسول لنا منا یخبرنا
ما بعد غایتنا من رأس مجرانا

ابن عساکر نے ابن شہاب سے روایت بیان کی ہے کہ امیہ بن ابی الصلت (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوئے نبوت سے قبل) یہ شعر پڑھا کرتا تھا کہ ہمارے قوم میں سے ایک رسول

قال خرج امية الى البحرين و تنبأ

رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقام امية بالبحرين ثمانی سنين ثم قدم فلقی رسول الله صلى الله عليه وسلم فی جماعة من اصحابه فدعاه النبی صلى الله عليه وسلم الى الاسلام وقرأ عليه بسم الله الرحمن الرحيم يس والقرآن الحكيم۔ حتى فرغ منها وثب امية يجر رجليه فتبعته قريش تقول ما تقول يا امية قال اشهد انه على الحق قالوا هل تتبعه قال حتى انظر فی امره ثم خرج امية الى الشام وقدم بعد وقعة بدر يريد ان يسلم فلما أخبر بقتلى بدر ترك الاسلام ورجع الى الطائف فمات بها۔ (تفسیر درمنثور سورہ اعراف تحت آیت واتل عليهم نبأ الذی آتيناه آياتنا)

نجران کی سرزمین سے مبعوث ہوگا جو ہمیں مستقبل کی خبریں بتائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد امیہ بحرین کی طرف چلا گیا اس اثنا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے مشرف ہو گئے امیہ وہاں آٹھ سال تک مقیم رہا پھر جب واپس آیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی آپ کے ساتھ اس وقت صحابہ کی ایک جماعت تھی حضور نے اسے اسلام کی دعوت دی اور اس کے سامنے سورہ یس آخر تک پڑھی۔ جسے سُن کر وہ ایسا متاثر ہوا کہ قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا مگر جلدی اُٹھ کھڑا ہوا اور اس تیزی سے چلا کہ قدم اکھڑتے تھے۔ قریش بھی اس کے پیچھے ہو لئے۔ اور پوچھنے لگے کہ اے امیہ! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں تیری کیا رائے ہے۔ اس نے جواباً کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص حق پر ہے تب قریش کہنے لگے کیا تو بھی اس کا پیرو ہے اس نے جواب دیا کہ ابھی نہیں جب تک کہ میں ہاشمی قبیلہ کا رویہ نہ دیکھ لوں پھر امیہ شام کی طرف چلا گیا اور واقعہ جنگ بدر کے بعد واپس آیا اس وقت وہ مسلمان ہونا چاہتا تھا مگر جب اس کو مقتولین بدر کی خبر ملی تو اسلام لانے کا ارادہ ترک کر دیا اور طائف کی طرف چلا گیا اور وہاں ہی مر گیا۔

اس سورۃ کی اہمیت[1] کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سورۃ کے متعلق فرمایا کہ یس قرآن کا دل ہے۔

یس قلب القرآن (احمد ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ طبرانی)

مفسرین نے اس کے کئی معنے کئے ہیں علاوہ ان کے ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اس سورۃ میں اس انقلاب قرآنی کی مفصل سکیم ہے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں مذہبی انقلاب برپا کرنے والے مقدس وجود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں سے ظہور پذیر ہوگا۔ اور جس کے ظہور کو سورہ جمعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور قرار دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی بعثت ثانیہ قرار دیا گیا ہے جو ایمان کو ثریا سے لاکر زمین میں قائم کرے گا۔ اور وہ قرآن جو مسلمانوں کے قلوب سے نکل چکا تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یجاوز حناجرھم (بخاری باب قتال الخوارج) اس کو دوبارہ قائم فرماکر اس شجرۂ طیبہ کی جڑیں قلوب مومنین میں راسخ کر دے گا۔ اب یہ قرآن ان کے ہاتھوں میں ایک ایسا زبردست ہتھیار ہوگا جس کی ضربوں سے کفر و شرک کی فوجیں تہس نہس کر دی جائیں گی اور شیطانی لشکروں کے مقابل پہ اسلام کی فتح ہوگی یہاں تک کہ وہ مجاہدین جو قرآنی جہاد میں مصروف ہوں گے ان کے سامنے دشمن کو ٹھہرنے کی قطعاً جرأت نہیں رہے گی۔ اس فتح جرنیل کا جہاں یہ کام ہوگا کہ آپ کی قیادت میں اسلامی فوجیں کفر و شرک کے حامی لشکروں کو پامال اور ان کے قلعوں کو مسمار کرتے ہوئے اسلام

---

[1] آئندہ زمانہ کے لحاظ سے اس سورۃ کی اہمیت کو بزرگان سلف نے بھی محسوس کر لیا تھا جب کہ انہوں نے عوام کی توجہ قرآن مجید سے ہٹتی دیکھی کہ سارے قرآن کی تلاوت ان کے بس دو بھر تھی تب انہوں نے قرآن مجید کی چند اہم سورتوں کو انتخاب کر کے "پنج سورہ" نامی مجموعہ ان کے سامنے رکھا اور اس کی اہمیت پر زور دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج عوام میں اس پنج سورہ کا ورد بکثرت اور عام ہے۔ ان منتخب شدہ پانچ سورتوں کا سرخیل سورۂ یس ہے۔ ۱۲ منہ۔

کا جھنڈا اکناف عالم پہ لہرا رہی ہوں گی وہاں دنیا کا یہ مسیح اعظم اپنے مسیحائی نفس سے ان مُردوں کو جو اپنی زندگی سے مایوس ہو کر گویا قبروں میں جا پڑے ہوں گے حیاتِ نَو بخشتے ہوئے روحانی حشر و نشر کا نمونہ دکھلا رہا ہوگا۔ اور وہ نفوس انسانی جن کی روحانی حرارت کمزور ہونے کے باعث ان کے ہیکلِ ایمانی کا گویا ہارٹ فیل ہو چکا ہوگا۔ یہ آسمانی سول سرجن اپنی روحانی قوتِ قدسیہ سے ان مردہ قلوب میں آسمانی شعاعوں کی عکس ریزی فرما کر انہیں متحرک زندہ اور فعّال بناتے ہوئے اپنے کمال روحانی فن سرجری کا مظاہرہ فرما رہا ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا :-

"حقیقت میں ہزار سالہ موت کے بعد جواب احیاء ہوا ہے اس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں" (تذکرہ ۱۱۱)

پس مندرجہ بالا ارشاد نبوی میں اس انقلاب قرآنی کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دَور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ برپا ہوگا۔ یہاں تک کہ مغربی ممالک کے کفر و شرک کے مراکز تک میں بھی اسلام کا نفوذ ہو رہا ہوگا۔ اُس وقت قرآن مجید اپنی نئی شان کے ساتھ اپنے حُسن کا نہایت ہی خوبصورت منظر پیش فرما رہا ہوگا۔ اور اس کے تراجم جو دُنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہو کر ان ظلمت کدوں اور دجّالی تحریکوں کے منبع میں پہنچ چکے ہوں گے۔ وہ ان مُردوں کے لئے صُورِ اسرافیل کا کام دے رہے ہوں گے۔

اے سُننے والو! سُنو اور دیکھنے والو! دیکھ لو۔ آج وہ انقلاب عظیم تمہارے سامنے ہے جس کی خبر چودہ سو سال قبل دی گئی تھی۔ اور اس سورۃ میں اُس انقلاب قرآنی کی مفصّل سکیم بیان کی گئی ہے اور اس میں موجودہ زمانے کے متعلق تیس سے زائد پیشگوئیاں ہیں جو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو کر مومنوں کے ایمان میں بشاشت اور تازگی پیدا کر رہی ہیں۔ پس خاکسار ان عظیم الشان پیشگوئیوں کا ایک مختصر سا خاکہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔

اس سورۃ کی ابتدائی آیات کا مفہوم سمجھنے سے پہلے اس کے پس منظر پر روشنی ڈالنا مناسب ہے تا اسے زیر نظر رکھنے سے ان آیات کی حقیقت آپ پر اچھی طرح روشن ہو جائے۔

واضح ہو کہ زمانہ فیج اعوج میں مخالفین اسلام کی کوششوں اور دجالی سازشوں اور ان کے بالمقابل مسلمانوں کی غفلت کے باعث کئی ایک غلط عقاید صحیح اسلامی عقاید میں راہ پا گئے اور بہت سی خلاف اسلام باتیں اور بدعات سیئہ مسلمانوں میں رواج پا گئیں جن کے باعث اسلام کا حسین چہرہ نہایت گھناؤنا نظر آنے لگا یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ بھی ان کی وجہ سے کئی ایک گھناؤنے معائب و مطاعن کا نشانہ بن گئی۔ مخالفین اسلام کی تو یہ کوششیں تھیں ہی مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بھی انہیں اپنا کر اسلام اور بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرنے کا دشمنوں کو خود ہی موقع بہم پہنچایا۔

؎ من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

منجملہ ان عقائد باطلہ کے ایک عقیدہ یہ بھی گھڑ لیا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الٰہی اور نبوت کا سلسلہ بند ہے اس طرح آپ کے روحانی فیضان سے امت کو بالکل محروم کر کے گویا اسے یتیم بنا دیا گیا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ایسی بدنصیب ٹھہر گئی کہ پہلے زمانوں میں تو عورتوں پر بھی وحی خداوندی کا نزول ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ماں کو وحی ہوئی

واوحینا الیٰ ام موسیٰ (قصص آیت ۸)

اور حضرت مریم کو خطاب ہوا۔

یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (آل عمران آیت ۴۴)

اسیطرح حواریان مسیح بھی نعمت وحی سے متمتع تھے جیسا کہ ارشاد ہے :-

واذ اوحیت الی الحواریین (مائدہ آیت ۱۱۲)

مگر نعوذ باللہ امت محمدیہ ہی ایک ایسی بدنصیب ٹھہری کہ ان میں سے کوئی بھی خواہ کتنی ہی روحانی ترقی کرے اسے آسمانی مائدہ سے یکسر محروم قرار دیا گیا۔ اے بدنصیبو!

یہ اُمت کی محرومی نہیں بلکہ علماء سوء کی کجروی اور مدعیان مشیخت اور نمائشی فقراء کی غلط روی کا نتیجہ ہے جنہوں نے اسلام کے فریضہ تبلیغ و اشاعت کو تو نظر انداز کر دیا اور اپنے اختراعی اور بدعی مسائل کی ترویج میں لگ گئے۔ حالانکہ قرآن مجید میں اس امت کی برتری اور فضیلت کو ایک اہم شرط کے ساتھ مشروط کر دیا گیا تھا کہ جب تک وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی میں کوشاں رہے گی اس وقت تک وہ اپنی شان و شوکت اور افضلیت میں دوسری اقوام سے ممتاز رہے گی۔ چنانچہ [فرما]یا

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔
(آل عمران آیۃ ۱۱۱)

تم بہترین امت ہو تمہیں لوگوں کے واسطے اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تم انہیں نیکی کی ہدایت کرتے رہو اور بدی سے انہیں روکتے رہو۔

پس جب امت کے نا اہل افراد نے اس شرط کو ترک کر دیا تو ان کا قعر مذلت میں گر کر آسمانی نعمت الہام و وحی الٰہی سے محروم رہنا بھی لازمی تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو اس فریضہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

اذا ترکوا الامر بالمعروف والنھی عن المنکر حرموا برکۃ الوحی

جب افراد امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو چھوڑ دیں گے تو وحی کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔

(قوت القلوب ج ص ۵۸ ابی طالب مکی)

اور تعجب یہ کہ خود تسلیم کرتے ہیں جب امت میں دجالی فتنہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا جس کا مقابلہ سوائے نبی کے اور کوئی نہیں کر سکے گا چونکہ امت محمدیہ کو انوار نبوت سے محروم قرار دے چکے ہیں لہٰذا اس فتنہ کے قلع قمع کرنے اور دجال کے مقابلہ کے لئے اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارنا چاہتے ہیں

تا مذہب کی آخری فتح کا سہرا اسرائیلی نبی کے سر باندھیں اور تا یہ اسرائیلی نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر ختم نبوت کو توڑ کر خود ہی اپنی سیادت و برتری کا سکہ امت محمدیہ پر بٹھائے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ع

فیا اسفا علی تلک المصائب

یہی وہ غلط اور باطل عقیدہ ہے جس کا ردّ سورہ یٰسٓ کی ابتدائی آیات میں ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرما کر کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱
يٰسٓ ۝۲ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝۳
اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۴
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵
تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝۶
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ
اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷
لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ
فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۸
اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا
فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۹
وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ
سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا
فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۱۰
وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ
اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱
اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ
خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ
بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝۱۲
اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا
قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ
اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۳
ع ۱

میں اللہ کا نام لے کر شروع کرتا ہوں جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے اے سردار عالم۔ ہم حکمت والے قرآن کو تیرے سید ہونے کی شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ یقیناً تو ان رسولوں (کی دعاؤں) کا نتیجہ ہے۔ سیدھے راستے پر تو ہمیشہ قائم ہے۔ تیرا نزول (دوبارہ بھی) خدائے عزیز و رحیم کی طرف سے ہے تاکہ تو اس قوم کو ہوشیار کرے جن کے باپ دادوں کو ہوشیار نہیں کیا گیا تھا اور وہ غافل پڑے تھے ان میں سے اکثر پر ہماری بات واضح ہو گئی پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے ہوئے ہیں اور وہ ان کی ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنی گردنیں اونچی کئے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے آگے بھی روک بنا دی ہے اور ان کے پیچھے بھی روک بنا دی ہے اور ان کو ڈھانک دیا ہے پس وہ دیکھ نہیں سکتے۔ اور اب ان کے لئے تیرا ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تیرا انذار تو اسی کو (مفید) ہو سکتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور خدائے رحمان سے علیحدگی میں ڈرتا ہے پس تو اسے بخشش اور اجر کریم کی خوشخبری سنا۔ یقیناً ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور اس کو جو انہوں نے آگے بھیجا لکھتے ہیں اور اس کو بھی جو انہوں نے پیچھے چھوڑا اور ہر ایک چیز کو ہم نے کھلی کتاب میں محفوظ کر دیا ہے۔

یٰسٓ ۔ اے سردار عالم آپ کی شان تو اعلیٰ و ارفع ہے۔ آپ سید الانبیاء والمرسلین ہیں۔ مگر آپ کی امت کے وہ افراد جن کے متعلق قرآن مجید میں پہلے سے پیشگوئی ہے کہ ایک وقت آپ کو ان کے خلاف یہ شکوہ کرنا پڑے گا کہ میری اُمت نے قرآن کو چھوڑ دیا قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان آیت ۳۱) اب وہ وقت آگیا ہے جب کہ ایسے لوگ قرآن سے مونہہ موڑ کر اپنے مزعومہ خیالات کی پیروی میں آپ کی سیادت و برتری کو اپنے ان مخترعہ عقاید کی رو سے ٹھکرا کر اس کی جگہ اسرائیلی مسیح کو دے رہے ہیں۔ بھلا آپ کی عالمگیر نبوت کے دائرہ اقتدار میں قومی نبوت کے محدود اختیارات والے نبی کی کیا گنجائش؟ حالانکہ خود مسیح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیادت و فوقیت کا اعلان فرما کر ان کی جگہ سنبھالنے کے لئے اپنی نا اہلیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرما چکے ہیں۔

الف۔ " میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ **دنیا کا سردار** آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں" (یوحنا ۱۴/۳۰)

(ب)۔ " میں اسکی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں" (لوقا ۳/۱۶)

(ج)۔ " جب وہ **روح حق** آئے گا تو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا" (یوحنا ۱۶/۱۳)

دوسرے انبیاء پر بھی وقتاً فوقتاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبۂ عالی کا انکشاف ہوتا رہا۔ اور وہ اس کا اعلان بھی کرتے رہے۔ چنانچہ مکاشفہ و یوحنا ۱۹/۱۶ میں لکھا ہے کہ:

(د) " وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہوگا اور خداوندوں کا خداوند"

(ھ) ۔حضرت دانیالؑ نے بنوکدنصر کے خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے فرمایا کہ " ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالہ نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کر دے گی اور وہی

ابد تک قائم رہے گی۔" (دانی ایل ۷/۲۷)

(و): اسے تسلط، حشمت اور سلطنت دی گئی کہ سب قومیں۔ امتیں اور مختلف زبانیں بولنے والے اس کی خدمت گذاری کریں۔ اسکی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی۔ اور اسکی مملکت ایسی ہے جو زائل نہ ہو گی۔" (دانیال ۷/۱۳-۱۴)

(ز): حضرت داؤد علیہ السلام اپنے زبور میں فرماتے ہیں:۔
"خدا اپنے مقدس تخت پر بیٹھا ہے۔ امتوں کے سردار اکٹھے ہوئے ہیں تاکہ ابرام کے خدا کی امت بن جائیں"
(زبور ۴۷/۸-۹)

پس ایسے جاہ و جلال والے نبی کی حدود و سلطنت میں کسی گذشتہ اور کم تر درجہ کے نبی کو قدم رکھنے کی بھلا کہاں گنجائش ہے، چنانچہ اگلی چار آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت و برتری کے چار دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء و مرسلین پر سیادت و برتری کے دلائل

دلیل اوّل - والقرآن الحکیم - حکمت سے بھرپور کتاب "القرآن الحکیم" کو اس بارہ میں بطور شہادت کئی وجوہ سے پیش کیا جاتا ہے۔

الف، تمام انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی وحی شریعت تمام کی تمام محفوظ ہو کر کتاب کی صورت میں ہمیشہ کے لئے لوگوں کے سامنے رکھدی گئی ہو تا اسے پڑھکر اس کی حیثیت کا پورا پورا اندازہ لگا سکیں۔ یہ خصوصیت صرف قرآن حکیم کو حاصل ہے جو زمانہ نزول وحی سے محفوظ ہو کر ہمیشہ دُنیا کے سامنے پیش کیا جاتا اور پڑھا جا رہا ہے

امریکہ کی سنائی یونیورسٹی کا پروفیسر ہیورڈ اسلامیات پر لیکچر دیتے ہوئے قرآن مجید کی فضیلت و برتری کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے
"مسلمانوں کی کتاب قرآن اپنی اصل کے اعتبار سے ایسی ہی محفوظ ہے جیسا کہ آسمان اپنی پیدائش کے وقت سے۔ اس کا حال بائبل کی طرح نہیں ہے کہ اپنی تمام مذہبی اور تاریخی خصوصیات کو گم کر چکی ہے۔ قرآن ایک زندہ اور حیات بخش کتاب ہے ہمیں یقین رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم کی تعلیم کا صحیح ظہور ہوا تو اس سے عیسائی دنیا کو بھی بہت کچھ فوائد پہنچیں گے"
(ریویو آف ریلیجنز مارچ ۱۹۳۳ء صفحہ ۳۰)

سر ولیم میور کی شہادت قرآن مجید کے متعلق۔
"اس بات کی مضبوط ترین شہادت موجود ہے کہ مسلمانوں کا قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت سے لے کر آج تک غیر محرف و غیر مبدل رہا ہے"

پھر لکھتا ہے:۔
"مسلمانوں کے قرآن کا ہماری اناجیل کے ساتھ مقابلہ کرنا جو بدقسمتی سے بہت کچھ محرف و مبدل ہو چکی ہیں دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کرنا ہے جن کو ایک دوسرے سے کوئی بھی مناسبت نہیں"

پھر لکھتا ہے:۔
"اس بات کی پوری پوری اندرونی اور بیرونی ضمانت موجود ہے کہ قرآن اب بھی اسی صورت و شکل میں ہے جیسا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت میں تھا"
(دیباچہ لائف آف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنفہ سر ولیم میور)

نولڈیکی لکھتا ہے :۔

"آج کا قرآن بعینہٖ وہی ہے جو صحابہ کے وقت میں تھا یورپین علما کی یہ کوشش کہ قرآن میں کوئی تحریف ثابت ہو سکے ناکام رہی ہے۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

(ب) کسی نبی کی تعلیم اب دنیا میں اس صورت میں موجود نہیں جو ساری کی ساری قابلِ اعتماد ہو اور زمانہ کے نئے نئے تقاضوں کے معیار پر پوری اتر سکے۔ اور نفوس صافیہ کے ترقی یافتہ اذہان کی علمی اور روحانی پیاس کو بجھا سکے۔ اس خصوصیت میں بھی قرآن حکیم دوسری مذہب کتب سے ممتاز ہے۔

(ج) پہلے انبیاء کی تعلیم اور ان کی شرائع میں احکام تو دیئے جاتے تھے مگر ان احکام کی حکمت اور فلاسفی کے بیان کا التزام نہیں تھا۔ یہ امتیازی حیثیت بھی صرف قرآن کریم سے مخصوص ہے۔

(د) قرآن کریم نے دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ اس کی تعلیم کے کسی بھی حصہ کی نسبت کوئی اعتراض کرو اس کا جواب تم اسی کتاب میں پاؤ گے۔ اور نہ صرف جواب بلکہ اس خزانہ کے نیچے نئے نئے **معارف و حقائق** کی کان پاؤ گے۔ فرمایا

وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۔ اور تیرے پاس کوئی اعتراض نہیں لا سکتے مگر ہم اس کے جواب میں ایک پختہ بات بیان نہیں کر دیتے اور اس کی اچھی توجیہ نہیں کر دیتے

(سورۃ فرقان آیت ۳۴)

(ھ) قرآن حکیم ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا نسخ نہ کبھی پہلے ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ نیز تبدیل و تحریف کا بھی اس میں کوئی امکان نہیں۔ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ کے ہر دو الفاظ میں اس طرف اشارہ ہے اس بے نظیر کتاب کے متعلق عارف یوحنا کا مکاشفہ بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں :۔

"پھر میں نے ایک اور فرشتے کو آسمان کے بیچ میں اڑتے

ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کو ہر قوم اور ہر قبیلے اور ہر اہل زبان اور امت کے سنانے کے لئے **ابدی انجیل** تھی۔"

(مکاشفہ یوحنا ۱۴/۶)

پادری ہوپر صاحب ایم اے لکھتے ہیں :۔

"عیسائیوں کا ایک فرقہ مندرجہ بالا الفاظ سے ایک پیشگوئی نکالتا تھا کہ یہ انجیل جو اب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اس **ابدی انجیل** کے سامنے **عہد عتیق** کی طرح منسوخ ہو جائے گی۔ اور اس انجیل سے بہتر ایک اور انجیل نکلے گی۔ جس کا نام **ابدی انجیل** ہوگا۔"

(و) قرآن مجید موجودہ دور میں بھی عنقریب اپنے عظیم الشان اعجاز کا ثبوت عدیم النظیر انقلاب کے ذریعہ سے دے گا جس کے انوار حقائق اور معارف کی تجلیات سے مشرقی اور مغربی ممالک کی زمین جگمگا اٹھے گی۔ اس وقت قرآنی پیشگوئی وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ کا ظہور ہوگا۔ جس طرح نشاۃ اولیٰ میں قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے تخت الٹ کر رکھ دیئے گئے تھے ویسا ہی اب بھی ہوگا۔ سننے والے کان اسے یاد رکھیں۔ "تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ۔"

دلیل دوم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیادت و برتری کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ " اس کا مفہوم صرف یہ نہیں کہ آپ رسولوں کے زمرہ میں سے ایک رسول ہیں یہ تو سیاق کلام کے لحاظ سے قرآن مجید کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے کیونکہ پہلے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو **یٰسٓ** کے خطاب سے سرفراز فرما کر آپ کو تمام بنی آدم کا سردار قرار دیا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس خطاب سے ایسا ہی سمجھتے ہوئے یہ دعویٰ فرمایا :

"انا سید ولد آدم ولا فخر"

(بخاری کتاب الانبیاء)

اور عہد حاضر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ارفع کے متعلق یہ وحی ہوئی

"پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار"

(تذکرہ ص۵۹ طبع سوم)

پس جب آپ سیّد الانبیاء والمرسلین ٹھہرے تو آپ کو صرف "رسول" کہنے کا کیا مطلب؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ "اے شہنشاہ عالم آپ بادشاہ ہیں"۔ شہنشاہیت میں جب بادشاہی بھی آگئی تو پھر اعلےٰ خطاب سے ادنےٰ خطاب کی طرف التفات کرنے کے کیا معنے۔ پھر یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیادت کی دلیل کیونکر ٹھہری۔ پس میرے نزدیک اس آیت کے متعدد مفہوم ہیں۔

الف: المرسلین میں الف لام عہد کا ہے اور "من" تبعیضیہ ہے۔ معنی یہ ہیں کہ آپ ان رسولوں کی دعاؤں اور بشارتوں کا نتیجہ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے جب آپ کی اعلےٰ شان کا انکشاف ہوا تو کمال شوق سے انہوں نے آپ کی بعثت کے لئے دعائیں کیں۔ چنانچہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزند ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ وہ عظیم الشان کام جس کے لئے بیت اللہ کی تعمیر کی جا رہی ہے اور اس کے ذریعہ جمیع ملل و اقوام عالم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ جس کی ابتداء کا اشارہ ارشاد وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ اس کی تکمیل ہمارے ہاتھوں نہیں ہو گی بلکہ اس کے لئے عالمگیر نبوت کی ردا پہننے والے اس موعود ادیان کا ظہور مقدر رہے جس کی آمد کے متعلق پہلے انبیاء سے عہد میثاق لیا جاتا رہا کہ جب وہ مبعوث ہو تو اس پر ایمان لانا اور اس کی اعانت و نصرت کرنا۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ — اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے

النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔ (آل عمران آیت ۸۲)

سب نبیوں والا پختہ عہد لیا تھا۔ کہ جو بھی کتاب اور حکمت میں تمہیں دوں پھر تمہارے پاس کوئی ایک رسول آئے جو اس کلام کو پورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لانا۔ اور اس کی مدد کرنا۔

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت کو ان کی دعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ (بخاری)

(ب) اگر "من" جنسیت کے معنوں میں لیا جائے تو یہ بھی ٹھیک ہے اس صورت میں اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جنس مرسلین میں سے آپ وہ متاع گرانمایہ اور جوہر بے بہا ہیں جن کی فضیلت کا تذکرہ دوسری جگہ یوں ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ۔ (البقرہ آیت ۲۵۴)

یہ وہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی تھی ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان میں سے بعض کے درجات بلند کئے۔

آپ ہی وہ مبارک وجود۔ دنیا کے محسن اعظم اور رفیع الدرجات شخصیت ہیں جن کی رفعت اور عظمت شان کا شہرہ اقوام عالم میں پھیلا ہوا ہے جس کے پھیل جانے کی ایک اور موقع پر یوں خبر دی وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (انشراح ۲) دنیا آپ کے احسانات عظیمہ کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہے آپ جب مبعوث ہوئے تو انسانی معاشرہ ایسی تنگ انسانیت تہذیب میں گھرا ہوا تھا اور قومیں قعر تنزل و تنذلان کے ایسے عمیق گڑھے میں گری ہوئی تھیں جن سے نکلنے کی انہیں کوئی امید ہی نہیں تھی۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحیح تہذیب و تمدن انسانی سے روشناس کر کے انہیں اس اتھاہ گڑھے سے نکال کر بام عروج تک پہنچایا اور اس کے لئے وہ بے نظیر قربانیاں دیں جن کی نظیر کسی مصلح میں نہیں مل سکتی۔ اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ دنیا آپ کے ان احسانات

عظیمہ کو یاد کر کے آپ کی سیادت و برتری کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی حمد و ستائش کا ترانہ گائے۔ ویسے ہی جیسا کہ آپ کی بعثتِ اولیٰ میں ترانہ گایا گیا تھا۔ لہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ۔

محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

ج تیسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ آپ ان رسولوں میں سے ہیں جن کے متعلق بشارت دی گئی تھی کہ نبوت و شریعت ان کی ذریت سے مخصوص اور جاری رہے گی چنانچہ سورہ حدید میں فرمایا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ	اور یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب بھی جاری رکھی۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جب یہود نے اعتراض کیا کہ نبوت تو ہم سے مخصوص ہے نبی تو بنی اسرائیل ہی سے آنا تھا آپ تو بنی اسمٰعیل میں سے ہیں تو اس کی تردید میں فرمایا گیا۔

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (نساء آیت ۵۴)	ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو بھی کتاب اور حکمت دی ہے۔

کہ یہ تمہاری غلطی ہے۔ بنی اسرائیل سے نبوت مخصوص ہونے کا وعدہ نہیں تھا۔ بلکہ ذریت ابراہیم سے انبیاء کے آنے کا وعدہ تھا اور آپ آلِ ابراہیم سے ہیں۔ پس نبوت آل ابراہیم سے باہر نہیں گئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ خانوادۂ ابراہیمی کے شجرۂ طیبہ کی شاخ ہیں مگر شاخ اپنے درخت سے جدا نہیں وہ انہی خواص و عوامل کی حامل ہے جو اصل میں تھے۔ چنانچہ اب اس وعدہ کی مصداق آپ کی ذات مقدسہ ہے۔ جیسا کہ پہلے حضرت نوح کی ذریت سے ابراہیمی شاخ نمودار ہوئی تو حضرت نوح کی بقیہ ذریت سے نبوت منقطع ہو کر ذریت ابراہیم میں محدود ہو گئی۔ چنانچہ ایک عرصہ تک ابراہیمی ذریت کی دو شاخوں میں سے اسرائیلی شاخ اس انعام سے بہرہ ور رہی مگر آخر ان کی متواتر بداعمالیوں اور سرکشیوں کی وجہ سے وہ شاخ بھی سوکھ کر بے ثمر ہو گئی۔ باوجودیکہ حضرت مسیح نے اپنے وقت پر انہیں متنبہ بھی کر دیا تھا مگر انہوں نے

اسے درخور اعتنا نہ سمجھا۔ تب روحانیت اور آسمانی بادشاہت ان سے چھین لی گئی جیسا کہ مسیح نے فرمایا تھا کہ

"تم سے آسمانی بادشاہت چھین لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لاوے دی جاوے گی۔" (متی ۲۱/۴۲)

دلیل سوم
عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیادت کی تیسری دلیل یہ ہے کہ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اس کا مفہوم صرف اتنا نہیں کہ آپ راہ راست پر ہیں۔ کیا کوئی نبی صراط مستقیم سے بھٹکا بھی تھا اگر نہیں تو یہ آپ کی خصوصیت کیونکر ٹھہری اور آپ کے سید المرسلین ہونے کی دلیل کیسے ہوئی؟

واضح ہو کہ سارے قرآن مجید میں دیگر انبیاء کے لئے "علی صراط مستقیم" کا فقرہ کہیں استعمال نہیں ہوا۔ یہ لفظ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی استعمال کیا گیا ہے یا خدا تعالے کے۔ چنانچہ سورۂ ہود میں آتا ہے اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علاوہ اس جگہ کے سورہ زخرف میں آیا ہے اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور سورۂ حج میں آیا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِیْمٍ اور سورہ انعام رکوع ۱۰ میں اٹھارہ نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اب کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر تو علی صراط مستقیم فرمایا۔ اور دوسرے انبیاء کے لئے الیٰ صراط مستقیم کا فقرہ استعمال ہوا!

پہلی پیشگوئی

سو واضح ہو کہ اس میں ایک زبردست پیشگوئی ہے اور اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کی برتری اور قوتِ قدسیہ کی افضلیت کا ثبوت ملتا ہے اس میں

بتایا ہے کہ آپ کی قوت قدسی صراطِ مستقیم پر ایسی حاوی ہے اور آپ زمرۂ انبیاء میں سے صراط مستقیم کے وہ شہسوار ہیں کہ آپ کے بعد صراطِ مستقیم آپ کی امت سے کبھی بھی مفقود نہیں ہوسکے گا۔ دوسرے نبیوں کی امتوں پر ایسا دور آیا جب کہ انکی امتیں بگڑ کر راہ راست سے بھٹک گئیں۔ اور نظام روحانیت ان سے مفقود ہوگیا۔ اور کتب سماوی اور تعلیم دینی محرف و مبدل ہوکر صحیح تعلیم دنیا سے ناپید ہوگئی یا زمانہ کی رفتار ارتقاء پہلی منازل طے کرکے اگلی اعلیٰ منازل پر پہنچ گئی۔ جس کی وجہ سے پہلی شرائع اور وقتی تعلیمات قابل عمل نہ رہیں بلکہ ان کے بعد نئی شرائع ترقی یافتہ صورت میں تعلیم پیش کرنے والی کتابیں آگئیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت پر ایسا دور کبھی نہیں آئے گا کہ آپ کی تعلیم محرف و مبدل ہوسکے یا زمانہ کے آئندہ ارتقائی ادوار میں یہ تعلیم ان کا ساتھ نہ دے سکے۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ کی شریعت کامل ہے جیسا کہ فرمایا:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ — آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کردیا
مائدہ آیت ۴

اور کتاب بھی محفوظ ہے۔ چنانچہ فرمایا

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (حجر آیت ۱۰) — اس ذکر (یعنی قرآن) کو ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم اسکی حفاظت کریں گے۔

ہاں اگر کبھی امت کی غفلت اور تساہل کے باعث کہیں کوئی بگاڑ ہوگا بھی تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ و اکمل روحانی توجہ **نبی تراش** ہے پس ایسے وقت میں آپ کے نور سے فیض یاب ہونے والے وجود **ظلّی نبوت** کا مقام پاکر امت کی اصلاح کرتے رہیں گے اس اصلاح امت کی خاطر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجدد بھیجے جانے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ

اِنّ اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ (ابو داؤد) — اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسے شخص مبعوث کرتا رہے گا جو اپنے زمانہ کی ضروریات کے مطابق دین کی تجدید کرتے رہیں گے۔

اور پھر جب آخری زمانہ میں دجالی فتنہ کا اثر و نفوذ انتہا تک پہنچ جائے گا۔ تو آپ کی روحانی توجہ اپنے کمال کا مظاہرہ اپنے کامل ظل و بروز کے پیرایہ میں فرماتے ہوئے پیشگوئی وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى کو پورا فرمائے گی۔ جس کا تذکرہ اگلی آیت میں آتا ہے۔

پیشگوئی دوم اور دلیل چہارم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت کی چوتھی دلیل تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ہے نیز یہ ایک اور پیشگوئی ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کی بشارت دی گئی ہے۔

مفسرین عام طور پر اس سے صرف قرآن کی تنزیل مراد لیتے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے مگر مضمون کے سیاق و سباق کی رو سے میرے نزدیک[1] اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دوبارہ تنزیل کی طرف اشارہ ہے اور سورہ نجم میں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس نزول ثانی کا تصریحاً ذکر ہے جہاں حضور کے معراج کے ضمن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کئی ایک مکاشفات کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس کشف کا بھی ذکر کیا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ کے حالات دکھائے گئے تھے۔ جب کہ حضور کے نزول ثانی کا دور ہوگا۔ اور شجرۂ طیبہ اسلام اپنے انتہائی عروج پر پہنچ جائے گا۔ اور اسکی شاخیں تمام اکناف عالم میں پھیل جائیں گی اور اس وقت یہ قوموں کی پناہ گاہ ہوگا۔ چنانچہ فرمایا

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (النجم آیت ۱۴-۱۵)

اور یہ وہ زمانہ ہوگا جب کہ زمین انوار تجلیات الٰہیہ سے جگمگا رہی ہوگی اور پیشگوئی

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا

---

[1] یہ صرف میرا مسلک ہی نہیں بلکہ بزرگان سلف کا بھی یہی مسلک ہے چنانچہ علامہ شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں "قیل المعنی انک یا محمد تنزیل العزیز الرحیم" - ۱۲ منہ

کے ظہور کی عظیم الشان تجلّی ہو گی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے نزول کے متعلق (جو آپ کی بعثت اولیٰ کا دور تھا) سورۂ طلاق میں یوں ذکر آیا ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا ۔ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ (آیت ۱۲)

اللہ نے تمہارے پاس شرف کا سامان یعنی رسول اتارا ہے جو تم کو اللہ کی ایسی آیات سناتا ہے جو ہر نیکی اور بدی کو کھول دیتی ہیں۔

اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے اَنْزَلَ کا لفظ استعمال فرمایا مگر یہاں تنزیلے کا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ تنزل میں تعدد کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی متعدد بار ہو اور تدریجی نزول ہو۔ پس اس لحاظ سے اس سورۃ میں جو مکی ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کی طرف اشارہ ہے پھر مدنی سورۃ (سورۂ جمعہ) میں تو اس بعثت ثانیہ کا تصریحًا ذکر ہے جیسا کہ فرمایا وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (آیت ۴)

پیشگوئی سوم

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

یہ تیسری پیشگوئی ہے جس کا ظہور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ سے مقدّر ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اولیٰ میں اگرچہ ابتداء میں آپ کی قوم نے سخت مخالفت کی مگر بالآخر آپ کی زندگی ہی میں آپ کی قوم کی اکثریت نور ایمان سے منور ہو گئی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مقدسہ میں ہی یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مگر آپ کی بعثت ثانیہ کے دور میں مادیت کے کچھ اس قسم کے دبیز پردے حائل ہوں گے کہ آپ کے بروز حضرت مہدی معہود اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں قوم کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔ ہاں ایک لمبے عرصے کے بعد جبکہ انقلابات دہر کی بھٹی میں سے اذہان انسانی گزارے جائیں گے اور اس عرصہ میں قہری

اور جلالی نشانات کے پیہم واروں کا سب لوگ مشاہدہ کر لیں گے تب قلوب انسانی کی زمین نرم ہو کر ان میں تخم ایمان کی روئیدگی ہو گی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا،

"دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس
کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا
اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی
سچائی ظاہر کر دے گا" (تذکرہ ص۱۰۴)

اسی بناء پر حضور نے اعلان فرمایا:-

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسےٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ (حیات مسیح۔ ناقل) کو چھوڑ دیں گے اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"

(تذکرۃ الشہادتین ص۶۴-۶۵)

ایک شُبہ کا ازالہ اور چوتھی پیشگوئی

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلًا فَھِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَھُمْ مُّقْمَحُوْنَ

پچھلی آیت میں چونکہ یہ ذکر تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں قوم کی اکثریت آپ پر ایمان نہیں لائے گی۔ اس پر ایک شُبہ پیدا ہوتا تھا جس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ نیز اس آیت میں ایک پیشگوئی بھی ہے جو اس ضمن میں پوری ہو رہی ہے وہ شبہ یہ ہے کہ جب اکثریت ایمان نہیں لائے گی تو لازمًا وہ سلسلہ حقہ کی مخالفت بھی کرے گی پھر اکثریت کی مخالفت کے باوجود یہ تحریک حقہ کیونکر کامیاب ہو سکے گی؟ اور مردہ قومیں کیونکر

زندگی پائیں گی!" بالخصوص جب کہ دجّالی اقوام جو سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے برسرِ اقتدار ہوں گی جب وہ اپنے مذہب تثلیث اور صلیب پرستی کے پرچم کو سرنگوں ہوتے دیکھ لیں گی تو خطرہ ہے کہ کہیں جوش میں آکر اس سلسلہ کے خلاف قوانین جاری نہ کر دیں۔ چونکہ اس وقت قوانین حکومت بھی اکثریت کے تابع ہوں گے تب وہ موقع پا کر کہیں ایسے قوانین نافذ نہ کر دیں جس سے تحریکِ حقہ کو کچلا جا سکے۔ پس اس شبہ کا ازالہ اس آیت میں کیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے کیونکہ ہم اس وقت ان کے لئے ایسے سیاسی حالات پیدا کر دیں گے جن کی وجہ سے وہ خود ہی ایسی الجھنوں میں پھنس جائیں گے اور ان کی گردنوں میں ایسے طوق پڑے ہوں گے کہ انہیں اس مذہبی جماعت کے مقابلہ میں آنے کا موقعہ ہی میسّر نہیں آ سکے گا۔ اگر کہیں اکّا دکّا کوئی حکومت اس کے مقابلہ میں آئے گی بھی تو ہم اسے سخت سزا دیں گے۔ جو دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہوگی چنانچہ اس کی بہت سی مثالیںؔ ہمارے سامنے ہیں۔

لہ ایک مثال اس آیت کی پیشگوئی کے ظہور کی پہلے زمانہ میں بھی گذر چکی ہے مگر اس وقت کی حکومت خوش قسمت تھی جو وقت پر سنبھل جانے کے باعث اس کے وعید سے محفوظ ہو گئی۔ اور وہ واقعہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بادشاہ ہارون رشید جو امام شافعیؒ کی بزرگی اور علمی قابلیت کا معترف تھا جس کی بناء پر آپ کو نجران کا والی مقرر کر دیا۔ وہاں کے عمّال میں آپ کے جانے سے پہلے رشوت کا بازار گرم تھا آپ نے اس بدی کے مٹانے کے لئے پوری جدوجہد کی۔ اتفاق سے وہاں کا ایک عامل "مطرف" نامی جو اس عادتِ بد میں ملوث تھا آپ کا مخالف بن گیا اس نے بصیغہ راز ہارون رشید کو لکھا کہ اگر آپ یمن کی خیر چاہتے ہیں تو محمد بن ادریس شافعی کو وہاں سے نکالئے اور سزا دیجئے اس شخص کا یہاں بڑا اثر ہے اور ملک میں خاندانِ سادات کے لئے خلافت کے خواب دیکھ رہا ہے اور شافعی چونکہ خود بھی ہاشمی ہے اس لئے قرینِ قیاس ہے کہ درپردہ اس کی اعانت بھی سادات کو حاصل ہے یہ خط جب ہارون رشید کو پہنچا تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ فوراً امیر منشی کو بلایا اور حماد بربری کے نام بصیغہ راز فرمان لکھوایا کہ محمد بن ادریس شافعی اور تمام سادات کو گرفتار کر کے فوراً دارالخلافہ بھیج دو۔ چنانچہ حماد نے فرمان پہنچتے ہی تعمیل کی اور تمام سادات کو مع حضرتِ امام شافعیؒ گرفتار کر کے ہارون رشید کے پاس بھیج دیا۔ رشید نے حکم

باقی حاشیہ ص۲۵ پر)

۱۔ حکومتِ افغانستان کے امیر حبیب اللہ خان نے جب شہزادہ سید عبداللطیف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تو اس کی پاداش میں ملکِ افغانستان میں خدائے جبار و قہار کی

حاشیہ بقیہ ص۲۴ :۔ دیا کہ دس دس سید روزانہ قتل کئے جائیں چنانچہ اس فرمان کے بعد روزانہ سادات قتل کئے جانے لگے اب امام شافعی کی باری بھی آنے والی تھی۔ آپ دعاؤں میں مشغول تھے جس دن آپ کے قتل کی باری تھی اسی رات آپ کو خواب میں الہامی بشارت ملی جو یہی آیت سورۂ یٰس کی تھی۔

رأی الشافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ فی النوم وھو قائم بین یدیہ فناداہ یا محمد اُثبُتْ علیٰ دینِ محمدٍ وایاك ان تحیدَ فتضلَّ وتُضِلَّ اَلَستَ بِاِمامِ القومِ لاخوفٌ علیكَ اِقرَء اِنّا جَعَلْنَا فِی اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلًا فَھِیَ اِلَی الاَذْقَانِ فَھُمْ مُقْمَحُوْنَ۔ قال الشافعی فاستیقظتُ وَانا اَقرَءُ ھا مِنْ تَعْلِیمِ القُدْرَۃِ الرَّبّانِیَّۃِ۔

امام شافعی نے خواب میں دیکھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پکار کر کہا اے محمد (یہ آپ کا نام ہے) دینِ محمد پر ثابت قدم رہنا۔ خبردار کہیں اِدھر اُدھر نہ ہونا ورنہ تو گمراہ ہو جائے گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیگا کیا تو قوم کا امام نہیں ہے تجھ پر کوئی خوف نہیں۔ یہ آیت پڑھ اِنّا جَعلنا فی اعناقھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون حضرت امام شافعی فرماتے ہیں اس کے بعد میں جاگ پڑا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے میں

(المطالب الجمالیۃ مطبوعہ مصر ۱۳۲۲ھ ص۲۳) اس آیت کو پڑھ رہا تھا۔

جب صبح کو آپ کے قتل کی باری آئی اور آپ ہارون رشید کے سامنے ہوئے تو آپ نے ایک ایسی مؤثر اور پرمغز تقریر فرمائی جس سے رشید کانپ اٹھا اور اس نے آپ کے قتل کے حکم کو منسوخ کر کے آپ کو حراست میں رکھے جانے کا حکم صادر کیا اس اثناء میں امام شافعیؒ کے ایک علمی مباحثہ کی تفصیل بھی ہارون رشید کے گوش گذار ہوئی ہرثمہ بن اعین کا بیان ہے کہ ہارون رشید تکیہ پر سر رکھے لیٹا ہوا تھا جس وقت اس نے امام شافعیؒ کے دلائل سنے تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہا کہ پھر سناؤ اور سن کر کہنے لگا شافعی محمد بن ادریس محمد بن حسن سے زیادہ عالم ہیں ہرثمہ سے کہا پانچ سو دینار شافعی کو نذر کرو اور حراست سے بری کرنے کا حکم دیا۔ ہرثمہ بن اعین نے اپنی طرف سے پانچ سو دینار اور ملا کر ایک ہزار دینار امام شافعیؒ کے نذر کئے اور آپ سے نگرانی اٹھا دی گئی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (سیرت ائمہ مذاہب اربعہ ص۲۶۳-۳۶۲۔ سیرت ائمہ اربعہ مرتبہ سید رئیس احمد جعفری)

کئی جلالی تجلیات و قہری نشانات کا ظہور ہوا۔ جس طرح امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قتل میں شامل ہونے والوں کو سزا ملی اسیطرح سید عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کے خون سے ہاتھ رنگنے والے چن چن کر پکڑے گئے اور قتل کئے گئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۳۵۰-۳۵۲)

۲۔ اس کے بعد امیر امان اللہ خان سے جو حرکت سرزد ہوئی اور پاداش عمل میں اس کا بھی جو حشر ہوا۔ وہ دُنیا سے مخفی نہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کسی نے اس کے متعلق استفسار کیا تو حضور نے فرمایا:۔

"کہاں ہے امان اللہ؟ اگر اس نے احمدیوں پر ظلم کیا تھا تو کیا خدا تعالےٰ نے اس کے اس جرم کی پاداش میں اس کی دھجیاں نہ اڑادیں۔ کیا خدا تعالےٰ نے اس کی حکومت کو تباہ نہ کر دیا۔ کیا اللہ تعالےٰ نے اس کی حکومت کے تاروپود کو بکھیر کر نہ رکھدیا۔ کیا اللہ تعالےٰ نے اس کو اس کی ذریت سمیت ذلیل اور رسوائے عالم نہ کر دیا۔ ... جب وہ یورپ روانہ ہوا تو خود اس کے ایک درباری نے خط لکھا کہ ہماری مجلس میں بار بار یہ ذکر آیا ہے کہ یہ جو کچھ ہماری ذلت ہوئی وہ اس ظلم کی وجہ سے ہوئی ہے جو ہم نے احمدیوں کے ساتھ کیا تھا۔ امید ہے کہ اب جب کہ ہمیں سزا مل چکی ہے آپ ہمارے لئے بد دعا نہ کریں گے۔ آج وہی امان اللہ جو ایک بڑی شان و شوکت۔ رعب و جلال اور دبدبہ کا مالک تھا۔ اپنے ظلم کی وجہ سے اس حال کو پہنچ گیا ہے کہ وہ اٹلی میں بیٹھا اپنی ذلت کے دن گزار رہا ہے۔ وہ کتنا چالاک اور ہوشیار بادشاہ تھا کہ اس نے اپنی باجگذار ریاست کو آزاد بنا دیا۔ مگر جب اس نے غریب احمدیوں پر ظلم کیا تو اس کی ساری طاقت اور قوت مٹادی گئی۔ ... اللہ تعالےٰ نے صرف امان اللہ کا بدلہ نہیں لیا بلکہ اس بدلہ میں حبیب اللہ اور عبدالرحمٰن بھی شامل ہیں"

(الفضل ۳۱ مئی ۱۹۴۷ء)

۳۔ علاقہ ملکانہ میں جب شدھی کا زور ہوا اور ہمارے احمدی تبلیغ اسلام کے لئے اس علاقہ میں پہنچے تو وہاں کے ہندو راجاؤں نے احمدیوں پر ظلم کرنے شروع کئے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"ہندو ریاستوں نے ظلم پر ظلم کئے۔ الور والوں نے بھی ظلم کیا۔ اور بھرت پور میں بھی یہی حال ہوا۔ جب ہمارے آدمی وہاں جاتے تو راجہ کا حکم پہنچ جاتا کہ تمہاری وجہ سے امن شکنی ہو رہی ہے جلد از جلد اس علاقے سے نکل جاؤ۔

ملکانہ کے ایک گاؤں میں ایک بڑھیا مائی جُمیا شدھ ہونے سے بچی تھی باقی اس کے تین چار بیٹے آریوں نے مرتد کر لئے تھے۔ اور بیٹوں نے اس بڑھیا ماں سے کہا تھا کہ ماں ہم دیکھیں گے کہ اب مولوی ہی آکر تمہارا فصل کاٹیں گے۔ کسی نے مجھے کہا کہ ایک بڑھیا کو اس قسم کا طعنہ دیا گیا ہے اور اب اسکی فصل پک کر تیار کھڑی ہے تو میں نے کہا اسلام اور احمدیت کی غیرت چاہتی ہے کہ اب مولوی اور تعلیم یافتہ لوگ ہی جاکر اس بڑھیا کا کھیت کاٹیں چنانچہ میں نے اس کے لئے تحریک کی تو بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ جن میں جج بھی تھے اور بیرسٹر بھی، وکلاء بھی تھے اور ڈاکٹر بھی۔ مولوی بھی تھے اور مدرس بھی۔ اور انہیں میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے والد مرحوم بھی گئے اور خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب سیشن جج بھی گئے۔ ان سب تعلیم یافتہ لوگوں نے اس بڑھیا کا کھیت کاٹا۔ ان کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے مگر اس بات کا اتنا رعب ہوا۔ اس سارے علاقہ میں احمدیوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ مگر وہاں کے راجہ نے اتنا ظلم کیا کہ یہ لوگ چار پانچ میل گرمی میں جاتے تھے تو رات کو واپس سٹیشن پر آکر سوتے تھے۔ چوہدری نصر اللہ خان صاحب باوجودیکہ بڈھے آدمی تھے ان کو بھی مجبوراً روزانہ گرمی میں چار میل جانا اور چار میل آنا پڑتا تھا۔ آخر میں نے اپنا ایک آدمی گورنمنٹ ہند کے پولٹیکل سیکرٹری کی طرف بھجوایا کہ اتنا ظلم نہیں کرنا چاہیئے اس ریاست میں جو چار پانچ لاکھ ہندو ہے وہ فساد نہیں کرتا اور ہمارے چند آدمیوں کے داخلہ سے فساد کا اندیشہ ہے۔ اس وقت پولٹیکل سیکرٹری سر تھامسن تھے انہوں نے جواب دیا میں اس میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں راجہ سے کہوں گا اگر وہ مان جائے تو بہتر۔ سر تھامسن نے ہمدردی کی مگر ساتھ معذوری کا اظہار بھی کیا لیکن ابھی اس پر پندرہ دن بھی نہ گزرنے پائے کہ راجہ پاگل ہو گیا اور اس کو ریاست سے باہر نکال دیا گیا اور پاگل ہونے کی حالت میں دوسرا اسیطرح اس وقت کے الور والے راجہ کو

بھی بعد میں سیاسی جرائم کی وجہ سے نکال دیا گیا۔"

(الفضل ۲۱ ہجرت ۱۳۲۶ہش مطابق ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء)

۴- ۱۹۳۴ء میں جب پنجاب کے ذمہ دار انگریز افسران نے احمدیت کی مخالفت میں حصہ لینا شروع کیا اور احمدیوں کو دکھ دینے کے لئے احرار کی پیٹھ ٹھونکی اور قادیان میں شرارتیں پھیلانے کا انہیں ذریعہ بنایا۔ تو ان کے منصوبوں کو توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسا سامان پیدا فرمادیا جس کا گمان بھی کسی کو نہ تھا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا:-

"جب ایمرسن نے جو پنجاب کے گورنر تھے ان کے زمانہ میں احمدیت کی مخالفت شروع ہوئی تھی کچھ عرصہ بعد جب وہ اپنی ٹرم (TERM) پوری کر کے ریٹائر ہونے والے تھے تو ہوم گورنمنٹ نے ان کی مدت کو اور بڑھا دیا۔ ... خدا کی قدرت گورنمنٹ نے ان کی میعاد میں توسیع کر دی مگر کچھ ہی دیر بعد وہ بیماری کی چھٹی لے کر ولایت چلے گئے۔ ڈاکٹروں نے انہیں کہہ دیا کہ آپ قطعی طور پر کام کرنے کے قابل نہیں۔ آپ کام سے فارغ ہو جائیں آپ کا اپریشن ہوگا۔ چنانچہ وہ مستعفی ہو گئے۔ اور ڈاکٹری رائے کے مطابق چند ہفتے آرام کرتے رہے۔ اس کے بعد جب وہ ڈاکٹروں کے پاس اپریشن کے لئے آئے تو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ تو اچھے بھلے ہیں خبر نہیں ہم نے اس وقت کس طرح کہہ دیا کہ آپ کام کے قابل نہیں۔ دیکھو کہ بغیر اس کے کہ ہم ایک لفظ بھی کہتے خدا تعالیٰ نے خود ہی ہماری طرف سے جواب دے دیا۔"

(الفضل ۳۰ر دسمبر ۱۹۴۴ء ص۳)

۵- ۱۹۲۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امریکہ جانے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپ امریکہ کی بندرگاہ فلاڈلفیا پر اترے مگر انسپکٹر راہداری نے آپ کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ آپ نے اس کے خلاف محکمہ آبادکاری (واشنگٹن) میں اپیل کی۔ اس عرصہ میں آپ وہاں ہی

زیر حراست رہے۔ اس واقعہ کی اطلاع جب حضور کو ملی تو آپ نے حکومت امریکہ کے اس رویہ پر سخت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"امریکہ جسے طاقتور ہونے کا دعویٰ ہے اس وقت تک اس نے مادی طاقتوں کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی ہوگی۔ روحانی سلطنت سے اس نے مقابلہ کر کے نہیں دیکھا۔ اب اگر اس نے ہم سے مقابلہ کیا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ ہمیں وہ ہرگز شکست نہیں دے سکتا۔ کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے ہم امریکہ کے اردگرد کے علاقوں میں تبلیغ کریں گے اور وہاں کے لوگوں کو مسلمان بنا کر امریکہ بھیجیں گے اور ان کو امریکہ نہیں روک سکے گا۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ایک دن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا گونجے گی۔ اور ضرور گونجے گی۔"

(الفضل ۱۵ر اپریل ۱۹۲۰ء ص۱۲)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا غیبی سامان فرمادیا جس سے مرعوب ہو کر حکومت اپنے پہلے فیصلہ کو بدلنے پر مجبور ہو گئی۔ ہوا یوں کہ امریکی پریس نے حضرت مفتی صاحبؓ کی آمد اور ملک میں داخلے کی ممانعت کا بہت چرچا کیا اور بعض مشہور ملک اخبارات نے نہ صرف آپ کی آمد کے بارے میں خبر دی بلکہ جماعت احمدیہ کے حالات بھی شائع کئے اس کے علاوہ جہاں حضرت مفتی صاحبؓ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں کچھ یورپین نوجوان بھی نظر بند تھے آپ نے ان کو تبلیغ کرنا شروع کر دی جس کے نتیجہ میں پندرہ آدمی مسلمان ہو گئے۔ جب یہ خبر متعلقہ محکمہ کے افسر کو پہنچی تو وہ گھبرا گیا اور اعلیٰ افسروں کو تار دیئے کہ جس قدر جلد از جلد ممکن ہو ہندوستانی مشنری کو ملک میں داخلے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ حکام نے اجازت دے دی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (تاریخ احمدیت جلد پنجم ص۲۵۴-۲۵۵)

۶- اسی طرح فلپائن اور سپین گورنمنٹ نے بھی جب ہمیں تبلیغ سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے اعجازی رنگ میں ایک نیا راستہ کھول دیا۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعہ پر فرمایا۔

"فلپائن جو امریکہ کے ماتحت ایک علاقہ ہے اور نہایت اہم ہے پہلے یہاں

مسلمان آبادی تھی۔ سارا علاقہ مسلمان تھا اور ترکوں اور عربوں کے ماتحت تھا۔ (اب آزاد ہو چکا ہے) سپین نے اس کو فتح کر لیا اور جس طرح سپین نے اپنے ملک سے مسلمانوں کو نکال دیا تھا اسی طرح فلپائن پر حملہ کر کے اس نے اس کو فتح کر لیا۔ اور تلوار کے نیچے گردنیں رکھ کر اقرار کروایا کہ ہم مسلمان نہیں عیسائی ہیں۔ تمہاری غیرت کا تقاضا ہے کہ تم وہاں جاؤ۔ سپین کے متعلق تمہاری غیرت کا تقاضا تھا ہم نے وہاں مبلغ بھجوا دیا لیکن پاکستان گورنمنٹ زور دے رہی ہے کہ اس مبلغ کو واپس بلا لو کیونکہ سپینش گورنمنٹ کہتی ہے کہ ہم یہاں تبلیغ کی اجازت نہیں دے سکتے حالانکہ ان کو چاہیئے تھا کہ وہ سپینش گورنمنٹ کو کہتے کہ تم کو یہ کوئی حق نہیں کہ تم ہمارے مبلغ کو نکالو ہمارے ملک میں بیسیوں عیسائی مبلغ ہیں اگر تم اسے نکالو گے تو ہم بھی تمہارے مبلغوں کو نکال دیں گے۔ ... ... مگر ہمارا خدا حکومتوں سے بڑا ہے۔ فلپائن گورنمنٹ یا امریکن گورنمنٹ اگر وہاں جانے سے روکے گی تو بنتا کیا ہے۔ اللہ نے ایسا سامان کر دیا کہ پچھلے سال جاپان میں ایک مذہبی انجمن بنی۔ اس نے مجھے چٹھی لکھی کہ اپنا کوئی مبلغ بھجوائیں میں نے خلیل ناصر صاحب جو واشنگٹن کے مبلغ ہیں ان کو وہاں بھجوا دیا۔ وہ وہاں گئے تو وہاں سے ان کو موقع لگا کہ وہ واپسی میں کچھ دیر فلپائن ٹھہریں۔ جب وہ فلپائن پہنچے تو فلپائن گرگئی لگا اُن سے آکر ملے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں ابھی بہت جگہوں پر اسلام کا نام باقی ہے اور مسلمان جنگلوں میں رہتے ہیں آپ ہمارے ہاں مبلغ بھیجیں تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور اسلام پھیلائیں گے۔ انہوں نے مجھے لکھا ہم نے کوشش شروع کی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ گورنمنٹ ویزا دینے سے انکار کرتی رہی مگر اللہ تعالیٰ نے سامان کیا۔ وہ لوگ جو خلیل ناصر صاحب سے ملے تھے ان میں سے ایک پر اثر بہت زیادہ ہو گیا تھا اس نے خط لکھا کہ میں زندگی وقف کر کے اسلام پھیلانا چاہتا ہوں اور ربوہ آنا چاہتا ہوں کیا آپ میرے لئے انتظام کر دیں گے۔ ہم نے فوراً لکھ دیا کہ بڑی خوشی سے آؤ یہ تو ہماری دلی خواہش ہے۔ چنانچہ جس ملک میں تلوار کے زور سے محمد رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کو نکالا گیا تھا ہم اس ملک کو دلائل کے ذریعہ سے پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی گود میں لا کر دم لیں گے۔ وہ جس نے ہمیں لکھا تھا اس کو کوئی مشکل پیش آئی اس لئے وہ تو نہ آسکا مگر اس کے ذریعہ ایک اور احمدی ہوا وہ احمدی کسی فرم میں ملازم تھا وہ وہاں سے بورنیو آگیا وہاں ڈاکٹر بدر الدین صاحب جو خان صاحب فرزند علی کے بیٹے ہیں اور مفت تبلیغ کرتے ہیں ان سے ملا اور وہاں اس نے اسلام سیکھنا شروع کیا۔ اب اس کا خط آیا ہے کہ میں بڑی کوشش کر رہا ہوں کہ فرم مجھے چھوڑ دے تو میں آجاؤں۔ پھر اس کے کہنے پر اور لٹریچر بھیجا گیا۔ پہلے وہاں سے ۱۶ بیعتیں آئی تھیں۔ اس ضمن میں ایک کالج کے ایک سٹوڈنٹ نے وہاں کے مسلمانوں کی جو انجمن تھی اسے تبلیغ شروع کر دی۔ ان میں سے کسی کو لٹریچر پسند آگیا اور اس نے آگے تبلیغ شروع کر دی پہلے سولہ بیعتوں کی اطلاع آئی تھی اس کے بعد ۲۷ بیعتیں آئیں گویا ۴۳ ہو گئیں۔ اس کے بعد پھر ۱۸ بیعتیں آئیں یہ سارے مل کر ۶۱ ہو گئے۔ اور اب اطلاع آئی ہے کہ اور لوگ بھی تیار ہیں۔ بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ جتنے کالج کے لڑکے ہیں یہ سارے مسلمان ہو جائیں گے۔ اور احمدی بن جائیں گے۔ تو فلپائن گورنمنٹ نے ہمارا راستہ روکا تھا لیکن خدا نے کھول دیا ہے۔"

(الفضل ۹ رمارچ ۱۹۵۷ء ص ۴)

۷۔ گورنر جنرل سیرالیون نے اپنی تقریر کے دوران کہا۔

"جب میں وزیر تھا تو روکو پور (سیرالیون) میں احمدیوں کی بڑی مخالفت ہوئی۔ میں یہ فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے احمدیوں کی سو فیصدی تائید کی۔ مجھے یہ بخوبی علم ہے کہ جو خدا کے پیارے اور برگزیدہ لوگوں سے جنگ کرتا ہے وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ آج وہ شخص کہاں ہے اور اس کے بیوی بچے کہاں ہیں جس نے طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر احمدیوں سے ٹکر لی تھی۔ (یہاں مقرر کا اشارہ ایک وزیر کی طرف تھا جو احمدیوں کا سخت مخالف تھا اور اب گمنامی کی زندگی بسر کر رہا ہے)

(الفضل ۲ راحسان ۱۳۴۹ ہش ۱۲ ص ۳ (۲ رجون ۱۹۷۰ء)

۸۔ ۱۹۵۳ء میں احمدیت کے خلاف ایک سخت طوفانی فتنہ اٹھا۔ یہ فتنہ ایسا سخت تھا کہ ظاہری اسباب کی رو سے جماعت احمدیہ کا اس سے بچ نکلنا ناممکن تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اپنی تقدیر خاص کی تجلی فرمائی۔ اور اپنی سابقہ الہامی پیشگوئی "اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْكَ بَغْتَةً" (تذکرہ صفحہ ۲۹۲) کے مطابق اس جماعت کو اس طوفان سے معجزانہ رنگ میں بچا لیا۔ ایسے موقع پر جب کہ معاندین احمدیت کا دہانہ آتشین اپنے پورے زور سے لاوا اگل رہا تھا اس وقت جماعت کے امام منصور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نصرت و تائید الٰہی کے مجسم پیکر تھے اللہ تعالیٰ سے بشارت پا کر نہایت ہی اطمینان سے جماعت کو یہ مژدہ جانفزا سنا رہے تھے کہ

"وہ میری مدد کے لئے دوڑا چلا آرہا
ہے وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے"

(ہفت روزہ فاروق ۱۲ر مارچ ۱۹۵۳ء صفحہ ۱)

اور حضور تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گورنر پنجاب کی طرف سے مجھے ۱۹ر مارچ ۱۹۵۳ء کو نوٹس ملا۔ اور ڈی۔ ایس۔ پی مجھے نوٹس دینے کے لئے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میری گردن تمہارے گورنر کے ہاتھ میں ہے۔ تمہارے گورنر نے میرے ساتھ جو کرنا تھا وہ کر لیا۔ اب میرا خدا اپنا ہاتھ دکھائے گا۔ جب وہ اٹھنے لگا تو میں نے پھر اسے کہا کہ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے جوش کی حالت میں نہیں کہا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔ اور جب میری بات پوری ہو گی تو اس وقت میں تمہیں یاد دلاؤں گا کہ میں نے گورنر کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب گورنر کو پنجاب سے رخصت کیا گیا تو میں نے اپنا آدمی اس کی طرف بھیجا اور کہا تمہیں یاد ہے میں نے اس روز تمہیں کیا کہا تھا۔ اس نے کہا مجھے خوب یاد ہے بلکہ

میں دوسرے دوستوں سے بھی اس کا ذکر کرتا رہا ہوں۔ پھر ایک شخص کے سامنے اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری گردن پر بھی اپنا ہاتھ ڈالا ہوا ہے۔"

(تفسیر کبیر سورۃ مریم صفحہ ۲۳۶)

چنانچہ اس کے بعد دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کی تائید و نصرت کے لئے اچانک ایک انقلاب برپا کر کے احمدیوں کو محفوظ کر دیا۔ اور جس افسر نے حضرت صاحب کو نوٹس دیا تھا اس کا جو حشر ہوا وہ دنیا کے سامنے ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۹۔ اس موقع پر خاکسار اپنی ایک رؤیا بھی پیش کرنا مناسب سمجھتا ہے ۱۹۔۲۰ر فروری ۱۹۵۸ء کی درمیانی رات کو میں نے ایک عجیب رؤیا دیکھا جو خواب در خواب کی صورت میں تھا۔ ایک شخص نے مجھے ایک رجسٹر دیا جو اچھا خاصا ضخیم تھا۔ تقریباً سات آٹھ سو صفحات فل سکیپ ہوگا۔ اس میں دنیا بھر کی گورنمنٹوں کے خفیہ منصوبے اور سکیمیں درج تھیں۔ اکثر حکومتوں کی سکیمیں تو ایسی تھیں جن کا جماعت احمدیہ کی پالیسی سے کوئی ٹکراؤ نہیں تھا مگر بعض حکومتوں کی سکیموں سے اس کا ٹکراؤ ہوتا تھا۔ اس شخص نے مجھے وہ حصہ بھی دکھایا جو تقریباً ڈیڑھ دو سو صفحوں کا ہوگا۔ اور وہ رجسٹر مجھے دے کر کہا کہ اس سے تم اپنے امام کو آگاہ کر دو۔ اور دکھا کر جلدی سے رجسٹر واپس کر دو۔ میں رجسٹر لے کر حضور کو دکھانے چلا ہی تھا کہ بیدار ہو گیا۔ بیداری میں دیکھا تو وہ رجسٹر میرے ہاتھ میں ہے۔ تب میں خدا کا شکر بجا لایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی برکت سے رؤیا والا واقعہ ظاہر میں بھی دکھایا۔ تب میں سوچنے لگا کہ یہ رجسٹر حضور کو کیونکر دکھاؤں حضور تو اس وقت ربوہ میں نہیں بلکہ باہر تشریف لے گئے ہوئے ہیں (ان دنوں حضور کراچی تشریف فرما تھے) اور میں یہ مناسب نہیں سمجھتا تھا کہ رجسٹر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں دے دوں۔ کیونکہ یہ امر اس ہدایت کے خلاف تھا جو رؤیا میں مجھے دی گئی تھی۔ تب یک دم مولوی محمد یعقوب صاحب انچارج صیغہ زود نویسی سامنے دکھائی دیئے۔ خیال آیا کہ ان سے مشورہ لے لوں۔ جب میں مشورہ لینے کے لئے گیا تو بیدار ہو گیا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ پچھلا حصہ بھی خواب ہی کا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی نصرت و حمایت

۸۔ ۱۹۵۳ء میں احمدیت کے خلاف ایک سخت طوفانی فتنہ اٹھا۔ یہ فتنہ ایسا سخت تھا کہ ظاہری اسباب کی رو سے جماعت احمدیہ کا اس سے بچ نکلنا ناممکن تھا مگر اللہ تعالےٰ نے اس موقع پر اپنی تقدیر خاص کی تجلی فرمائی۔ اور اپنی سابقہ الہامی پیشگوئی اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً" (تذکرہ ص۲۹۲) کے مطابق اس جماعت کو اس طوفان سے معجزانہ رنگ میں بچا لیا۔ ایسے موقع پر جب کہ معاندین احمدیت کا دہانہ آتشین اپنے پورے زور سے لاوا اگل رہا تھا اس وقت جماعت کے امام منصور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو نصرت و تائید الٰہی کے مجسم پیکر تھے اللہ تعالےٰ سے بشارت پاکر نہایت ہی اطمینان سے جماعت کو یہ مژدۂ جانفزا سنا رہے تھے کہ

"وہ میری مدد کے لئے دوڑا چلا آرہا
ہے وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے"

(ہفت روزہ فاروق ۱۲ مارچ ۱۹۵۳ء ص۱)

اور حضور تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گورنر پنجاب کی طرف سے مجھے ۱۹ مارچ ۱۹۵۳ء کو نوٹس ملا۔ اور ڈی۔ ایس۔ پی مجھے نوٹس دینے کے لئے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میری گردن تمہارے گورنر کے ہاتھ میں ہے۔ تمہارے گورنر نے میرے ساتھ جو کرنا تھا وہ کرلیا۔ اب میرا خدا اپنا ہاتھ دکھائے گا۔ جب وہ اٹھنے لگا تو میں نے پھر اسے کہا کہ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے جوش کی حالت میں نہیں کہا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔ اور جب میری بات پوری ہوگی تو اس وقت میں تمہیں یاد دلاؤں گا کہ میں نے گورنر کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب گورنر کو پنجاب سے رخصت کیا گیا تو میں نے اپنا آدمی اس کی طرف بھیجا اور کہا تمہیں یاد ہے میں نے اس روز تمہیں کیا کہا تھا۔ اس نے کہا مجھے خوب یاد ہے بلکہ میں دوسرے دوستوں سے بھی اس کا ذکر کرتا رہا ہوں۔ پھر ایک شخص کے سامنے اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے میری گردن پر بھی اپنا ہاتھ ڈالا ہوا ہے۔"

(تفسیر کبیر سورۃ مریم ص۲۳۶)

چنانچہ اس کے بعد دُنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالےٰ نے احمدیوں کی تائید و نصرت کے لئے اچانک ایک انقلاب برپا کرکے احمدیوں کو محفوظ کر دیا۔ اور جس افسر نے حضرت صاحب کو نوٹس دیا تھا اس کا جو حشر ہوا وہ دُنیا کے سامنے ہے فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارِ۔

۹۔ اس موقعہ پر خاکسار اپنی ایک رؤیا بھی پیش کرنا مناسب سمجھتا ہے ۱۹، ۲۰ فروری ۱۹۵۸ء کی درمیانی رات کو میں نے ایک عجیب رؤیا دیکھا جو خواب در خواب کی صورت میں تھا۔ ایک شخص نے مجھے ایک رجسٹر دیا جو اچھا خاصا ضخیم تھا۔ تقریباً سات آٹھ سو صفحات کا ہوگا۔ اس میں دُنیا بھر کی گورنمنٹوں کے خفیہ منصوبے اور سکیمیں درج تھیں۔ اکثر حکومتوں کی سکیمیں تو ایسی تھیں جن کا جماعت احمدیہ کی پالیسی سے کوئی ٹکراؤ نہیں تھا مگر بعض حکومتوں کی سکیموں سے اس کا ٹکراؤ ہوتا تھا۔ اس شخص نے مجھے وہ حصہ بھی دکھایا جو تقریباً ڈیڑھ دو سو صفحوں کا ہوگا۔ اور وہ رجسٹر مجھے دے کر کہا کہ اس سے تم اپنے امام کو آگاہ کردو۔ اور دکھا کر جلدی سے رجسٹر واپس کردو۔ میں رجسٹر لے کر حضور کو دکھانے چلا ہی تھا کہ بیدار ہوگیا۔ بیداری میں دیکھا تو وہ رجسٹر میرے ہاتھ میں ہے۔ تب میں خدا کا شکر بجالایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کی برکت سے رؤیا والا واقعہ ظاہر میں بھی دکھایا۔ تب میں سوچنے لگا کہ یہ رجسٹر حضور کو کیونکر دکھاؤں حضور تو اس وقت ربوہ میں نہیں بلکہ باہر تشریف لے گئے ہوئے ہیں (ان دنوں حضور کراچی تشریف فرما تھے) اور میں یہ مناسب نہیں سمجھتا تھا کہ رجسٹر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں دے دوں۔ کیونکہ یہ امر اس ہدایت کے خلاف تھا جو رؤیا میں مجھے دی گئی تھی۔ تب یک دم مولوی محمد یعقوب صاحب انچارج صیغہ زود نویسی سامنے دکھائی دیئے۔ خیال آیا کہ ان سے مشورہ لے لوں۔ جب میں مشورہ لینے کے لئے گیا تو بیدار ہوگیا۔ تب معلوم ہوا کہ یہ پچھلا حصہ بھی خواب ہی کا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے احمدیت کی نصرت و حمایت

کے لیے آسمانی سکیمیں تیار کی ہوئی ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

پانچویں پیشگوئی

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت جب گھر سے نکلے تو یہ آیت تلاوت فرماتے ہوئے نکلے۔ سو یہ بطور تعویذ یا حرز سلطانی نہیں تھا تا اسے جو کوئی بھی پڑھے دشمن کی نظروں سے وہ محفوظ ہو جائے۔ بلکہ دراصل بات یہ تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے ہی یہ سمجھتے تھے کہ اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جو اپنے وقت پر پوری ہوگی۔ پس جب اس کے پورا ہونے کا وقت آیا تو آپ نے اسے پڑھا۔[1] جیسا کہ فتح مکہ کے روز

---

[1] جاننا چاہیئے کہ جب کسی آیت قرآنی کی پیشگوئی کے ظہور کا وقت آتا ہے تو اسکی طرف توجہ دلا دی جاتی یا الہامًا نازل کی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو قرآنی آیات کے الہامات ہوئے ان میں بھی یہی حکمت ملحوظ ہے کہ ان قرآنی پیشگوئیوں کا ظہور حضور کی ذات سے وابستہ ہے

تحدیث نعمت کے طور پر خاکسار اپنا بھی ایک واقعہ تحریر کرتا ہے۔ ۶ رفروری ۱۹۴۶ء کا واقعہ ہے جب کہ ہم قادیان میں تھے اس روز میں تعلیم الاسلام کالج کے بورڈنگ کی طرف سے آ رہا تھا جب میں شیخ رحمت اللہ صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان کے پاس پہنچا تو ایک شخص نے مجھے خبر دی کہ ڈاکٹر فیض علی صاحب رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ (والدہ خلیفہ صلاح الدین) کا جنازہ ان کے مکان پر آیا ہوا ہے میں نے یہ خبر سنتے ہی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا چاہا مگر بجائے اس کے میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَاءً وَّاَمْوَاتًا میں اپنے خیال میں یہی سمجھ رہا تھا کہ میں اناللہ پڑھ رہا ہوں جب مجھے اپنی غلطی کی طرف توجہ ہوئی تو توبہ و استغفار کرتے ہوئے جناب الٰہی میں التجا کی کہ الٰہی میں نے قرآن مجید کی آیت کی تلاوت جو بے موقع کی یہ غلطی میں نے عمداً نہیں کی۔ اگر یہ غلطی میرے کسی مخفی

(باقی ص۳۵ پر)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں داخل ہو کر یہ آیت پڑھی جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل آیت ۸۲)

پیشگوئی کا مثنیٰ

واضح ہو کہ قرآن مجید کی بہت سی پیشگوئیاں مثانی کا درجہ رکھتی ہیں جو متعدد بار وقوع پذیر ہو کر[1]

(بقیہ حاشیہ ص۳۴) گناہ کی شامت سے ہے تو مجھے معاف فرما اور اگر تیری کسی مصلحت کے ماتحت ہے تو اس کی حکمت سے آگاہ فرما۔ اس کے بعد میں مجلس تعزیت میں جا شامل ہوا۔ مجلس میں خاموشی تھی میں بھی محو سکوت تھا۔ مگر دل و دماغ کی توجہ انکشاف حقیقت کے لئے آسمان کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اس حالت محویت میں اچانک دل پر ایک کیفیت طاری ہوئی جیسے بجلی کوند جاتی ہے۔ میرے دل پر ایک بجلی کی سی چمک پڑی جس سے میں بے خود ہو گیا اور اس اثناء میں اس قسم کا مضمون القاء ہوا کہ یہ جنازہ اس آیت کا جو تو نے پڑھی تفسیری شاہد ہے اس وقت تو میں اسے سمجھ نہ سکا بعد میں جب میں نے اس آیت پر غور کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عقدہ حل ہو گیا۔ اور سمجھ گیا کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک پیشگوئی ہے اور حضور کی صداقت کی اس میں ایک نئی روشن دلیل ہے آپ جو موعود اقوام عالم ہیں اور "اذا الرسل اقتت" کی پیشگوئی کا مصداق ہیں آپ کے مقام نزول قادیان کی خصوصیت کا اس آیت میں تذکرہ ہے یعنی ہم نے اپنے مسیح پاک کے اس مقام میں بھی ایک قوت مقناطیسی رکھ دی ہے جس سے نہ صرف زندے بلکہ مردے بھی دور دور سے اس کی طرف کھچے چلے آ رہے ہیں اس وقت اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ میں الارض کو الف لام عہد مراد ہوگا۔ اور مفہوم یہ ہوگا کہ زمین جو مسیح موعود کا مقام نزول ہے اس کی یہ خاصیت ہے۔ چنانچہ یہ جنازہ بھی اس کا بیّن ثبوت ہے۔ اس حقیقت کے انکشاف پر خاکسار کی روح فرط مسرت سے آستانہ الٰہی پر سجدہ ریز ہو گئی فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی ہم نے اس پیشگوئی کے مثنیٰ کا مشاہدہ کر لیا۔ چنانچہ آپ کے پسر موعود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مقدس وجود میں بھی اللہ تعالےٰ نے وہی برکت رکھ دی اور آپ کی ہجرت گاہ ارض مقدسہ ربوہ کو بھی ظل قادیان بنا کر اس میں بھی وہی خصوصیت ودیعت فرما دی جو اصل مرکز قادیان کی تھی اس میں بھی زندوں کی طرح مردے بھی تیں آنے لگیں۔ ان فی ذلک لاٰیٰت لاولی الالباب۔ ۱۲ منہ۔

مومنوں کے ازدیادِ ایمان کا باعث بنتی ہیں۔ آیت وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا میں جو پیشگوئی تھی اس پیشگوئی کا بھی دو زمانوں سے تعلق تھا جس طرح یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت پوری ہوئی اسیطرح اس پیشگوئی کا دوسرا ظہور آپ کی بعثت ثانیہ کے دور میں بھی ہونا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیئے بھی ایک ہجرت مقدر تھی۔ جس کے متعلق آپ کے ایک کشف میں خبر دی گئی تھی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"دیکھا کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں اور میرے ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں اور میں اپنے آپ کو موسےٰ سمجھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں۔ نظر اٹھا کر پیچھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے اور اس کے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے گاڑیاں۔ رتھوں وغیرہ کے ہیں۔ اور ہمارے بہت قریب آگیا ہے۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبرائے ہوئے ہیں اور اکثر ان میں سے بے دل ہو گئے ہیں اور بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ اے موسےٰ ہم پکڑے گئے۔ تو میں نے بلند آواز سے کہا "کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ" اتنے میں میں بیدار ہو گیا اور زبان پر یہی الفاظ جاری تھے"

(تذکرہ ص۴۵۴)

مگر یہ ہجرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں نہیں ہونی تھی۔ بلکہ اس کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کا زمانہ مقدر تھا جو حُسن و احسان میں آپ کے مثیل تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں بھی اس کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔" (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

اور حضرت مصلح موعودؓ کو الہام میں موسےٰ بھی کہا گیا جیسا کہ فرمایا:

"ایک موسےٰ ہے میں اس کو ظاہر کروں گا اور لوگوں کے سامنے اس کو عزت دوں گا۔"

(تذکرہ ص۴۰۶)

اس موسیٰ وقت کے عہد میں ۱۹۴۷ء میں ہجرت ہونی تھی اور عجیب یہ کہ الہام میں ہجرت کا وقت بھی بتا دیا گیا۔ کہ

"بعد گیارہ انشاء اللہ تعالیٰ" (تذکرہ ۱۴۰)

چنانچہ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس الہام سے استنباط فرماتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا۔

"جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کے مطالعہ سے میں نے سمجھا کہ ہماری ہجرت یقینی ہے۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ مجھے قادیان چھوڑ دینا چاہیئے تو اس وقت لاہور فون کیا گیا کہ کسی نہ کسی طرح ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا جائے لیکن آٹھ دس دن تک کوئی جواب نہ آیا۔ اور جواب آیا بھی تو یہ کہ حکومت کسی قسم کی ٹرانسپورٹ مہیا کرنے سے انکار کرتی ہے اس لئے کوئی گاڑی نہیں مل سکتی۔ میں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ الہامات کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک الہام نظر آیا "بعد گیارہ" میں نے خیال کیا کہ ۱۱ سے مراد گیارہ تاریخ ہے۔ اور میں نے سمجھا کہ شاید ٹرانسپورٹ کا انتظام قمری گیارہ تاریخ کے بعد ہوگا۔ مگر انتظار کرتے کرتے عیسوی ماہ کی ۱۸ تاریخ آگئی۔ لیکن گاڑی کا انتظام نہ ہو سکا۔۔۔ ۔۔۔ میں سوچ رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "بعد گیارہ" سے کیا مراد ہے۔ تو مجھے میاں بشیر احمد صاحب کا پیغام ملا کہ میجر جنرل نذیر احمد صاحب کے بھائی میجر بشیر احمد

ملنے کے لئے آئے ہیں۔ دراصل یہ ان کی غلطی تھی۔ وہ میجر بشیر احمد صاحب نہیں تھے بلکہ ان کے دوسرے بھائی کیپٹن عطاء اللہ صاحب تھے۔

... میں نے انہیں حالات بتائے اور کہا کہ وہ سواری اور حفاظت کا کوئی انتظام کرا سکتے ہیں! انہوں نے کہا کہ میں آج ہی جا کر کوشش کرتا ہوں ... آخر انہوں نے نواب محمد الدین صاحب مرحوم کی کار لی اور عزیز منصور احمد کی جیپ۔ اسی طرح بعض اور دوستوں کی کاریں حاصل کیں اور قادیان سے چل پڑے۔ دوسرے دن ہم نے اپنی طرف سے ایک اور انتظام کرنے کی کوشش کی اور چاہا کہ ایک احمدی کی معرفت کچھ گاڑیاں مل جائیں۔ اس دوست کا وعدہ تھا کہ وہ ملٹری کو ساتھ لیکر آٹھ نو بجے قادیان پہنچ جائیں گے۔ لیکن وہ نہ پہنچ سکے یہاں تک کہ دس بج گئے۔ اس وقت مجھے خیال آیا کہ شاید گیارہ سے مراد گیارہ بجے ہو۔ اور یہ انتظام گیارہ کے بعد ہو۔ میاں بشیر احمد صاحب جن کے سپرد ان دنوں ایسے انتظام تھے ان کے بار بار پیغام آتے تھے کہ سب انتظام رہ گئے ہیں اور کسی میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے انہیں فون کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد گیارہ سے میں سمجھتا ہوں کہ گیارہ بجے کے بعد کوئی انتظام ہو سکے گا۔ پہلے میں سمجھتا تھا کہ اس سے گیارہ تاریخ مراد ہے۔ لیکن اب میرا خیال ہے کہ شاید اس سے مراد گیارہ بجے کا وقت مقرر ہے ... آخر گیارہ بج کر پانچ منٹ پر میں نے فون اٹھایا اور چاہا کہ ناصر احمد کو فون کروں کہ ناصر احمد نے کہا کہ میں فون کرنے ہی والا تھا کہ کیپٹن عطاء اللہ یہاں پہنچ چکے ہیں اور گاڑیاں آ چکی ہیں۔ چنانچہ ہم کیپٹن عطاء اللہ صاحب کی گاڑیوں میں قادیان سے لاہور پہنچے۔"

(الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۴۹ء)

چھٹی پیشگوئی

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔

اے دے لوگو! جو عیسائی اقوام کی ترقی و عروج اور دجالی اقوام کے اثر و نفوذ کو دیکھ کر مسلمانوں کی زندگی و عروج اور اسلام کے غلبہ و فتح کو ناممکن سمجھتے ہوئے مایوسی کا شکار ہو رہے ہو۔ کان کھول کر سن لو کہ اب مذہب اسلام کا وقتِ خزاں گذر گیا۔ اب اس کے لئے موسم بہار ہے مردوں کو زندہ کرنے اور اسلام کو اقتدار و عروج کے بام اعلیٰ پر پہنچانے والا مقدس وجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہو چکا ہے۔ آپ کے دمِ مسیحائی سے نہ صرف یہ کہ مُردے زندہ کئے جائیں گے بلکہ ان کو وہ مقام عزت و تمکنت عطا کیا جائے گا کہ ان کی اسلامی خدمات اور قربانیاں جو ان کی زندگی کا لائحہ عمل تھیں انہیں بھی ہم قلمبند کرائیں گے اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ اور صحابہ کی طرح انہیں بھی ہم ایسا تاریخی انسان بنا دیں گے جن کے سوانح حیات آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ہوں گے۔

اور مسلمانوں کے عروج کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت بھی مل چکی ہے

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و
پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد

(تذکرہ صفحہ ۹۹)

چنانچہ دیکھ لو کہ اب تک کتنے ہی ممالک کے مسلمانوں کو عیسائی اقوام کے سیاسی تسلط سے آزادی اور دجالی اقوام کے پنجۂ اقتدار کی گرفت سے رہائی مل چکی ہے اور ابھی اس کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب کہ خود یہ قومیں کفر و شرک کا جامہ اتار کر اور توحید کا پاک چولہ زیب تن کر کے اسلام کے جھنڈے تلے پناہ لیں گی۔ اور اس وقت علمِ اسلام اقصائے عالم پر لہرا رہا ہو گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس کی بشارت دیتے ہوئے فرما گئے ہیں ؎

لوائے ما پنہِ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتحِ نمایاں بنامِ ما باشد

سنو! یہ صرف خیالی باتیں نہیں بلکہ اسلام کا غلبہ و اقتدار اور دجّالی اقوام کے تنزل و تباہی کے متعلق وہ زبردست پیشگوئیاں ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے سے قرآن مجید میں جو کہ "امام مبین" ہے لکھی ہوئی موجود ہیں۔ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَٰهُ فِيٓ إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ انہیں غور سے پڑھو اور اپنے اپنے وقت پر ان کے مکمل ظہور کا انتظار کرو۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَٰبَ
الْقَرْيَةِ إِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۝١٤
إِذْ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُ
مَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوٓا إِنَّآ إِلَيْكُم
مُّرْسَلُونَ ۝١٥ قَالُوا مَآ أَنتُمْ
إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ أَنزَلَ الرَّحْمَٰنُ
مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۝١٦
قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّآ إِلَيْكُمْ
لَمُرْسَلُونَ ۝١٧ وَمَا عَلَيْنَآ
إِلَّا الْبَلَٰغُ الْمُبِينُ ۝١٨ قَالُوٓا
إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِن لَّمْ تَنتَهُوا
لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُم
مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١٩ قَالُوا
طَٰٓئِرُكُم مَّعَكُمْ أَئِن
ذُكِّرْتُم بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝٢٠
وَجَآءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ

اور تو ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال بیان کر جب ان کے پاس رسول آئے جب ہم نے انکی طرف دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلا دیا۔ تب ہم نے تیسرے کے ذریعہ تقویت دی۔ سو انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف (پیغام لے کر) بھیجے گئے انہوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح کے آدمی ہو اور خدائے رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری تم جھوٹ کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب جانتا ہے یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ تو کھلی کھلی تبلیغ کر دینا ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے تمہارا آنا منحوس پایا۔ اگر تم اپنے کام سے نہیں رکو گے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے۔ اور تم کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا تم یہ بات اس لئے کہتے ہو کہ ہم تم کو اچھے کام یاد دلاتے ہیں۔ بلکہ (در اصل بات یہ ہے کہ) تم حد سے گذرنے والی قوم ہو۔ اور شہر کے دور سے ایک شخص دوڑتا

يَسْعَىٰ قَالَ يَٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝٢١
اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْـَٔلُكُمْ أَجْرًا
وَهُم مُّهْتَدُونَ ۝٢٢ وَمَا لِيَ لَآ
أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ
تُرْجَعُونَ ۝٢٣ ءَأَتَّخِذُ مِن
دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ
الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي
شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ ۝٢٤
إِنِّيٓ إِذًا لَّفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ۝٢٥
إِنِّيٓ ءَامَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ۝٢٦
قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَٰلَيْتَ
قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۝٢٧ بِمَا غَفَرَ لِي
رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۝٢٨
وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِۦ مِنۢ بَعْدِهِۦ
مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا
مُنزِلِينَ ۝٢٩ إِن كَانَتْ إِلَّا
صَيْحَةً وَٰحِدَةً فَإِذَا هُمْ
خَٰمِدُونَ ۝٣٠ يَٰحَسْرَةً عَلَى
الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ
إِلَّا كَانُوا بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ ۝٣١
أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم
مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ
لَا يَرْجِعُونَ ۝٣٢ وَإِن كُلٌّ

ہوا آیا اور اس نے کہا کہ اے میری قوم رسولوں کی اتباع کرو۔ ان کی اتباع کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اور مجھے کیا ہوا ہے کہ میں اس خدا کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور تم سب اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ کیا میں اس کے سوا اور معبود اختیار کر سکتا ہوں اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان (معبودوں) کی شفاعت مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور نہ وہ مجھے (اس کے عذاب سے) بچا سکتے ہیں (اگر ایسا کروں تو) اس وقت میں کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں پس میری بات سنو (تب اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے) کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا (اس پر) اس نے کہا کاش میری قوم (میرے انجام کو) جانتی کہ کس طرح میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزز گروہ میں شامل کیا۔ اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارا کرتے ہیں صرف ایک خوفناک عذاب ان پر آیا جس سے وہ سب ٹھنڈے پڑ گئے۔ ہائے افسوس ان (سرکش) بندوں پر جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگ جاتے ہیں۔

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کتنی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جو پھر وہ ان کی طرف واپس نہیں لوٹتے۔ اور سب کا سب

لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾ ع۲ — حضور میں حاضر کئے جائیں گے۔

ساتویں پیشگوئی
(تمثیلی پیرایہ میں)

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۝

مفسرین نے القریہ سے بالعموم "انطاکیہ" مراد لیا ہے اور جب "انطاکیہ" میں خدا کے مامور رسولوں کی آمد کا تاریخ سے کوئی ثبوت نہ مل سکا تو اس کی توجیہ یوں کی کہ اس سے مراد مسیح کے وہ حواری[1] ہیں جنہیں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا۔ اب چونکہ یہ محض افکار دماغی کی اختراع تھی اس لئے ان کے ناموں کی تعیین میں اختلاف کا ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قيل اسماء الثلاثة صادق و — کہا گیا ہے کہ ان تین کے نام صادق اور

مصدوق وشلوم قاله ابن جرير — مصدوق اور شلوم تھے۔ یہ قول ابن جریر وغیرہ

---

1. حواریان مسیح کی روایت کسی ایک صحابی سے بھی منقول نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ صریحاً اس کی تردید فرماتے ہوئے انہیں انبیاء قرار دیتے ہیں چنانچہ علامہ ابو حیان اندلسی اپنی تفسیر بحرِ محیط میں تحریر فرماتے ہیں

الظاهر من ارسلنا انهم انبياء ارسلهم الله ويدل عليه قول المرسل اليهم ما انتم الا بشر مثلنا وهذه المحاورة لا تكون الا مع من ارسله الله۔ و هذا قول ابن عباس وكعب" البتہ حواریان مسیح کی روایت تابعین مثلاً قتادہ وغیرہ سے مروی ہے لیکن قتادہ کے متعلق علماء رجال کی آراء بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

قال حنظلة بن ابی سفيان كان طاؤس يفر من قتادة. وقال جرير عن مغيرة عن الشعبی قتادة حاطب ليل. و قال ابن حبان فی الثقات (قتادة) كان مدلسا۔ وقال الحاكم فی علوم الحديث لم يسمع قتادة من صحابی غير انس" (تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی)

وغيره وقيل شمعان ويوحنا و — ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ نام یہ ہیں شمعان اور

بولس۔ قيل وهذا الثالث هو — یوحنا اور پولوس اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے علاوہ

شمعون وقيل غيره — کوئی اور شخص تھا۔

(تفسیر فتح البیان نواب صدیق حسن خان)

میرے نزدیک "انطاکیہ" کے نام کی تعیین کسی مسیحیت نواز شخصیت کی کارستانی[1] معلوم ہوتی ہے جیسے رفع و نزول مسیح کے الفاظ کی آڑ میں عیسائیوں نے حیاتِ مسیح کے عقیدہ کا پروپیگنڈہ کر کے مسلمانوں کو جادۂ حق سے منحرف کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح اس تمثیلی بیان۔ متشابہ قرآنی کی آڑ میں ایسی روایات پیش کر دی گئیں (جن میں سے کوئی بھی اصول تنقید کی رو سے قابل اعتماد نہیں نہ روایۃً نہ درایۃً) تا اس چال سے کہیں وہ مگس طینت طبائع کو اپنے مختنرعہ عنکبوتی جال میں پھنسا سکیں

---

1. کیونکہ سلطنت عباسیہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کا اقتدار حد سے بڑھا ہوا تھا۔ فوجی صیغہ کی افسری تک عیسائیوں کے قبضہ میں تھی۔ بعض عیسائی وزارت کے رتبہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ خلیفہ متقی باللہ کے زمانہ میں ابو العلاء صاعد بن ثابت عیسائی نائب السلطنت کے عہدہ پر ممتاز تھا۔ یہی حال سلطنت فاطمیہ مصر کا بھی تھا۔ عزیز باللہ نے عیسیٰ بن [illegible]طورس نامی عیسائی کو اور منشا نامی یہودی کو وزیر مقرر کیا تھا۔ ان دونوں کے زمانہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کا بڑا غلبہ تھا۔ فہد بن ابراہیم عیسائی برجوان کا کاتب تھا۔ برجوان حاکم بامر اللہ کے زمانہ میں بڑا صاحب اقتدار تھا۔ فہد برجوان کے نام سے حکم احکام جاری کرتا تھا۔ عیسائیوں کی شان اس کے زمانہ میں اتنی بڑھی کہ قریب تھا کہ سلطنت انہیں کے ہاتھ جا رہے۔ خلیفہ ہادی اکثر پادری تموثاؤس کو ایوان خلافت میں بلا کر مذہبی گفتگو اور بحث و مناظرہ کیا کرتا تھا۔ اور مشکل مشکل سوالات پوچھا کرتا تھا۔ ہارون رشید نے بھی تمام مدارس کا نگران یوحنا بن ماسویہ عیسائی کو بنا دیا تھا دولت عباسیہ کے دوسرے شہروں میں بھی مدارس کا انتظام کبھی یہودیوں اور کبھی نسطوریوں کے سپرد رہا۔ ڈریپر کے بیان کے مطابق غرناطہ اور اندلس کے دوسرے بڑے شہروں کی یونیورسٹیوں کا انتظام بھی زیادہ تر یہودیوں کے ہاتھوں میں تھا۔ ۱۲ منہ

مگر قرآن حکیم ایک محکم ناطق کتاب ہے جو اپنے تسلسل مضمون اور سیاق وسباق کے منظم و مدلل بیان کی رُو سے کسی بھی باطل تاویل کو ٹھہرنے نہیں دیتا لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ۔

قرآنی بیان کے سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے ایسی وضعی روایات کی قلعی کھل جاتی ہے بھلا انطاکیہ میں حواریان مسیح کی تبلیغ کا اس مضمون سے کیا تعلق جو ابتدائے سورۃ سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء ومرسلین پر سیادت و برتری کا ذکر چلا آرہا ہے اور اس کے متعدد دلائل پیش کئے جا رہے تھے۔ نیز پیشگوئی تھی کہ جب دجّالی فتنہ اپنی انتہا کو پہنچے گا اور عیسائیت صلیبی غلبہ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا کر نکل کھڑی ہوگی۔ تب دجّالی فتنہ کے قلع قمع کرنے اور عیسائیت کا زور توڑنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہوگی۔ یعنی آپ کے بروز کامل مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوں گے۔ اس وقت اسلام اور عیسائیت کے درمیان ایک فیصلہ کُن جنگ ہوگی جس میں عیسائیت کی شکست اور اسلام کی فتح ہوگی۔ اس طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیادت و برتری کا ایک نیا ثبوت ہوگا۔ اس مضمون کے تسلسل میں دوسرے رکوع کا یہ تمثیلی بیان بھی ہے پس اس مضمون کو اس لائن سے ہٹا کر اس کا رُخ اسرائیلی مسیح کی طرف موڑنا اور اس شہر "انطاکیہ" کا نام لینا جو پولوی تحریک کا اوّلین گہوارہ بنا۔ جس میں موجودہ مسیحیت کی پیدائش ہوئی اور جس میں مسیح کے شاگرد مسیحی کہلائے (دیکھئے اعمال ۱۱/۲۶) صریحاً عیسائیت کی دجّالی سازش ہے۔ پھر ان روایات میں جو نام لئے گئے ہیں وہ بھی ضعیف روایت کا بیّن ثبوت ہے۔ پہلے تین ناموں صادق۔ مصدوق اور شلوم کا تو تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اگر یہ زمانہ قبل از تاریخ کی بات ہوتی تو اس پر پردہ ڈالا جا سکتا تھا۔ لیکن یہ زمانہ تاریخی زمانہ ہے اس زمانہ کی تاریخ محفوظ ہے۔ اُن حواریان مسیح کے نام بھی تاریخ میں موجود ہیں جو انطاکیہ میں گئے لیکن ان میں یہ تینوں نام نہیں ہیں۔ باقی رہے پچھلے تین نام یعنی شمعون۔ یوحنا اور پولوس۔ تو ان کو قرآنی بیان کا مصداق قرار دینا فرقان حمید کی حد درجہ ہتک ہے۔

الف: پولوس وہ شخص ہے جس نے عیسائی مذہب کے باغ میں سے شجر توحید کو

اکھیڑ کر تثلیث کا پودا لگایا جس نے شریعت کو لعنت اور محرمات شرعیہ کو حلال اور کفارہ مسیح وغیرہ بدعی اعتقادات کو فروغ دیا۔ پھر یہ کہ وہ مسیح کا حواری بھی نہیں تھا۔ یروشلم میں مسیح کی موجودگی تک وہ عیسائیت کا سخت دشمن رہا۔ اور مسیحیوں کو طرح طرح کی ایذائیں دیتا رہا۔ ہجرت مسیح کے بعد اس نے اپنی کسی مصلحت کی بناء پر عیسائیت کو اختیار کیا۔ اس کا وجود تو درحقیقت صحیح عیسائیت کے لئے ایک زہریلا بیج تھا۔ پس ایسے شخص کو قرآنی بیان کا مصداق قرار دینا ایک موحد کے لئے انتہائی درجہ کی دلآزاری ہے۔

(ب) دوسرا شخص شمعون ہے اگر یہ شمعون وہ پطرس ہے جو مسیح کا حواری تھا تو انجیلی بیان کی رو سے اس میں بھی ایک کمزوری تھی جس کی بناء پر وہ ہرگز قرآنی تمثیل کا مصداق نہیں بن سکتا۔ چنانچہ اس کے بارہ میں لکھا ہے

"اور پطرس باہر صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لونڈی اس کے پاس آکر بولی تھی تُو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا۔ اس نے سب کے سامنے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے۔ جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اسے دیکھا۔ اور جو وہاں تھے ان سے کہا یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے انہوں نے پطرس کے پاس آکر کہا بے شک تو بھی اُن میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔"

(متی ۲۶ : ۶۹ تا ۷۴)

۱۵ (نکتہ لطیف) عجیب قدرت الٰہی دیکھئے اسی پطرس نے مسیح کی زندگی میں تو یہ کمزوری دکھائی اور ایک حقانی شہادت کے بروقت ادا کرنے سے انکار کیا۔ مگر تصرف الٰہی سے وہ اس بیسویں صدی کے عیسائیوں کی ہدایت کے لئے قرآنی بیان کی تصدیقی شہادت دربارہ وفات مسیح واضح طور پر اپنے قلم سے بیان کر گیا چنانچہ ۱۲ جولائی ۱۸۷۹ء کو جب یروشلم میں ایک عبادتگاہ مسمی "گوہ" مرا قو اس کی عمارت سے چند ایک کاغذات ملے جو عبرانی زبان میں تھے۔ ان میں ایک خط پطرس کا بھی تھا۔ اس خط کے آخر میں لکھا ہے (باقی صفحہ ۱۱۸ پر)

اور اگر یہ شمعون پطرس کے علاوہ کوئی اور شخص ہے تو اس کے متعلق خود پطرس کا بیان سُن لیجئے آپ شمعون سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

"تیرا دل خدا کے نزدیک خالص نہیں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ تو پِت کی سی کڑواہٹ اور ناراستی کے بند میں گرفتار ہے"

(اعمال ۸/۲۱-۲۲)

ج: تیسرا شخص یوحنا ہے۔ اگر یہ یوحنا وہ ہے جو مسیح کا حواری تھا تو اس کا انطاکیہ میں جانا ثابت نہیں۔ جب گیا ہی نہیں تو اہل قریہ کی تکذیب کیونکر ہوئی؟ اور اگر یہ یوحنا حضرت یحیٰی بن زکریا ہیں تو بے شک وہ خدا کے مامور رسول تھے۔ مگر وہ مسیح کے حواری نہیں تھے بلکہ وہ تو خود مسیح کے استاد اور پیر طریقت تھے۔ حضرت عیسےٰؑ نے انہیں سے بپتسمہ پایا۔ بایں ہمہ وہ بھی انطاکیہ میں نہیں گئے۔ یہ ہے حقیقت ان روایات کی جن کا پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ ان روایات کے سلسلۂ سند میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ ان کا راوی اوّل کون ہے ؎

؎ قصہ گویاں حق زما پوشیدہ اند
معنیٔ آیت غلط فہمیدہ اند

ایسی ہی تفسیروں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے انہیں (یعنی مولویوں کو۔ ناقل) بہت خراب کیا ہے اور ان کے دل اور دماغی قوٰی پر بہت بُرا اثر آن پڑا ہے۔ اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے۔ کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۔ "میں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوّے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فسح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مقدس گھر کے نزدیک بولیہ کے مقام میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے" یہ خط لندن بائیبل سوسائٹی کے ہاں محفوظ ہے۔ ۱۲ منہ۔

تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر نیک اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کی مزاحم ہو رہی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ دراصل اپنے اکثر زوائد کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہے قرآنی تعلیم ایسے لوگوں کے دلوں سے مِٹ گئی ہے کہ گویا قرآن آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ وہ ایمان جو قرآن نے سکھلایا تھا اس سے لوگ بے خبر ہیں وہ عرفان جو قرآن نے بخشا تھا اس سے لوگ غافل ہو گئے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا۔ پھر انہی حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ یہ حدیث درحقیقت اس زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو آیت اِنَّا عَلٰی ذَھَابٍ بِہٖ لَقَادِرُوْنَ میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۶-۷۲۷ حاشیہ)

اب آئیے ایک پختہ اور صحیح معیار کو مدّ نظر رکھتے ہوئے حقیقت کا کھوج لگائیں۔

؎ طالبِ عرفان باش و نکتہ گو
مشکلِ قرآن از قرآں بجو

میرے نزدیک "القریہ" کی تعیین اگر کسی صحیح اصول پر ہو جائے تو "المرسلون" کی تعیین کے متعلق چنداں دشواری باقی نہ رہے گی۔ تاریخ خود بتا دے گی کہ اس خطہ میں کون کونسے انبیاء آئے۔ روایات کی حقیقت تو آپ معلوم کر چکے ہیں۔ اب ایک صورت باقی ہے وہ یہ کہ

قرآن حکیم جو کتابًا مفصلًا ہے جس کی شان تبیانًا لکل شیءٍ ہے۔ حل عقدہ کے لئے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

قرآن حکیم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ کتابًا متشابہًا ہے یعنی اس کتاب کے مضامین مختلف مواقع میں ذکر ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی ایک موقع پر عقدہ پیش آ جائے تو اس موقع کے مناسب حال آپ قرآن مجید سے دوسرا مقام ایسا تلاش کریں جس کا بیان مضمون اس پہلے بیان کے مشابہ ہو۔ چونکہ یہاں اصحاب القریہ کا تمثیلی بیان ہے اس لئے آپ دوسری ایسی جگہ تلاش کریں جہاں کہ "قریہ" کے متعلق تمثیلی بیان ہو۔ جب آپ کو قریہ کا تمثیلی بیان مل جائے تو تعیین قریہ کے بارہ میں جو مراد وہاں ہوگی وہی یہاں بھی لینی چاہیئے تاکتابًا متشابہًا کی عملی تفسیر آپ کے سامنے آجائے۔ پس قاعدہ بالا کی رُو سے آپ قرآن مجید سے سورۂ نحل کی آیت ذیل پڑھیں۔

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ	(اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھانے کے لئے) ایک
اٰمِنَۃً مُّطْمَئِنَّۃً یَّاْتِیْھَا رِزْقُھَا	بستی کا حال بیان کرتا ہے جس میں (ہر طرح کا) امن
رَغَدًا مِّنْ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتْ	(اور) اطمینان تھا ہر طرف سے اس کو با فراغت رزق پہنچ
بِاَنْعُمِ اللّٰہِ فَاَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ	رہا تھا پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تب اللہ
الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا کَانُوْا یَصْنَعُوْنَ	نے اس (کے باشندوں) پر ان کے اپنے (گھناؤنے) عمل
(نحل ۱۱۲)	کی وجہ سے بھوک اور خوف کا لباس نازل کیا۔

آیت مذکورہ حل عقدہ میں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ یہ تمثیل جس قریہ کے متعلق ہے وہ باتفاق مفسرین مکّہ مکرمہ ہی ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ پھر یہاں سورۂ یٰس میں بھی یہی کیوں نہ مراد لیا جائے جب کہ القرآن یفسر بعضہ بعضًا ہے۔

لہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی مراد لیا ہے آپ نے جو درس القرآن ۱۹۱۱ء میں دیا تھا اس میں فرمایا کہ "یہ بستی مکّہ ہے" (یہ قلمی نوٹ مجھے صوفی رحمت اللہ صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساکن منگلور ضلع ہزارہ کا دستی تحریر شدہ ملا ہے)۔ ۱۲ منہ۔

پس ایک عقدہ کا حل تو یوں ہوا۔ اب دوسرے عقدہ کا حل آسان ہے۔ آپ دیکھیں کہ تاریخی طور پر مکّہ معظمہ میں کون سے انبیاء آئے۔ دو نبیوں کا تو بیک وقت آنا تاریخ سے ثابت ہے۔ ابو الملۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم الٰہی اپنے پلوٹھے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یہاں اس لئے چھوڑ گئے کہ ان کے لئے یہ مقدر تھا کہ انہوں نے مکّہ معظمہ میں رہ کر تبلیغ اسلام اور بیت اللہ کی خدمت کے لئے زندگی وقف کرنی تھی اور دونوں باپ بیٹے نے بحکم الٰہی تعمیر بیت اللہ کر کے لوگوں کو اس مرکز کی طرف لانے کے لئے زندگی بھر عملی جدوجہد کی مگر اپنی زندگی میں یدخلون فی دین اللہ افواجًا کا وہ نظارہ نہ دیکھا جس کا ظہور آپ کے معزز ثالث کے عہد میں مقدر تھا۔ چنانچہ فرمایا اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ فَکَذَّبُوْھُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔

یہ ثالث رسول آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی تصدیقی شہادت موجود ہے۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام جن دنوں بیت اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے انہی دنوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اس بات کا علم بھی دیا گیا کہ جس غرض و مقصد کی خاطر بیت اللہ کی تعمیر کی جا رہی ہے اس کی تکمیل ان کی زندگی میں نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے آئندہ زمانہ میں ایک ایسے رسول کی بعثت مقدر ہے جس کی نبوت عالمگیر ہوگی۔ اس وقت تکمیل شریعت ہو کر تمام اقوام عالم کی روحانی تعلیم و تربیت آپ کے ساتھ وابستہ ہونے سے ہوگی۔ چنانچہ دوران تعمیر بیت اللہ جو دعائیں کی جا رہی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا	اے ہمارے رب (ہماری یہ بھی التجا ہے کہ تو)
مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ	انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری
وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ	آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھائے
وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ	اور انہیں پاک کرے۔ یقیناً تو ہی غالب اور حکمتوں والا
الْحَکِیْمُ۔ (بقرہ آیت ۱۳۰)	ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی فرماتے ہیں:

انا دعوۃ ابی ابراھیم (بخاری) کہ میری بعثت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ

میں ہے۔ چنانچہ آپ کی تشریف آوری پر آپ کی قوم نے بھی آپ کی سخت مخالفت کی۔ آپ نے انہیں بتایا بھی کہ ہم ملتِ ابراہیمی کے پیرو ہیں۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ (بقرہ آیت ۱۳۶)	کہدے (کہ معاملہ یوں نہیں) بلکہ ہم تو ابراہیم کے دین کے پیرو ہیں۔ جو خدا کی طرف جھکنے والا تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔
دِيْنًا قِيَمًا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (انعام آیت ۱۶۲)	میرے رب نے تو مجھے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کی ہے (یعنی) اس مضبوط دین کی جو ملتہ ابراہیمی ہے اور ابراہیم سچائی پر قائم تھا۔
مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۔ (الحج آیت ۵۹)	(ہمارا مذہب تو وہی ہے جو تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب تھا۔

مگر انہوں نے نہ مانا اور یہی کہا کہ

مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۔ (یس آیت ۲۶)	تم تو ہماری طرح کے آدمی ہو اور خدائے رحمان نے کوئی چیز نہیں اتاری تم جھوٹ ہی کہتے ہو۔

واضح ہو کہ مکہ معظمہ مختلف مذاہب اور مختلف خیالات کے لوگوں کا گویا مرکز تھا جن میں سے بعض موحدین بھی تھے جو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی نبوت کے قائل اور ملت ابراہیمی کی پیروی کے مدعی تھے اور اکثر مشرکین تھے۔ جو اپنے مورثان اعلےٰ کو بھی شرک کا حامی بتاتے۔ اور یہود و نصاریٰ اور صابئین کے علاوہ دہریہ خیالات اور ناستک مت اور برہمو سماج کی قسم کے لوگ بھی وہاں تھے۔ اوپر کا قول انہیں مؤخر الذکر گروہ کی ترجمانی ہے۔ یہ نہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تھے بلکہ حضرت ابراہیم و اسماعیل اور دیگر انبیاء کی نبوت کے بھی قائل نہیں تھے۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ ان لوگوں پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ اپنے دماغی خیالات کو ہی وحی کا درجہ دیتے تھے جیسا کہ آج کل کے منکرین وحی کا بھی یہی خیال ہے اس کی ترجمانی آیت بالا میں ہے۔

موجودہ دور میں ایک اور ایسا گروہ بھی ہے جو ذرا نرم پیرایہ میں انہیں خیالات کو ان الفاظ میں دہراتا ہے۔ ؎

زجبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمے خواہم
ہماں گفتار معشوق است قرآنے کہ من دانم

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ایک زہریلی ہوا ہے جو وبا کی طرح پھیل کر ان لوگوں کے دل و دماغ کو ماؤف کر چکی ہے اس عالمگیر مرض کے علاج کے لئے اللہ تعالےٰ نے عہد حاضر میں مسیحائے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا جس کا ذکر آگے آیت ۳۱ میں آتا ہے۔

ساتویں پیشگوئی کا ظہور

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۔ الآیۃ

اس آیت میں دو امور قابل تحقیق ہیں۔

۱۔ اول۔ اقصی المدینہ میں "المدینۃ" سے کونسا شہر مراد ہے۔

۲۔ دوسرے "رجل یسعیٰ" کون ہے۔

پہلے امر یعنی "المدینہ" کی تعیین کے بارہ میں علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں المدینۃ ھی انطاکیۃ یعنی اس سے مراد انطاکیہ ہے مگر یہ غلط ہے اس کی مخالفت میں پہلے بیان کر چکا ہوں میرے نزدیک دنیا میں "المدینہ" نامی شہر سوائے "مدینۃ النبی" صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کونسا شہر ہے کہ تعیین کی ضرورت ہو۔ پھر جب "القریہ" سے مراد مکہ معظمہ لیا گیا تو اب "مدینہ" کی تعیین میں کیا شک رہا۔ مکہ کے ذکر کے بعد جب مدینہ کا ذکر آئے تو کسی ذی فہم کا ذہن کسی اور طرف جا ہی نہیں سکتا۔ پس بلاشبہ یہ مدینۃ النبی ہی ہے جو ہجرت گاہ نبوی تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد تبلیغ و

اشاعت اسلام کا مرکز تجویز ہُوا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کے خلفاء راشدین کا دار الخلافہ یہی شہر مبارک رہا۔ مگر جب خلیفۂ چہارم نے اپنی خلافت کے آخری ایام میں بامر مجبوری مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اپنی قیام گاہ بنایا تو اس میں بھی ایک حکمت تھی۔ امت کے لئے یہ ایک تازیانہ تھا اور نعمت خلافت کے اٹھ جانے کی طرف اشارہ تھا۔ کیونکہ جب امت نے خلیفۂ وقت اور مدینۃ النبی کی جو شعائر اللہ میں سے تھے قدر نہ کی اور خلیفۂ وقت کو اضطراراً یہ متبرک مقام چھوڑنا پڑا تو یہ اس بات کی علامت تھی کہ اب یہ امت نعمتِ خلافت کے حامل ہونے کی اہل نہیں رہی کیونکہ قانون الٰہی یہ ہے کہ

لئن شکرتم لازیدنکم	اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے تو میں تمہیں
ولئن کفرتم اِنّ عذابی لشدیدٌ	بڑھ چڑھ کر نعمتیں دوں گا۔ اور اگر تم نے میری نعمتوں
(ابراھیم آیت ۸)	کی ناشکری کی تو میرا عذاب سخت ہے۔

اور سورۂ نور میں جہاں نعمتِ خلافت کے دیئے جانے کا وعدہ ہے وہاں مومنوں کو اس کے قیام و بقاء کے لئے یہ شرط بھی بتادی گئی ہے کہ اس کے لیے عمل صالح کا فریضہ بجالانا لازم ہے۔ اور اگر اس فریضہ کی بجا آوری میں فرق آیا تو نعمتِ خلافت کا اُٹھ جانا بھی لازم سمجھو چنانچہ خلیفۂ چہارم کی شہادت کے بعد ایسا ہی ہُوا۔ خلافت کے اُٹھتے ہی خلافت کی برکتیں بھی اٹھ گئیں۔ یہ سب کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے ماتحت ہُوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ

اَلْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ	خلافت تیس برس رہے گی۔ پھر ظالمانہ
یَکُوْنُ مُلْکًا عَضُوْضًا	حکومت اس کی جگہ لے لے گی۔

(مشکوٰۃ کتاب الفتن)

برکاتِ خلافت کے اٹھ جانے کے بعد اُن فتنوں کا نزول بھی ضروری تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف میں دکھائے گئے تھے۔ چنانچہ فرمایا

اِنِّی لَاَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ	میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں
بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطَرِ متفق علیہ	میں اس طرح گر رہے ہیں جس طرح بارش گرتی ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الفتن)

نیز فرمایا:۔

ویل للعرب من شرقد اقترب	عربوں کی ہلاکت ہے اس شر کی وجہ سے جو قریب
فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج	آگیا اور وہ دیوار جو یاجوج ماجوج کے حملوں سے
ھٰکذا۔	بچاؤ کے لئے کھڑی کی گئی تھی آج اس میں تھوڑا
(بخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب)	سا سوراخ نمودار ہو گیا ہے۔

چنانچہ امت کو یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچانے کے لئے خلافت کی دیوار جو بطور حصار تھی اس کے گرتے ہی یورپین اقوام کو اسلامی ممالک میں گھسنے کا موقع مل گیا اور قرآن مجید کی وہ پیشگوئی جو سورۂ رعد کے مقطعہ "المر" کے اعداد میں مضمر تھی وہ سنہ ۲۷۱ھ میں ظاہر ہو گئی ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب میں نے غور کیا اور اسلامی تاریخ کو دیکھا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ... ... عین سنہ ۲۷۱ھ میں سپین کے بادشاہ نے پوپ سے معاہدہ کیا کہ وہ بغدادی حکومت کو تباہ کرنے کے لئے اس کا ساتھ دے گا۔ گویا ایک مسلمان بادشاہ نے ایک عیسائی بادشاہ سے معاہدہ کیا کہ وہ اس کے ساتھ مل کر اسلامی بادشاہ کا مقابلہ کرے گا۔ اور اسکی حکومت کو تباہ کرے گا۔ اس کے بعد بغداد رہ گیا تھا میں نے اس کی تاریخ کا مطالعہ کیا تو معلوم ہُوا کہ سنہ ۲۷۲ھ یا سنہ ۲۷۳ھ میں بغداد کی حکومت نے قیصر روم سے معاہدہ کیا کہ وہ اس کے ساتھ مل کر سپین کی حکومت کو تباہ کرے گا۔ یہ دو واقعات ایسے خطرناک ہوئے جنہوں نے اسلام کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے کمزور کر دیا۔ اور اسلامی ترقی کا دور اپنی شان اور عظمت کو کھو بیٹھا۔"

(تفسیر کبیر جلد ۶ جزء چہارم زیر سورۂ فجر ص ۵۲۰)

اس کے بعد مسلمانوں کی حالت روز بروز انحطاط پذیر ہوتی چلی گئی۔ اور یورپین اقوام کی سیاسی گرفت سلاطین اسلام پر مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ آخر جب تیرھویں صدی

کی منحوس رات کی تاریکی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور پرستاران صلیب نے سیاسی تسلط کے ساتھ اسلام کے خلاف جگہ جگہ مورچے قائم کر دیئے۔ تو پھر حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کے گھروں میں عیسائی عورتیں اور بازاروں اور گلی کوچوں اور پارکوں میں پادری منادِ عیسائیت کی تبلیغ کرنے اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے میں مصروف نظر آتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ہندوستان میں بیس لاکھ مسلمان مرتد ہو کر عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے۔ جن میں بہت سے سادات خاندان کے چشم و چراغ بھی تھے۔ اور ان مرتدین میں سے کئی ایک ایسے مولوی بھی تھے جو شمس العلماء کا خطاب رکھتے تھے۔ اس جگر خراش اور دل ہلا دینے والی مصیبت پر دردمند مسلمان خون کے آنسو بہا رہے تھے۔ اور اپنے دلی جذبات کا اظہار اسلام پر نوحہ گری اور مرثیہ خوانی کے ذریعہ کر رہے تھے۔ چنانچہ مولانا حالی مرحوم کا مرثیہ مشہور و معروف ہے۔ مگر اسلام کی حمایت کے لئے کمرہمت باندھ کر اس فتنہ کی بیخ کنی کرنے اور پادریوں کے مقابلہ پر آنے کے لئے کوئی مرد میدان اس وقت ایسا نہیں تھا جو جرأت کر کے آگے آتا۔

تب اس نازک موقع پر اللہ تعالے نے اسلام کی حفاظت اور اس کی لاج رکھنے کے لئے اس مرد مجاہد جری اللہ فی حُلل الانبیاء کو اس سرزمین ہند میں کھڑا کیا اسی مرد مجاہد کا ذکر اس آیت میں ہے۔

رجل یسعٰی کون ہے

آئیے اب ہم دیکھیں کہ یہ "رجل یسعیٰ" کون ہے۔ سُنو! یہ وہ مرد فارسی الاصل ہے جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا

لوکان الایمان معلّقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس۔ (بخاری)

اگر ایمان کو ثریا ستارے سے بھی لانا پڑے تو ابنائے فارس میں سے ایک مرد کھڑا ہوگا جو اس کو وہاں سے بھی اتار کر لے آئے گا۔

مندرجہ بالا ارشاد نبوی میں اس اولوالعزم مرد فارسی کے بے نظیر جذبۂ سعی اور جوشِ تبلیغِ

اسلام کی طرف اشارہ فرما کر "رجل یسعیٰ" کی تفسیر بیان فرما دی گئی ہے۔ بزرگان سلف نے بھی "رجل یسعیٰ" کی تفسیر کے ضمن میں اس مرد مجاہد کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امّت میں سے ہوگا۔

"ذکر وا انہ مؤمن اٰمن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (روح المعانی)

میرے نزدیک اس روایت کا منبع کسی بزرگ کا کشف ہے۔ چنانچہ کئی ایک بزرگوں کو رؤیا یا کشف میں حضرت امام مہدی کی زیارت ہوئی اور انہیں آپ کے نام۔ مقام۔ مرتبہ اور آپ کے کاموں کا پتہ دیا گیا۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے آپ کے نام "**احمد**" کا انکشاف ہوا اور آپ نے آپ کی آمد کے متعلق یہ پیشگوئی فرمائی۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔ (الصف آیت ۷)

میں تمہیں ایک ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔

یہ اس لئے کہ آپ ہی ان کے مثیل تھے۔ اور اولیاء امّت میں سے حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کو بھی یہ انکشاف ہوا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

احمد مے خوانم نامِ آں نامدارے بینم
مہدی وقت و عیسیٰ دوراں ہر دو را شہسوارے بینم

(اربعین فی احوال المہدیین مصنفہ مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی)

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی آپ کے خصائص کمال و علو مرتبہ کا انکشاف بایں مضمون ہوا کہ آپ کے وقت میں **حقیقت محمدی** عروج فرما کر **حقیقت کعبہ** سے متحد ہو جائے گی۔ اور اس وقت حقیقت محمدی **حقیقت احمدی** کے نام سے موسوم ہوگی دیکھئے رسالہ (مبدء و معاد ص۲۵) اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی آپ کے علو شان کے متعلق ایک عظیم الشان انکشاف ہوا۔ لکھا ہے کہ

• ایک دن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کسی جنگل میں مراقبہ فرمانے بیٹھے

تھے۔ ناگہاں آسمان سے ایک عظیم نور ظاہر ہوا جس سے تمام عالم نورانی ہوگیا۔ یہ نور ساعتہً فساعتہً بڑھتا اور روشن ہوتا گیا۔ اس سے امت مرحومہ کے اوّلین و آخرین اولیاء نے روشنی حاصل کی۔ حضرت نے تامل فرمایا کہ اس مثال میں کس صاحب کمال کا وجود باجود مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ القاء ہوا کہ اس نور کا صاحب تمام اُمت کے اولیاء اوّلین و آخرین سے افضل تر ہے۔ پانسو سال بعد ظہور فرما ہو کر ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید کرے گا۔ جو اسکی صحبت سے فیض یاب ہوگا۔ وہ سعادت مند ہوگا۔ اس کے فرزند اور خلیفہ بارگاہ احدیت کے صدر نشینوں میں سے ہیں۔"

(حدائق محمودیہ ترجمہ روضہ قیومیہ صـ۳۲)

اور بعض بزرگوں کو آپ کے علم کلام اور آپ کے اچھوتے دلائل و براہین کی بے پناہ قوت کا علم دیا گیا۔ چنانچہ حضرت یحیٰ بن عقب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وَ یَأْتِیْ بِالْبَرَاهِیْنِ اللَّوَاتِیْ
یُسَلِّمُهَا الْبَرِیَّةُ بِالْکَمَالِ

(شمس المعارف الکبریٰ للشیخ احمد بن علی بونی)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقانیت اسلام و صداقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق تین سو دلائل پر مشتمل کتاب "براہین احمدیہ" تصنیف فرمائی اور اس میں تمام مذاہب عالم کو چیلنج کرتے ہوئے یہ پُر شوکت اعلان فرمایا کہ

"جو شخص حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے ان دلائل کا جو قرآن مجید سے اخذ کر کے پیش فرماتے ہیں اپنی الہامی کتاب میں آدھا یا تہائی یا چوتھا یا پانچواں حصہ ہی نکال کر دکھلائے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو حضور ہی کے

دلائل کو نمبروار توڑ دے تو آپ بلا تامل اپنی دس ہزار کی جائداد اس کے حوالہ کریں گے"

(دیکھئے اشتہار براہین احمدیہ حصہ اوّل)

مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ اس چیلنج کو قبول کرے۔

اور بعض بزرگوں کو کشف میں آپ کی زیارت ہوئی۔ اور آپ سے استفادہ کیا چنانچہ الشیخ سید حسن العراقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۳۰ھ) فرماتے ہیں۔

"میں امام مہدی کی ملاقات کے لئے جناب الٰہی میں دعائیں کیا کرتا تھا ایک رات جب کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ پیچھے سے ایک شخص نے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھکر فرمایا۔ اے بیٹے اللہ تعالےٰ نے تمہاری دعا قبول کی۔ میں مہدی ہوں۔ آپ مہدی سے درخواست کر کے انہیں گھر لے گئے۔ اور حضور ایک ہفتہ تک ان کے ہاں مقیم رہے۔ ہفتہ بھر وہ بزرگ ان سے استفادہ کرتے رہے۔ آپ کے وضع لباس کا پتہ دیتے ہوئے یہ بزرگ فرماتے ہیں:۔ وَکَانَتْ عِمَامَتُهٗ کَعِمَامَةِ الْعَجَمِ"

(طبقات الکبریٰ للشیخ عبد الوہاب شعرانیؒ صـ۱۲۶ ج۲)

حضرت سید علی بغدادیؒ جن کی کشف و کرامت اہل مکہ میں مشہور ہے

"انہوں نے (بھی) امام مہدی کو رکن یمانی کے پاس نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور ان سے مصافحہ بھی کیا ہے۔ اس وقت امام صاحب کی عمر قریب چالیس سال کے معلوم ہوتی تھی۔"

(شمائم امدادیہ صـ۱۰۳ اردو ترجمہ نفحات مکیہ من مآثر امدادیہ)

اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تو وہ بزرگ ہیں کہ ان پر حضور کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات اس کثرت سے منکشف ہوئے گویا وہ زندگی بھر آپ کے ہمراہ رہے ہیں۔ بلکہ حضور کے بعد آپ کے سات خلفاء تک کے حالات کا بھی آپ پر انکشاف ہوا۔ دیکھئے (فتوحات مکیہ جلد ۳ باب ۳۶۶) نیز (عنقاء المغرب باب فی بیان المہدی الموعود و ...)

اقصی المدینۃ کونسا مقام ہے

اب رہا یہ اَمر کہ مدینہ منورہ سے دور وہ کونسا مقام ہے جہاں سے آنے والا مرد مبعوث ہوگا۔ اور وہ مقام مدینہ کی کس سمت میں ہے۔ سو ان دونوں امور کی توضیح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد سے فرمادی۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	فرمایا کہ مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس
یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا	کا نام کدعہ ہے۔ اور خدا اس مہدی کی
کدعہ ویصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع	تصدیق کرے گا۔ اور دُور دُور سے اس
اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ	کے دوست جمع کرے گا۔ جن کا شمار اہلِ
اھل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ	بدر کے شمار کے برابر ہوگا۔ یعنی تین سو تیرہ
عشر رجلا ومعہ صحیفۃ مختومۃ	ہوں گے۔ اور ان کے نام بقید مسکن و
(ای مطبوعۃ) فیہا عدد اصحابہ	خصلت چھپی ہوئی کتاب میں
باسماء ھم وبلادھم وخلالھم	درج ہوں گے۔

(جواھر الاسرار مصنفہ شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی)

اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے مقامِ ظہور کے متعلق بھی یہ پتہ دیا کہ وہ مشرق میں ہے۔ (طبرانی)

اس مقام کو صحف سابقہ میں نیا یروشلم بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ مکاشفہ یوحنا ۳/۱۲ میں ہے کہ

"یہ نیا یروشلم خدا کے پاس سے آسمان سے
اترنے والا ہے"

پہلے یروشلم کے متعلق آیا ہے کہ

"وہ ویران اور سنسان ہے" (یسعیاہ ۶۵/۱۰)

مگر اس نئے یروشلم کے متعلق بتایا گیا ہے کہ:-

---

(۱) یہ نام در اصل قادیان کا معرب ہے - منہ

"اے یروشلم! میں نے تیری دیواروں پر نگہبان بٹھلائے ہیں وہ سارے دن اور ساری رات کبھی چپ نہ رہیں گے۔ تم جو خداوند کا ذکر کرتے ہو چپکے نہ رہو۔ اور جب تک وہ یروشلم کو قائم نہ کرے اور اسے دُنیا میں ستودہ کرائے اسے چین کرنے نہ دو" (یسعیاہ ۶۲/۶، ۷)

چنانچہ قادیان سے ہجرت کرنے کے باوجود "فقرائے قادیان" کی ایک ننھی سی جماعت وہاں موجود ہے جو رات اور دن ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر پیشگوئی بالا کی تصدیق فرما رہی ہے۔

اسی یروشلم کے متعلق لکھا ہے کہ

"وہ ایک نئے نام سے کہلایا جائے گا
جسے خداوند کا منہ خود رکھدے گا"

(یسعیاہ ۶۲/۲)

سو یہ نیا نام قادیان ہے۔ جو الہامی نام ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کشف میں بتلایا گیا کہ قادیان کا ذکر قرآن میں ہے۔ دیکھو (تذکرہ ص۵۵)

اور زکریا ۱۴/۸-۹ میں ہے کہ

"اس روز یروشلم سے آبِ حیات جاری ہوگا جس کا آدھا بحرِ مشرق کی طرف بہے گا اور آدھا بحرِ مغرب کی طرف۔ گرمی سردی میں جاری رہے گا۔ اور خداوند ساری دُنیا کا بادشاہ ہوگا۔ اس روز ایک ہی خدا ہوگا۔ اور اس کا نام واحد ہوگا"

اور یوئیل نبی کی کتاب میں ہے کہ

"خداوند اسی یروشلم سے اپنی آواز بلند کرے گا" (یوئیل ۳/۱۶)

نکتہ

اقصی القریۃ کی بجائے اقصی المدینۃ کا لفظ استعمال کیوں فرمایا! حالانکہ ابتداء میں تمثیلی بیان "القریۃ" کا تھا۔ سو اس میں حکمت یہ ہے کہ تا امن حوادث اور فتن کی طرف اشارہ

جو دار الخلافہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پیدا ہو کر خلافت کے اٹھ جانے کا باعث بنے۔

(الف) روائے خلافت کے چاک کرنے کے منصوبوں پر یہاں عملدر آمد ہوا

(ب) عزلِ خلافت کے مظاہرے بھی یہیں ہوئے۔

(ج) اور اس میں ناکام ہونے پر دن دہاڑے خلیفۂ سوئم کا قتل بھی یہیں ہوا۔

(د) پھر خلیفہ چہارم کے عہد میں تو پہلے سے بھی سخت مہلک تحریکیں جاری ہوئیں جن کی بناء پر آخر خلیفۂ وقت کو مجبوراً یہ مقام چھوڑ کر دوسری جگہ قیام کرنا پڑا۔ لیکن مخالفین نے اس پر بھی بس نہ کی بلکہ غیر مبایعین کا یہ گروہ خلیفۂ وقت اور خلافت کے ساتھ وابستہ مسلمانوں کے لشکر سے متصادم ہوگیا۔ اس طرح مسلمانوں نے ایک دوسرے پر تلوار اُٹھائی اور بات یہاں تک بڑھی کہ خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خون سے بھی مسلمانوں کے ہاتھ رنگے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کیا ان حالات میں ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے سزا نہیں ملنی چاہیئے تھی؟ کیوں نہیں۔ ضرور تھا کہ غضب الٰہی کا تازیانہ ان پر پڑتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اور مسلمانوں کو ایسی سزا ملی کہ نعمت خلافت اٹھ جانے کے باعث ایک ہزار سال سے زائد عرصہ تک مسلمان آپس میں متحد نہ ہو سکے اور تشتت و انتشار کا شکار ہو کر اپنی عزتیں اور سلطنتیں بھی کھو بیٹھے اور اب جب کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو عزت و اقتدار دینے اور انہیں نظام وحدت میں منسلک کرنے کے لئے حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الخلفاء کو مبعوث فرمایا تو انتخاب خلافت کے لئے عربوں کی بجائے عجمیوں میں سے ابنائے فارس کو چنا۔ اور تختگاہ خلافت عرب سے دُور مدینہ کے مشرق میں تجویز ہوئی۔ یہ سب کچھ اس الٰہی سکیم کے ماتحت ہوا۔ جس کی خبر بہت عرصہ پہلے بعض انبیاء بنی اسرائیل کے ذریعہ دی گئی تھی۔ چنانچہ صحیفہ یسعیاہ میں ہے :۔

"ایام قدیم سے وہ باتیں جو اب تک وقوع میں نہیں آئیں بتاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میری مصلحت قائم رہے گی اور میں اپنی مرضی پوری کروں گا۔ جو مشرق سے عقاب کو یعنی اس شخص کو جو میرے ارادہ کو پورا کرے گا دُور کے ملک سے بُلاتا

ہوں۔ میں نے ہی یہ کہا۔ اور میں ہی اس کو وقوع میں لاؤں گا۔ میں نے اس کا ارادہ کیا اور میں ہی اسے پورا کروں گا۔" (یسعیاہ ۲۶/۱۱)

اور حضرت حزقیل اپنا کشف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

"میں کیا دیکھتا ہوں کہ اسرائیل کے خدا کا جلال مشرق کی طرف سے آیا اس کی آواز سیلاب کے شور کی سی تھی۔ اور زمین اس کے جلال سے منور ہوگئی۔" (حزقی ایل ۴۳/۱-۲)

پہلی صدی قبل مسیح میں یہودیوں میں سے ایک تحریک اخوت سینیہ کے نام سے جاری ہوئی۔ وہ صحف سماوی کی ان بشارات کی رُو سے مشرق سے مسیح موعود کی آمد کے منتظر تھے۔ اس بناء پر وہ مشرق کی طرف مونہہ کرکے عبادات بجالاتے۔ اس کے بعد عیسائیوں نے بھی ان کے تتبع میں مشرق کی طرف منہ پھیر لیا۔ وہ بھی ارض مشرق سے خدا تعالےٰ کی عظیم الشان تجلیات کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے آج ساری دنیا میں عیسائی عبادت گاہوں کا رُخ مشرق کی طرف نظر آتا ہے۔

لمحۂ فکریہ

ہم جو چند سطور پہلے یہ لکھ آئے ہیں کہ تخت گاہ خلافت عرب سے دُور مدینہ کے مشرق میں تجویز ہوئی۔ اسے آپ سرسری نظر سے پڑھ کر جلدی سے آگے نہ گذر جانا۔ یہاں ایک دردمند مسلمان کے لئے لمحۂ فکریہ کی ضرورت ہے۔ غور سے سنئے!

عرب سے دور رکھنے میں بھی ایک الٰہی حکمت تھی۔ کیونکہ مسلمانوں کی غفلت اور اور ان کی پے در پے غلطیوں کے باعث سرزمین عرب ایک وقت میں مغربی شاطرانِ سیاست کے لئے میدان کرکٹ بننے والی تھی۔ ان کی غلطیوں میں سے ایک بھاری غلطی وہ بھی تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ باوجودیکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زندگی کے آخری لمحات میں حجۃ الوداع کے موقع پر قیام امن عالم کی شاندار سکیم پیش فرما کر مسلمانوں کو وحدت و اتحاد کے سلک میں منسلک ہونے اور پُر امن رہنے

کے تاکیدی احکام دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ ان دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا

(مشکوٰۃ باب قصۃ حجۃ الوداع)

ان ارشادات کو جس طرح پہلے زمانہ میں عربوں نے نظر انداز کر کے سیاسی کردار ادا کئے اسیطرح عہد حاضر میں بھی عربوں نے ترکی حکومت کا جوا اپنی گردن سے اتارنے کی خاطر جو کردار ادا کیا وہ بھی نہایت ہی گھنونا تھا۔ اوّل تو بغاوت ہی سخت قبیح اور شرعاً امر ممنوع تھا۔ لیکن اگر اس کا اعلان کرنا ہی تھا تو حرم آمن سے باہر کسی اور خطہ ارضی کو اس اعلان کے لئے منتخب کیا جاتا۔ مگر شریف حسین شریف مکّہ نے عین حرم بیت اللہ میں کھڑے ہو کر ترکوں کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ جس کے بعد مغربی اقوام کو سرزمین عرب میں کھلے طور پہ گھسنے کا موقعہ مل گیا۔ اور استعماری طاقتوں نے اپنے سیاسی منصوبوں

---

[1] ان کے سیاسی منصوبوں میں ایک منصوبہ یہ بھی تھا کہ عربوں کو ترکوں سے علیحدہ کر دیا جائے اور ترکوں کے مقابل خلافت کا دعویدار عربوں کو بنایا جاوے۔ چنانچہ ولفرڈ اسکاون بلنٹ (WILFORD SKAWAN BLUNT) اپنے روزنامچہ موسومہ بہ انڈیا انڈر رپن (INDIA UNDER RIPON) میں لکھتا ہے۔ ۱۳ ستمبر ۱۸۸۳ء یہ مشورہ کیا جارہا ہے کہ انگریز عرب میں ایک مصنوعی خلافت ایک بچہ کی سیادت میں قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس ذریعہ سے وہ اماکن مقدسہ پہ قابض ہو جائیں" (آثار جمال الدین افغانی ص۱۸۱ از قاضی محمد عبدالغفار شائع کردہ ترقی اردو۔ دہلی) ۔ اس کے بعد انگریزوں نے جو کرنل لارنس کے ذریعہ عرب میں کردار ادا کیا اسکی شہرت تو اس قدر ہے کہ سینماؤں تک میں اس کے پکچرز دکھائے جاتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مغربی اقوام کو ترکوں سے اس قدر نفار کیوں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قسطنطنیہ کی مرکزیت سے سلطان عبدالحمید خان کے دَور تک دُنیا تھرّایا کرتی تھی۔ غالباً فرانس کا واقعہ ہے سلطان عبدالحمید خان نے سُنا کہ فرانس میں کوئی تماشہ دکھایا جانے والا ہے جو اسلامی نقطۂ نظر سے قابل اعتراض ہے۔ سلطان نے فرانس کے سفیر متعینہ ترکی کو ٹیلیفون کیا کہ اپنی حکومت سے کہو کہ ایسا تماشا دکھانے کی ممانعت کرے۔ میں جواب کا منتظر ٹیلیفون کے پاس بیٹھا ہوں۔ سفیر نے حکومت فرانس سے فوراً جواب لے کر

کو بروئے کار لانے کے لئے خطرناک کارروائیاں پہلے سے تیز کر دیں جن کا خمیازہ آج نہ صرف عرب بلکہ تمام مسلمانان عالم بھگت رہے ہیں وکان امراً مقضیاً۔

شریف حسین سے جس دن اور جس گھڑی میں یہ حرکت سرزد ہوئی قرآن مجید بھی اس کے ذکر سے خالی نہیں۔ آپ اس کے لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۶ تلاوت کیجئے۔ سورۂ بقرہ میں یہود کے کردار اور ان کی شرارتوں کا جو تفصیلی تذکرہ ہے وہ محض تاریخی قصے نہیں۔ قرآن مجید قصوں کی کتاب نہیں۔ بلکہ ان قصوں کے پیرایہ میں امت محمدیّہ کے لئے آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں ہیں ؎

آں چہ قصہ ہا کہ یابی در قرآں
ہست ابناء در حدیثِ دیگراں

قرآن مجید کا ہر قصہ کسی نہ کسی پیشگوئی کے ظہور کا آئینہ ہوتا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت ۶۶ میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا	اور تم ان لوگوں کے انجام کو یقیناً جان چکے ہو
مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ	جنہوں نے تم میں سے سبت کے دن میں زیادتی
كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۔	کی تھی اس پہ ہم نے انہیں کہا کہ جاؤ ذلیل بندر بن جاؤ

پیشگوئی کے لحاظ سے اس آیت کے معنے سمجھنے میں مجھے ایک عرصہ تک عقدہ رہا کیونکہ

بقیہ حاشیہ ص۶۲

دیا کہ تماشہ روک دیا ہے۔

پس اس سلطنت کو ٹکڑے کرنے اور ہر حصہ کو ان قوموں نے آپس میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ گارڈن کی یادداشت جو سنہ ۸۰ء میں مرتب کی گئی تھی اور جس میں سلطنت عثمانیہ کے اس طرح حصے تجویز کئے گئے تھے کہ مصر انگلستان کو۔ آرمینیا روس کو اور یورپین ترکی دوسری خودمختار عیسائی سلطنتوں کو دے دیا جائے بلنٹ نے اپنی کتاب (GORDON AT KHARTUM) میں اس یادداشت کا ذکر کیا ہے۔ (آثار جمال الدین ص۱۸۷)

سبت کا دن تو یہود کے لئے حرمت والا تھا۔ مسلمانوں کے لئے تو حرمت والا دن جمعہ ہے مگر واقعات پیش آمدہ کی صورت میں اللہ تعالٰے کی فعلی شہادت نے اس کی تفسیر اس طرح کر دی کہ امت اسلامیہ میں بعض نفوس شعائر الٰہیہ کی بے حرمتی سبت کے دن میں کرنے والے تھے۔ آؤ اب دیکھو کہ شریف حسین کا یہ ارتکاب کس دن ہوا۔ سنو! تاریخ میں ثبت ہے کہ یہ فعل ہفتہ کے دن بعد نماز فجر ہوا۔

"کان فی فجر یوم السبت الموافق ۹ من شہر شعبان سنہ ۱۳۳۴ھ الموافق

۴ یولیہ سنہ ۱۹۱۶ء" (تاریخ الکعبۃ ص ۲۸۹)

نیز دیکھو محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ج ۲ ص ۹۰

شریف حسین کا یہ فعل تو اس کی جلد بازی کا نتیجہ تھا۔ اگر وہ تقوٰی کے ماتحت قدم اٹھاتا تو اس کے لئے اللہ تعالٰے ترکوں سے مخلصی کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے من یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا (سورہ طلاق) کیونکہ ترکی حکومت اور ترکوں کے اقتدار کی گھڑی اب آخری دموں پر تھی۔ پہلے سے ہی یہ مقدر تھا کہ ترکوں کی حکومت امام مہدی کی آمد تک ہوگی۔ چنانچہ علامہ آلوسی زادہ اپنی کتاب نشوۃ الشمول فی السفر الی استنبول۔ کے ص ۴۸ میں لکھتے ہیں کہ بہت سے اہل کشف نے امام مہدی کے خروج تک اس کے (یعنی دولت عثمانیہ کے) دوام کی پیشگوئی کی ہے"

(بحوالہ رسالہ معارف اعظم گڈھ ماہ اپریل ۱۹۶۲ء)

چنانچہ امام مہدی معہود اور مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لا کر ترکی حکومت کو اس کی کمزوریوں اور خامیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اور اصلاح حال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا :۔

"ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے ... رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصور وار ہے اور خدا سچے تقوٰی اور طہارت اور نوع انسانی کی ہمدردی کو چاہتا ہے۔ اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل لاؤ ....

سلطان روم کی سلطنت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا۔" (اشتہار حسین کامی سفیر سلطان روم)

اس کے بعد آپ کے پسر موعود حضرت مصلح موعود میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے بھی ترکوں کو مصائب سے بچانے اور انہیں صحیح راہ کی طرف قدم اٹھانے کے متعلق بہت سی مساعی جمیلہ کیں۔ جس کا اعتراف غیروں نے بھی کھلے بندوں کرتے ہوئے آپ کی تعریف کی۔ چنانچہ مسٹر جے ایل کیلی جو ایک مشہور جرنلسٹ شہر آک لینڈ (نیوزی لینڈ) کا باشندہ ہے۔ حضور کی مساعی جمیلہ کا اعتراف اپنے ایک خط میں ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے :۔

"بے شک پیشگوئی خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نبی ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ سلطنت روم کے بارہ میں جو پیشگوئیاں انہوں نے قبل از وقت شائع کیں وہ نہایت ہی عجیب طور سے پوری ہوئیں ... ... میں آپ کے رسالہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ترکوں کو آنے والے مصائب سے متنبہ کرتے ہیں۔ آپ کو پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہندوستان کے مسلمان ان مصائب میں شریک نہ ہوں۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو ج ۱۳ ص ۱۹۰ مئی سنہ ۱۹۱۴ء)

مگر افسوس صد افسوس انہوں نے مصلحین وقت کی نصائح کی طرف توجہ نہ دی[1]۔ آخر وہی ہوا جو

---

[1] آخر بڑے درد دل سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مجبورًا یہ لکھنا پڑا "پچھلے چند روز سے متواتر خبریں آ رہی ہیں کہ ترکی حکومت بھی اس عظیم الشان جنگ میں شامل ہو گئی ہے جس میں اس سے پہلے سات طاقتیں مشغول تھیں۔ اور اس کا شامل ہونا بالکل بے سبب اور بے وجہ معلوم ہوتا ہے۔ ... کاش وہ اتنا خیال کر لیتے کہ ہم جن طاقتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں ان کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لا یدان لاحد فرمایا ہے۔ اس جنگ میں جس قدر خون ہوں گے ان کا گناہ ترکوں کے

(باقی ص ۶۶ پر)

سبت کا دن تو یہود کے لئے حرمت والا تھا۔ مسلمانوں کے لئے تو حرمت والا دن جمعہ ہے مگر واقعات پیش آمدہ کی صورت میں اللہ تعالےٰ کی فعلی شہادت نے اس کی تفسیر اس طرح کر دی کہ امت اسلامیہ میں بعض نفوس شعائر الٰہیہ کی بے حرمتی سبت کے دن میں کرنے والے تھے۔ آؤ اب دیکھو کہ شریف حسین کا یہ ارتکاب کس دن ہوا، سنو! تاریخ میں ثبت ہے کہ یہ فعل ہفتہ کے دن بعد نماز فجر ہوا۔

"کان فی فجر یوم السبت الموافق ۹ من شہر شعبان ۱۳۳۴ھ الموافق ۴ یولیہ ۱۹۱۴ء" (تاریخ الکعبۃ ص۲۸۹)

نیز دیکھو محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ج۲ ص۹۔

شریف حسین کا یہ فعل تو اس کی جلد بازی کا نتیجہ تھا۔ اگر وہ تقوٰی کے ماتحت قدم اٹھاتا تو اس کے لئے اللہ تعالےٰ ترکوں سے مخلصی کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے من یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا (سورہ طلاق) کیونکہ ترکی حکومت اور ترکوں کے اقتدار کی گھڑی اب آخری دموں پر تھی۔ پہلے سے ہی یہ مقدر تھا کہ ترکوں کی حکومت امام مہدی کی آمد تک ہوگی۔ چنانچہ علامہ آلوسی زادہ اپنی کتاب نشوۃ الشمول فی السفر الی استنبول۔ کے ص۸۰ میں لکھتے ہیں کہ بہت سے اہل کشف نے امام مہدی کے خروج تک اس کے (یعنی دولت عثمانیہ کے) دوام کی پیشگوئی کی ہے"

(بحوالہ رسالہ معارف اعظم گڑھ ماہ اپریل ۱۹۶۲ء)

چنانچہ امام مہدی معہود اور مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لا کر ترکی حکومت کو اس کی کمزوریوں اور خامیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اور اصلاح حال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے ... رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصور وار ہے اور خدا سچے تقوٰی اور طہارت اور نوعِ انسانی کی ہمدردی کو چاہتا ہے۔ اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔ توبہ کرو تا نیک پھل لاؤ .... سلطانِ روم کی سلطنت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا" (اشتہار حسین کامی سفیر سلطان روم)

اس کے بعد آپ کے پسر موعود حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی ترکوں کو مصائب سے بچانے اور انہیں صحیح راہ کی طرف قدم اٹھانے کے متعلق بہت سی مساعی جمیلہ کیں۔ جس کا اعتراف غیروں نے بھی کھلے بندوں کرتے ہوئے آپ کی تعریف کی۔ چنانچہ مسٹر جے ایل کیلی جو ایک مشہور جرنلسٹ شہر آک لینڈ (نیوزی لینڈ) کا باشندہ ہے۔ حضور کی مساعی جمیلہ کا اعتراف اپنے ایک خط میں ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے :۔

"بے شک پیشگوئی خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نبی ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ سلطنت روم کے بارہ میں جو پیشگوئیاں انہوں نے قبل از وقت شائع کیں وہ نہایت ہی عجیب طور سے پوری ہوئیں ... ... میں آپ کے رسالہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ترکوں کو آنے والے مصائب سے متنبہ کرتے ہیں۔ آپ کو پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ ہندوستان کے مسلمان ان مصائب میں شریک نہ ہوں"

(ریویو آف ریلیجنز اردو ج۱۳ ص۱۹۰ مئی ۱۹۱۴ء)

مگر افسوس صد افسوس انہوں نے مصلحین وقت کی نصائح کی طرف توجہ نہ دی[1]۔ آخر وہی ہوا جو

---

[1] آخر بڑے درد دل سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو مجبوراً یہ لکھنا پڑا "پچھلے چند روز سے متواتر خبریں آ رہی ہیں کہ ترکی حکومت بھی اس عظیم الشان جنگ میں شامل ہو گئی ہے جس میں اس سے پہلے سات طاقتیں مشغول تھیں۔ اور اس کا شامل ہونا بالکل بے سبب اور بے وجہ معلوم ہوتا ہے۔ ... کاش وہ اتنا خیال کر لیتے کہ ہم جن طاقتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں ان کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لا یدان لاحد فرمایا ہے۔ اس جنگ میں جس قدر خون ہوں گے ان کا گناہ ترکوں کے

(باقی ص۶۶ پر)

نوشتۂ تقدیر تھا۔ ترکی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور اب تک جو خلافت کے نام سے ترکی سلطان کا رسمی اقتدار قائم تھا وہ سب کچھ جاتا رہا۔ کیونکہ اب خدائے علام الغیوب کی طرف سے اس کی مصلحت کے ماتحت خلافت کی ردا مشرقی خطہ قادیان میں خلفائے مسیح موعود علیہ السلام کے لئے زیب تن فرمانے کا آخری حکم صادر فرمایا گیا تھا جو "آب آمد تیمم برخاست"۔ ترکی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے بعد عربوں کو بھی عزت و اقتدار کے ساتھ بحصہ رسدی اپنا حصہ مل سکتا تھا۔ اگر جلد بازی نہ کرتے اور دیانت و انصاف پر قائم رہ کر اسلامی قوانین کی

بقیہ حاشیہ ص۶۵۔ سر پر ہو گا۔ اور بقیہ اسلامی عظمت کے ضائع کرنے کا الزام بھی انہیں کے ذمہ لگے گا کیونکہ انہوں نے وقت کو نہ پہچانا اور نہ منشاء الٰہی کو سمجھا۔ کاش وہ بجائے انگلستان سے جنگ کرنے کے اپنے نفس سے جنگ کرتے۔ بجائے تلوار کھینچنے کے انصاف و عدل کی طرف متوجہ ہوتے اور بجائے دوسروں کو کافر قرار دے کر ان سے جہاد کرنے کے اپنے دل کے کفر کو دور کرتے کیونکہ یہ ان کے لئے بہتر اور مبارک ہوتا انہوں نے باوجود آنکھوں کے خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر کو نہ دیکھا۔ اور باوجود کانوں کے اس کے احکام کو نہ سنا اور باوجود دل ہونے کے اس کے منشاء کو نہ سمجھا اور اپنے ساتھ اپنی رعایا کو بھی تباہ کر دیا۔ کیونکہ ان الملوك اذا دخلوا قریة افسدوھا وجعلوا اعزة اھلھا اذلة۔" (اشتہار بعنوان "جماعتِ احمدیہ" از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۸ء، رجسٹرڈ نمبر ۴۲۱/۱۳ج)

ترکی کے گذشتہ وحشت ناک زلزلہ کے موقع پر بعض ترک مسلمانوں نے بھی اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا

"ہم نے لادینی راہوں کو اپنا کر تاریکی میں بھٹکنے کی کوشش کی مگر ہمیں نہ دنیا ہی ملی نہ دین۔ ہماری معیشت کا یہ حال ہے کہ ہم سیاحت پر جیتے ہیں۔ ساٹھ ہزار ترکی لڑکیاں اپنا جسم بیچتی ہیں۔

تعلیم گاہوں میں گذشتہ سالوں میں کیا کچھ ہوتا رہا۔ ہم نے وہ تجربے کئے جو سابقہ قومیں کر چکی ہیں۔ پھر بھی ہماری آنکھیں بند رہیں اور ان عبرت ناک عذاب کے بعد بھی بند ہیں تو خدا کا عذاب نازل نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ راپریل ۱۹۷۰ء)

پابندی کرتے۔ شریف مکہ نے طریق تقویٰ کو چھوڑ کر جو اقتدار کی گدی حاصل کی تھی آخر اسے نہ سنبھال سکا۔ الٰہی قانون تنازع البقاء کے زبردست حملے نے اسے دھکا دے کر گدی سے اتار دیا اور اب امارتِ مکہ سلطان ابن سعود امیر نجد کے قبضہ میں چلی گئی۔ اس امیر نے بھی اسلامی دنیا میں اپنی عزت و اقتدار کا ایک سنہری موقع کھو دیا۔ افسوس صد افسوس۔ وہ لوگ کہ مسلمانانِ عالم اور سلاطین اسلام خود تو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بجا نہیں لاتے جس کے باعث دشمنانِ اسلام کو اسلام پر حملہ آور ہونے کی جرأت پیدا ہو گئی۔ اور اسلام ہر طرف سے دشمن کے نرغے میں گھر گیا۔ خطہ ارضی پر صرف ایک ہی جماعت (جماعت احمدیہ) اس کے خلاف نبرد آزما تھی۔ اور خدا نے اسے فتح و ظفر سے نوازا۔ یہاں تک کہ دشمنوں کا زور توڑ کر اس کے مرکز یورپ تک جا پہنچی اور وہاں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا اور کفرستانِ یورپ کے مرکز لندن میں سب سے پہلا اللہ کا گھر تعمیر کیا۔ یہ اسلام کے غلبہ و فتح کا اس قدر عظیم الشان نشان تھا کہ اس پر مسلمان خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر عرب کے عزت و اقتدار کے لئے ایک نہایت ہی عمدہ تقریب پیدا کر دی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس موقع پر اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ عربوں کے ہم پر احسان ہیں انہوں نے اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں قربانیاں دے کر اسلام ہم تک پہنچایا۔ حضور نے تجویز فرمایا کہ مسجد الفضل لندن کی رسم افتتاح کے لئے عربوں کے مرکزی نمائندہ شاہ ابن سعود امیر مکہ کو دعوت دی جائے۔ ان دنوں اس کا صاحبزادہ امیر فیصل لندن میں تھا۔ جو اپنے والد کے نمائندہ کی حیثیت سے اس اہم تاریخی یادگار کی نقاب کشائی کرتا۔ چنانچہ امیر ابن سعود نے اسے منظور بھی کر لیا۔ اور لندن کے اخباروں میں اس کا چرچا بھی ہونے لگ گیا۔ اور شہزادہ فیصل بھی اس کی تیاری میں تھا کہ عین موقعہ افتتاح پر امیر ابن سعود کی طرف سے تار آ گئی۔ اور اسے روک دیا گیا۔ افسوس یہ کتنا عمدہ سنہری موقعہ تھا جسے ہاتھ سے کھو دیا گیا۔ یہاں تک کہ غیروں نے بھی اس کی قباحت کو محسوس کیا۔ چنانچہ امیر ابن سعود کے خاندان کے ایک سرگرم انگریز دوست مسٹر فلبی نے درد صاحب کو اپنے ایک خط میں لکھا:۔

"ذاتی طور پر مجھے بہت رنج ہے کہ ابنِ
سعود نے اپنے آپ کو اسلامی دُنیا کا
لیڈر ظاہر کرنے کا ایک نہایت بیش
قیمت موقع کھو دیا۔ اور یہ نقصان اس
کا ہوا نہ کہ آپ کا ... ۔ عالم اسلامی
اب اتحاد کی ضرورت کو اچھی طرح محسوس
کرے گا۔"

(تاریخ مسجد فضل لندن ص۶۸)

حکمتِ الٰہی دیکھو کہ اب اس مبارک تقریب افتتاح کے لئے قرعہ فال ایک ایسے شخص کے نام پڑا جو وہ بھی پنجاب کا باشندہ تھا۔ چنانچہ ان دنوں محترم عبدالقادر صاحب بار ایٹ لا لندن میں تھے۔ آپ اس کے لئے منتخب ہوئے۔ شیخ صاحب نے اس مبارک تقریب افتتاح مسجد پر جو ایڈریس دیا اس میں فرمایا:-

"میں باوثوق کہہ سکتا ہوں کہ ہم سب کو شہزادہ امیر فیصل
کی عدم شمولیت کی وجہ سے کچھ مایوسی ہوئی ہے۔ کیونکہ
ان سے اس موقع پر اپنے قابل فخر والد امیر ابن سعود کے
نمائندہ کی حیثیت سے رونق افروز ہونے کی امید
کی جاتی تھی۔ اغلب ہے کہ ان کی موجودگی سے آج کے
کام کی تاریخی اہمیت میں اضافہ ہو جاتا اور وہ لندن میں مسلمانوں
کی سب سے پہلی عبادت گاہ کی رسم افتتاح کی انجام دہی
کی یادگار کو اپنے مقدس وطن میں اپنے ساتھ لے جاتے
مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کے پلٹا
کھانے میں اللہ تعالیٰ کے اپنے خاص ارادہ
کا دخل تھا۔" (تاریخ مسجد فضل لندن ص۶۴)

پس واقعات کی صورت میں زمانہ کی فعلی شہادت اس امر کا پتہ دیتی ہے کہ اس وقت عرب کی بجائے عجم کا انتخاب ہی اصلح تھا۔ وھو اللطیف الخبیر۔

آٹھویں پیشگوئی

قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

اس آیت میں اُس آنے والے مردِ مجاہد جری اللہ فی حلل الانبیاء کے کام کی نوعیت کا تذکرہ ہے کہ وہ آتے ہی تبلیغ و اشاعت اسلام اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو جسے امت فراموش کر چکی تھی از سرِ نو زندہ کرے گا[1]۔ چنانچہ حضور کو ا[illegible]نا بھی آپ کا فرض

---

[1] حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"اسلام کی گذشتہ تاریخ میں جہاں مسلمانوں سے بعض بڑی بڑی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں وہاں ایک اہم غلطی ان سے یہ بھی ہوئی کہ تبلیغ کو انفرادی فرض سمجھ لیا گیا۔ بے شک مسلمانوں میں مبلغ رہے۔ لیکن اجتماعی رنگ میں تبلیغ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہی قریباً مفقود ہو گئی کیونکہ خلفاء ان جنگوں میں جو عیسائیوں اور زرتشتیوں کے خلاف لڑی گئیں اس قدر الجھ گئے کہ اس وقت جہاد اور تبلیغ دونوں کو ایک سمجھ لیا گیا۔ اور خلفاء کے بعد مسلمانوں پر جمود طاری ہو گیا اور اسلام کی اشاعت بند ہو گئی۔ وہ دنیوی شان و شوکت اور ترقیات کو ہی اپنا منتہائے مقصود سمجھ بیٹھے اور انہوں نے قرآن کریم کو چھوڑ کر دوسرے علوم کو اختیار کر لیا۔ اور تبلیغ کے جوش اور اس کے نتائج سے محروم رہ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی غالب آ گئے جو تبلیغ میں لگے ہوئے تھے۔ اور مسلمان کمزور ہو گئے جو جہاد کے خیال میں پڑے رہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر یہ بھی فرماتا ہے کہ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۔ یعنی اے مسلمانو! تم اس قرآن کے ذریعہ دشمنوں سے جہاد کرو کہ یہی جہاد کبیر ہے۔ پس اصل جہاد وہی ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ سے کیا جائے اور تبلیغ اسلام پر زور دیا جائے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (باقی ص۷۰ پر)

منصبی یہی بتایا گیا ہے کہ

يُحْيِ الْمَسْتَرِيْنَ وَيُقِيْمُ الشَّرِيْعَةَ (تذکرہ)

اور آپ کا یہ کام ایک خطہ تک محدود نہیں ہوگا بلکہ عالمگیر حیثیت رکھتا ہوگا۔[۱]

بقیہ حاشیہ ص۶۹ : نے اپنی کتابوں میں قرآن کو پیش کر کے اسلام کی فضیلت اور اس کی برتری ثابت کی ہے۔" (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم۔ سورۃ عنکبوت ص۳۳۱)

نیز حضور فرماتے ہیں :۔ " یہ امر حیرت انگیز ہے کہ جس زمانہ میں مسیحیت مسلمانوں کا شکار تھی اور ان کو اس سے مقابلہ کرنے کی طاقت تھی۔ اس وقت تو مسلمان ان کی طرف سے غافل رہے۔ اور جب مسیحیت دنیا میں پھیل گئی تو انہیں جہاد کا خیال آیا۔ حالانکہ اس وقت خدا کی مشیت نَمُدُّ لَهُمْ مَدًّا والی ظاہر ہو چکی تھی اور اس ظلم کے بعد مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ سابق غفلت پر استغفار کرتے اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے عملاً دعا کرتے کہ ان کے فتنہ سے مسلمانوں کو بچائے اور جہاد بالقرآن شروع کر دیتے تا کہ سابق غفلت کا ازالہ ہو جاتا اور قرآن کریم کی برکت سے مسیحیت کی طاقت ٹوٹ جاتی مگر انہوں نے جہاد بالسیف کا بے موقع اظہار کر کے مسیحیوں کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کا موقع دیا۔ اور اس سے متاثر ہو کر ہزاروں مسلمان مسیحی ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تفسیر کبیر سورۃ مریم ص۲۶۵)

ایک اور موقع پر حضور نے اپنی جماعت کو تبلیغی فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا :۔

" اس وقت تمام دنیا میں اسلام پھیلانے اور لوگوں کے قلوب کو فتح کرنے کی ذمہ داری ہماری ہے یہ خیال کبھی دل میں نہیں لانا چاہیئے کہ یہ ذمہ داری کیسی ہے جب تم یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو گے تو دنیا بھر میں تمہارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ تم جہاں جاؤ گے تمہارے رستہ سے رکاوٹیں خود بخود دور ہوتی چلی جائیں گی۔ ... اس وقت تمام مسلمان کہلانے والے تبلیغ سے بالکل غافل پڑے ہیں اگر تبلیغ جاری رہتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اسلام پر زوال آ سکتا ۔۔ پہلی پانچ صدیوں میں مسلمانوں نے ہندوستان میں تبلیغ پر زور دیا مگر پچھلی پانچ صدیوں والے سست ہو گئے۔ مگر اب خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ پھر تمام دنیا اسلام کی آغوش میں آ جائے۔" (الفضل ۱۲ر نومبر ۱۹۴۶ء ص۵)

[۱] چنانچہ حضور نے ہزاروں اشتہارات اور رجسٹرڈ خطوط مختلف مذاہب اور مختلف بلاد کو ارسال فرمائے (ملاحظہ ہو ص۷۱)

اس بنا پر آپ کے خطاب کو اِتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ کے لفظ سے ذکر فرمایا گیا اِتَّبِعُوْنِ نہیں کہا گیا۔ پہلے انبیاء کا دور قومی نبوت کا تھا۔ اس لئے ان کا کام بھی مخصوص طبقہ تک محدود ہوتا تھا۔ مگر آپ طرز خطاب کو بدل کر يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ کے الفاظ سے قوم کو خطاب کریں گے۔ یہ طرز خطاب صاف بتاتا ہے کہ آپ دنیا کی تمام ملل و اقوام کو ایک ہی قوم قرار دیتے ہوئے انہیں اپنی دعوت کا مخاطب سمجھتے ہوں گے اور یہ ہوگا بھی صحیح۔ کیونکہ اس وقت تمام دنیا گویا ایک چیٹ فارم بن چکی ہوگی۔ دنیا میں کوئی بھی تحریک زمین کے کسی خطہ سے اٹھے گی تو دنیا کے تمام کناروں تک پہنچ جائے گی

بقیہ حاشیہ ص۷۰ بھیجے یہاں تک کہ بادشاہوں کو بھی تبلیغ کی۔ حضور فرماتے ہیں

" سولہ ہزار کے قریب لوگ ہندوستان۔ اور انگلستان اور جرمن اور فرانس اور روس اور روم میں پنڈتوں اور یہودیوں کے فقیہوں اور مجوسیوں کے پیشوا ؤں اور عیسائیوں کے پادریوں اور قسیسوں اور بشپوں میں سے موجود ہیں۔ جن کو رجسٹری کرا کر اس مضمون کے خط بھیجے گئے کہ درحقیقت دنیا میں دین اسلام ہی سچا ہے اور دوسرے تمام دین اصلیت اور حقانیت سے دور جا پڑے ہیں کسی کو مخالفوں میں سے اگر کوئی شک ہو تو ہمارے مقابل پر آوے اور ایک سال تک رہ کر دین اسلام کے نشان ہم سے ملاحظہ کرے اور اگر ہم خطا پر نکلیں تو ہم سے بحساب دو سو روپیہ ماہواری ہرجانہ اپنے ایک برس کا لے لے ورنہ ہم اس سے کچھ نہیں مانگتے۔ صرف دین اسلام قبول کرے۔ اور اگر چاہے تو اپنی تسلی کے لئے وہ روپیہ کسی بنک میں جمع کرا لے۔۔ ... ... دو ہزار روپیہ کے قریب ان اشتہارات کے طبع میں جو انگریزی اور اردو میں چھاپے گئے تھے۔ اور ایسا ہی ان کی روانگی پر جو ہندوستان اور یورپ کے ملکوں کی طرف رجسٹری کرا کر خط بھیجے جاتے تھے خرچ ہوا۔ ... ... نہ صرف اس قدر بلکہ پارلیمنٹ لندن اور شہزادہ ولی عہد ملکہ معظمہ اور شہزادہ بسمارک کی خدمت میں بھی دعوتِ اسلام کے اشتہارات اور خطوط بھیجے گئے جن کی رسیدیں اب تک موجود ہیں۔"

(شہادۃ القرآن ص۹۲-۹۵)

رڈیو اور ٹیلی ویژن آج اسکی عملی شہادت دے رہے ہیں پس یہ موعود اقوام دنیا کی تمام قوموں کو مذہب اسلام کی تبلیغ فرماتے ہوئے انہیں صراطِ مستقیم کی رہنمائی کے لئے اتباعِ مرسلین پر زور دے گا۔ خصوصاً ان لوگوں کو جو خدا کی ہستی سے منکر یا سلسلہ وحی و الہام میں متشکک ہیں اور گذشتہ انبیاء و مرسلین کی وحیوں اور مکالمات الٰہیہ کو قصۂ پارینہ قرار دے کر انہیں نظر انداز کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے ان انبیاء کا چہرہ اپنے وجود میں دکھانے کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا ؎

ہر نبی زندہ شد بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

نیز فرمایا:-

"میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں کہ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھلائے ہیں۔ سو اگرچہ میں

لہ چنانچہ لیکچر لاہور اور لیکچر سیالکوٹ اور پیغام صلح وغیرہ کتب اس سے بھری پڑی ہیں نیز حضور اشتہار مندرجہ کتاب البریہ صـ۱۶-۱۷ میں فرماتے ہیں:-

"ہمارے اصول میں یہ داخل ہے کہ گذشتہ نبیوں میں سے جن کے فرقے اور قومیں اور امتیں بکثرت دنیا میں پھیل گئی ہیں کسی نبی کی تکذیب نہ کریں ... ہم تمام قوموں کے نبیوں کو جنہوں نے خدا کے الہام کا دعوےٰ کیا اور مقبول خلائق ہو گئے اور ان کا دین زمین پر جم گیا خواہ وہ ہندی تھے یا فارسی، چینی تھے یا عبرانی خواہ کسی اور قوم میں سے تھے درحقیقت سچے رسول مان لیں اور اگر ان کی امتوں میں کوئی خلاف حق باتیں پھیل گئی ہوں تو ان باتوں کو ایسی غلطیاں قرار دیں جو بعد میں داخل ہو گئیں یہ اصول ایک ایسا دلکش اور پیارا ہے جس کی برکت سے انسان ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدتہذیبی سے بچ جاتا ہے اور درحقیقت واقعی امر یہی ہے کہ جھوٹے نبی کو خدا تعالےٰ اپنے کروڑہا بندوں میں ہرگز قبولیت نہیں بخشتا اور اس کو وہ عزت نہیں دیتا جو سچوں کو دی جاتی ہے اور صدیوں اور زمانوں میں اس کی قبولیت ہرگز قائم نہیں رہ سکتی بلکہ بہت جلد اس کی جماعت متفرق ہو جاتی اور اس کا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔"

دنیا کے تمام نبیوں کا ادب کرتا ہوں اور ان کی کتابوں کا بھی ادب کرتا ہوں مگر زندہ دین صرف اسلام کو ہی مانتا ہوں۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے میرے پر خدا ظاہر ہوا۔ جس شخص کو میرے اس بیان میں شک ہو اس کو چاہیئے کہ ان باتوں کی تحقیق کے لئے کم سے کم دو ماہ کے لئے میرے پاس آجائے۔ میں اس کے تمام اخراجات کا جو اس کے لئے کافی ہو سکتے ہیں اس مدت تک متکفل رہوں گا۔" (چشمۂ معرفت صـ۹۰ مضمون جلسہ لاہور)

اور فرمایا:-

"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے خدائے پاک کے یقینی اور قطعی مکالمہ سے مشرف ہوں اور قریباً ہر روز مشرف ہوتا ہوں اور وہ خدا جس کو یسوع مسیح کہتا ہے کہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس نے مجھے نہیں چھوڑا۔ ... بلکہ ہر بلا کے وقت میرے خدا نے مجھے بچایا اور میرے لئے بڑے بڑے معجزے دکھائے۔"

(چشمہ مسیحی صـ۲۷)

"میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسےٰ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اس بناء پر

میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ظل ہے اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں
وہی نبوت محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی۔"
(تجلیات الٰہیہ صـ۲۴)

نویں پیشگوئی

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ...... اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ

اس آیت میں پیشگوئی ہے کہ جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوں گے اس وقت حقیقی ایمان دُنیا سے اُٹھ چکا ہوگا۔ لوگ دُنیا پرستی میں مشغول ہوں گے۔ لذات نفس کے حصول اور عیاشی کے لئے دُنیا میں ہزاروں سامان نئے سے نئے نکل رہے ہوں گے خواص اور عوام سب کا قبلۂ حیات حصول زر کی حرص و آز۔[۱] ذاتی مفاد کا حصول ان کی زندگی کا مقصود مسجود اور معبود ہوگا۔ وابستگان مذہب بھی اگرچہ زبان سے تو توحید کے دعویدار ہوں گے مگر عملی طور پر انہوں نے بھی حصول مقاصد کے لئے کئی ایک الٰہ بنا رکھے ہوں گے۔ مشرکین مکہ کی طرح

---

[۱] وہ نفوس جو حصول زر کی حرص و آز میں متوالے ہو رہے ہیں ذرا ان دولت مندوں کی پیش کردہ نصائح کی طرف بھی توجہ دیں جنہوں نے اپنی زندگی بھر کے تجربہ کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے کہا
(ع) من نہ کردم شما حذر بکنید۔ چنانچہ
(الف) مسٹر راک فیلر جو امریکہ کا کروڑپتی شخص تھا اور جو کہا کرتا تھا کہ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں اس کا حساب بھی نہیں کر سکتا۔ ایک مجلس میں جب کہ کامیابی کے عنوان پر بحث ہو رہی تھی تو مسٹر راک فیلر نے اٹھ کر تقریر کی اور کہا
"کیا ان کی مراد کامیابی سے دولت کمانا ہے؟ کیا اس کا نام کامیابی ہے؟
میں کہتا ہوں اگر مجھے ابتداء ہی سے اس کا اختیار دیا جاتا کہ کس قسم کی زندگی چاہتا
(باقی صـ۷۵ پر)

جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے وقت مرکز توحید بیت اللہ الحنیف کو تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز بنا رکھا تھا۔ مسلمان بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بقیہ حاشیہ صـ۷۴۔ ہوں تو میں اپنے لئے یہ رویہ اختیار کرتا کہ میرے پاس کچھ نہ ہوتا ہو تو بہت تھوڑا بقدر ضرورت۔ لیکن اس کے ساتھ مجھے بتا دیا جائے کہ میرے جینے کا مقصد کیا ہے" (الہلال مصر جون ۱۹۲۴ء)
یہی راک فیلر جس کی نصیحت سُن چکے ہو۔ ایک دن جب انگلستان میں ٹھیک سورج گرہن کا میلہ لوگ منا رہے تھے دیکھا گیا کہ بند کمرے میں ان کی لاش پڑی ہوئی ہے اور سرہانے ایک تحریر بھی ہے جس میں لکھا تھا
"موت کے دروازے پر قدم رکھتے وقت اپنے آخری مضمون میں اس شخص کے نقطۂ نظر سے موجودہ تمدنی زندگی پر تبصرہ کروں گا جو سفر آخرت پر روانہ ہو رہا ہے۔ میں نے بادشاہوں تک کی میزبانی کی ہے بڑے بڑے امراء اور والیان ریاست سے میری بے تکلفی کا یارانہ رہا ہے بایں ہمہ کے حلقہ میں بھی رہا ہوں اور ایک تھیٹر کا مالک بھی رہا ہوں ایک دن ساڑھے سات لاکھ پونڈ (گویا ایک کروڑ بیس لاکھ) کی دولت کمائی ہے۔ اخبارات کا حصہ دار رہا ہوں مانچسٹر تک اپنی سپیشل ٹرین پر گیا ہوں اس لئے موجودہ تمدنی زندگی پر ووٹ دینے کا حق رکھتا ہوں۔ آج میں اپنی زندگی کے آخری دن جب کہ ماضی کے سارے نقشے جلدی جلدی میرے پیش نظر ہو رہے ہیں مجھے نظر آ رہا ہے موجودہ تمدن بجز حرص و خواہش نفسانی۔ حب جاہ کے اظہار کے اور کچھ نہیں ہے جذبات عالیہ اور قناعت اب خواب و خیال ہو گئے ہیں۔ اور ان کی بجائے ایک نفرت انگیز ہنگامہ برپا ہے۔ ایک طرف شہوت جاہ۔ شہوت زر۔ شہوت زن کا زور ہے دوسری طرف بالشویک دنیا تخلیق جدید کے خبط میں مبتلا ہے ہر شخص پر دھن سوار ہے کہ محنت کم کرے اور روپیہ زیادہ ملے۔ اور گھوڑے خوب اٹھنے کو ملیں۔ زرپرستی کی اس شدت کو دیکھ کر روح لرز اٹھتی ہے دل دھڑک رہا ہے۔ میں خدا کے آگے جھکتا ہوں۔ میں اس سے لو لگاتا ہوں۔ میں تمام زندگی کی معصیت میں مبتلا رہا ہوں اس کی سزا مجھے ملنی چاہیئے۔" (ڈنڈے ایکسپریس بحوالہ اخبار سچ لکھنؤ ۲ جولائی ۱۹۲۶ء)
(ب)۔ اٹالیہ کے مشہور کروڑپتی گرسپ لوگیانی نے جب کومو نامی جھیل کے کنارے (باقی صـ۷۶ پر)

کی بعثت پر اس پاک دل کو جو عرش گاہ ربانی ہے ہزاروں بتوں کا مندر بنا بیٹھے ہوں گے خالص توحید دُنیا سے ناپید ہو چکی ہوگی۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہو کر ان سے یوں خطاب فرمائیں گے۔ "ءَ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً" کیا مَیں بھی اپنے پیارے حقیقی معبود سے مونہہ موڑ کر تمہارے معبودانِ باطلہ کی طرف رُخ کر دوں اور انہیں اپنے دل میں جگہ دے کر اسے پلید کر دوں۔ یہ بات تو مجھ سے ناممکن ہے۔ کیونکہ مَیں تو اپنے رب حقیقی پر ایمان لا چکا ہوں۔ میرا ایمان علی وجہ البصیرت اور مشاہدہ پر مبنی ہے۔ میں تمہاری طرح نہیں جو صرف خاندانی ورثہ کے طور پر اپنے آبائی مذہب کے پابند ہو۔ بلکہ میں نے تو زندہ خدا کی زندہ تجلیات کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ پس تمہیں چاہیئے کہ میری بات سنو اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں بتاؤں یہ راہ کیا ہے ؛ میری پیروی کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ ... ... اگر تم میری پیروی کرو گے تو اپنے اندر کے بتوں کو توڑ ڈالنے کے قابل ہو جاؤ گے۔ اور اس طرح پر سینہ کو جو طرح طرح کے بتوں سے بھرا پڑا ہے پاک کرنے کے لائق ہو جاؤ گے۔" (ملفوظات ج ۱ ص ۱۸۰)

حاشیہ بقیہ ص ۷۵ : ایک عظیم الشان کوٹھی بنا کر رہنا چاہا کہ اب اطمینان کا سانس لوں یکے اچانک دیکھا گیا کہ اس کوٹھی کی ایک چھت میں پھانسی پڑی ہوئی اور اس کی لاش لٹکی ہوئی ہے۔ لاش کے نیچے اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا رقعہ پڑا ہے جس میں لکھا ہے مجھے اپنی زندگی میں تجربہ ہو گیا ہے کہ راحت کی تلاش اگر ہے تو روپے کے ڈھیروں میں وہ نہیں مل سکتی۔ لیکن اپنی زندگی کا خاتمہ کر رہا ہوں اس لئے کہ تنہائی اور افسردگی سے میں عاجز آگیا ہوں جس وقت میں نیویارک میں معمولی مزدور تھا اس وقت مجھے مسرت حاصل تھی لیکن آج کروڑوں کا مالک ہوں مگر میری افسردگی کی انتہا نہیں۔ اور ایسی زندگی پر مَیں موت کو ترجیح دیتا ہوں۔" (سچ لکھنؤ ۳ جولائی ۱۹۲۷ء)

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جس پر وہ ایمان لاتے ہیں ان کے وہ خیالی بُت ہیں نہ خدا۔ اسی وجہ سے وہ بت ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے ان کو کچھ قوت نہیں دے سکتے۔ ان میں کچھ پاک تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے ان کے لئے کوئی تائیدی نشان نہیں دکھا سکتے۔"

(نزول المسیح ص ۲۹)

"اس تاریکی کے زمانہ کا نُور مَیں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔ مجھے اس نے بھیجا ہے کہ تا میں امن اور حلم کے ساتھ دنیا کو سچے خدا کی طرف رہبری کروں اور اسلام میں اخلاقی حالتوں کو دوبارہ قائم کر دوں۔ اور مجھے اس نے حق کے طالبوں کی تسلّی پانے کے لئے آسمانی نشان بھی عطا فرمائے ہیں۔ اور میری تائید میں اپنے عجیب کام دکھلائے ہیں اور غیب کی باتیں اور آئندہ کے بھید جو خدا تعالےٰ کی پاک کتابوں کی رُو سے صادق کی شناخت کے لئے اصل معیار ہے میرے پر کھولے ہیں اور پاک معارف اور علوم مجھے عطا فرمائے ہیں۔" (مسیح ہندوستان میں ص ۱۱)

نیز حضورؑ فرماتے ہیں :-

"معبود کا مفہوم اس حد تک نہیں کہ انسان پرستی یا بت پرستی تک ہو۔ اور بھی معبود ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہوائے نفس اور ہوس بھی معبود ہیں۔ جو شخص نفس پرستی کرتا ہے یا اپنی ہوا و ہوس کی اطاعت کر رہا ہے اور اس کے لئے مر رہا ہے وہ بھی بُت پرست اور مشرک ہے ... ... مثلاً ایک شخص بالکل اسباب ہی پر توکل کرتا ہے تو یہ بھی ایک قسم کا بُت

ہے۔ اس قسم کی بُت پرستی تپ دق کی طرح ہوتی ہے جو اندر ہی اندر ہلاک کر دیتا ہے ... ... یہ تو سچ ہے کہ موٹی بت پرستی (انسان نے) چھوڑ دی ہے مگر ابھی تو ہزاروں بُت انسان بغل میں لئے پھرتا ہے اور وہ لوگ بھی جو فلسفی منطقی کہلاتے ہیں وہ بھی ان کو اندر سے نہیں نکال سکتے۔ یہ بہت ہی باریک کیڑے ہیں ... ... ان بتوں سے پرہیز کرنا ہی تو بہادری ہے۔ اور ان کو شناخت کرنا ہی کمال دانائی اور دانش مندی ہے۔ یہی بُت ہیں جن کی وجہ سے آپس میں نفاق پڑتا ہے اور ہزاروں کشت وخون ہو جاتے ہیں ایک بھائی دوسرے کا حق مارتا ہے اور اس طرح ہزاروں ہزار بدیاں ان کے سبب سے ہوتی ہیں۔ ہر روز اور ہر آن ہوتی ہیں اور اسباب پر اس قدر بھروسہ کیا گیا ہے کہ خدا تعالٰے کو محض ایک عضو معطّل قرار دے رکھا ہے۔ بہت ہی کم لوگ ہیں جنہوں نے توحید کے اصل مفہوم کو سمجھا ہے ... ... اس وقت وہ سچّا موحّد بنتا ہے جب یہ اندرونی بُت تکبّر۔ خود پسندی۔ ریاکاری، کینہ و عداوت، حسد و بخل۔ نفاق و بد عہدی وغیرہ کے دُور ہو جاویں"

(ملفوظات ص۱۰۵ تا ۱۰۷)

توحید کے مدارج

" توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ ہم بتوں اور انسانوں اور حیوانوں اور عناصر اور اجرام فلکی اور شیاطین کی پرستش سے باز رہیں بلکہ توحید تین درجہ پر منقسم ہے۔ درجہ اول عوام کے لئے یعنی ان کے لئے جو خدا تعالٰے کے غضب سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ دوسرا درجہ خواص کے لئے یعنی ان کے لئے جو عوام کی نسبت زیادہ تر قرب الٰہی کے ساتھ خصوصیت پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور تیسرا درجہ خواص الخواص کے لئے جو قرب کے کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں۔

اوّل مرتبہ توحید کا تو یہی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کی جائے اور ہر ایک چیز جو محدود اور مخلوق معلوم ہوتی ہے خواہ زمین پر ہے خواہ آسمان پر اس کی پرستش سے کنارہ کیا جائے۔

دوسرا مرتبہ توحید کا یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے تمام کاروبار میں مؤثر حقیقی خدا تعالٰے کو سمجھا جائے۔ اور اسباب پر اتنا زور نہ دیا جائے جس سے وہ خدا تعالٰے کے شریک ٹھہر جائیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ زید نہ ہوتا تو میرا نقصان ہوتا اور بکر نہ ہوتا تو میں تباہ ہو جاتا۔ اگر یہ کلمات اس نیت سے کہے جائیں کہ جس سے حقیقی طور پر زید و بکر کو کچھ چیز سمجھا جائے تو یہ بھی شرک ہے۔

تیسری قسم توحید کی یہ ہے کہ خدا تعالٰے کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھانا اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرنا"

(کتاب البریہ ص۶۵-۶۶)

دُنیا سے معبودانِ باطلہ کی پرستش کے اُٹھ جانے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متضرعانہ دُعائیں

" اے میرے قادر خدا! میری عاجزانہ دعائیں سُن لے اور اس قوم کے کان اور دِل کھول دے۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودان کی پرستش دُنیا سے اٹھ جائے۔ اور زمین پر تیری

پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستباز اور موحد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے آمین۔ اے میرے قادر خدا! مجھے یہ تبدیلی دُنیا میں دکھا اور میری دعائیں قبول کر جو ہر یک طاقت اور قوت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا! ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین

واٰخرُ دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴)

اے قادر خدا! اے اپنے بندوں کے رہنما! جیسا تُو نے اس زمانہ کو صنائع جدیدہ کے ظہور و بروز کا زمانہ ٹھہرایا ہے ایسا ہی قرآن کریم کے حقائق معارف ان غافل قوموں پر ظاہر کر۔ اور اب اس زمانہ کو اپنی طرف اور اپنی کتاب کی طرف اور اپنی توحید کی طرف کھینچ لے۔ کفر اور شرک بڑھ گیا اور اسلام کم ہو گیا۔ اب اے کریم! مشرق اور مغرب میں توحید کی ایک ہوا چلا۔ اور آسمان پر جذب کا ایک نشان ظاہر کر۔ اے رحیم! تیرے رحم کے ہم سب محتاج ہیں۔ اے ہادی! تیری ہدایتوں کی ہمیں شدید حاجت ہے۔ مبارک وہ دن جس میں تیرے انوار ظاہر ہوں۔ کیا نیک ہے وہ گھڑی جس میں تیری فتح کا نقارہ بجے۔ توکلنا علیک ولاحول ولاقوۃ الا بک وانت العلی العظیم۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴ حاشیہ در حاشیہ)

۱۰
دسویں پیشگوئی

خلافتِ اسلامیہ کے جنتی نظام کا اجرا اور معاشرہ اسلامی کے خصائص کا ظہور

قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ

حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر جس طرح ایمان ثریا سے لایا جا کر قلوب مومنین میں راسخ کر دیا جانا تھا اور رسمی اسلام کی بجائے حقیقی اسلام نے اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات کی تجلیات سے دُنیا کو منور کرنا تھا۔ اس طرح اب آسمانی بادشاہت خلافتِ اسلامیہ کا وہ جنتی نظام جو مسلمانوں سے چھن گیا تھا آپ کے عہد میں اُس کا دوبارہ قائم ہونا مقدر تھا۔ جس کے بحال ہونے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے بشارت فرما دی تھی۔ چنانچہ فرمایا:۔

ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت جاری ہو گی۔

شیعہ صاحبان کے نزدیک بھی قائم آل محمد (مہدی) کے وقت خلافت کا دور جاری ہونا مسلم ہے۔ چنانچہ

عَنْ ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم منا المہدی فاما القائم فیاتیہ الخلافۃ ولم یہرق فیہا محجمۃ من دم

(ناسخ التواریخ جلد ۱ صفحہ ۱۸۹ ج)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی ہم میں سے ہوگا۔ اور اس قائم (مہدی) کو خلافت اس طرح ملے گی کہ اس کے حصول میں ایک سینگی بھر خون نہیں بہانا پڑے گا۔

سو ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ

انی انزلت معک الجنّۃ	وہ جنّت جو دُنیا سے اٹھا دی گئی تھی تیرے
(تذکرہ ص۲٦٠)	نزول کے ساتھ اسے بھی نازل کر دیا گیا۔

اور یہ الہام بھی ہوئے:

یَاٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ	اے آدم تُو اور تیرے ساتھی جنّت میں رہ
یَا اَحْمَدُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ	اے احمد تو اور تیرے ساتھی جنّت میں رہ
(تذکرہ ص۷۰)	

اور حضور کی جماعت[1] کو مخاطب کر کے فرمایا

فَادْخُلُوا الْجَنَّۃَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ	پس جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ انشاء اللہ امن کے ساتھ
(تذکرہ ص۹٦)	

نیز فرمایا

دَخَلْتُمُ الْجَنَّۃَ وَمَا عَلِمْتُمْ اَ الْجَنَّۃُ	تم جنّت میں داخل ہو گئے۔ تمہیں کیا پتہ کہ جنّت کیا
ذَالِکَ الْیَوْمُ الْاٰخِرُ۔ (تذکرہ ص۴٦)	ہے۔ یہ وہی آخری زمانہ ہے جس میں جنّت کا قیام مقدر تھا

---

[1] یہ وہ جماعت، دینی مجاہدات کرتے ہوئے ایمان کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کی کوشش کرتی اور اس دنیا میں جنتی بشارت پانے کی خاطر الوصیت کے اس جنتی نظام میں منسلک ہو جاتی ہے جس میں دجّالی اقوام کے تمام جہنمی نظاموں کے قلع قمع کرنے کی زبردست طاقت ہے۔ یہ دُنیا جس کو مغربی تہذیب دجّالی نے جہنم کدہ بنا رکھا ہے اس کی نجات اسی جنتی نظام وصیت سے ہی وابستہ ہے اور اس کی بنیاد بحکم خداوندی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۵ء میں رکھدی ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف نظام نو میں فرماتے ہیں "اے دوستو! دنیا کا نیا نظام نہ مسٹر چرچل بنا سکتے ہیں نہ مسٹر روزویلٹ بنا سکتے ہیں۔ یہ اٹلانٹک چارٹر کے دعوے سب ڈھکوسلے ہیں اور اس میں کئی نقائص کئی عیب اور کئی خامیاں ہیں نئے نظام وہی لاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں ... پس آج وہی تعلیم امن قائم کرے گی جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آئی ہے اور جس کی بنیاد الوصیت کے ذریعہ ۱۹۰۵ء میں رکھدی گئی ہے۔ (نظام نو ص۱۲۲) اس کی کسی قدر تفصیل آگے بھی اپنے موقع پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۱۲ منہ)

اس کے علاوہ حضورؑ کو یہ بھی الہام ہوا کہ

"سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ" (تذکرہ ص۵۷)

نیز یہ بھی الہام ہوا کہ

"جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ" (تذکرہ ص۳۰۲)

سُنو! آج صفحۂ زمین پر صرف یہی ایک جماعت ہے یعنی جماعت احمدیہ جو ایک امام، در خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر جمع ہے۔ جماعت ان افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو ایک امام کی ماتحتی میں متحد ہو کر کام کرنے کا فیصلہ کر چکے ہوں اور ایک متحدہ پروگرام کے مطابق کام کر بھی رہے ہوں پس آپ دیکھ لیں۔ کیا اس وقت دُنیا کے مسلمان کسی ایک شخص کے ماتحت ہو کر اور آپس میں مل کر کام کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ یا ان کا کوئی متحدہ پروگرام ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کا آپس میں سخت اختلاف۔ تشتت اور پراگندگی ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف "احمدیت کا پیغام" میں تحریر فرماتے ہیں:

"پس اس وقت مسلمان بھی ہیں۔ مسلمانوں کی حکومتیں بھی ہیں۔ اور ان میں بعض حکومتیں خدا تعالیٰ کے فضل سے مضبوط ہو رہی ہیں۔ لیکن پھر بھی مسلمان ایک جماعت نہیں ... گو خدا تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کی سیاسی حالت بہتر ہو رہی ہے۔ اور بعض نئی اسلامی حکومتیں قائم ہو رہی ہیں لیکن باوجود اس کے دُنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک اسلامی جماعت نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ مختلف سیاستوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اور الگ الگ حکومتوں میں تقسیم ہیں۔ ان سب کی آواز کو ایک جگہ جمع کرنے والی کوئی طاقت نہیں۔ مگر اسلام تو عالمگیر ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے ... ... جب دُنیا کے ہر ملک کے مسلمان اسلام کے نام کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں تو اسلامی جماعت وہی ہو سکتی ہے

جو ان سارے گروہوں کو اکٹھا کرنے والی ہو۔ اور جب تک ایسی جماعت دُنیا میں قائم نہ ہو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کی کوئی جماعت نہیں۔ گو حکومت ہے اور سیاست ہے۔ اس طرح متحدہ پروگرام کا سوال ہے۔ جہاں ایسا کوئی انتظام نہیں جو ساری دُنیا کے مسلمانوں کو اکٹھا کر سکے وہاں مسلمانوں کا کوئی متحدہ پروگرام بھی نہیں۔ نہ سیاسی۔ نہ تمدنی۔ نہ مذہبی ... ... پس پروگرام کے لحاظ سے بھی مسلمان ایک جماعت نہیں ایسی صورت میں اگر کوئی جماعت قائم ہو اور مذکورہ بالا دونوں مقاصد کو لے کر قائم ہو۔ تو اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک نئی جماعت بن گئی۔ میں ان دوستوں سے جن کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ باوجود ایک نماز۔ ایک قبلہ۔ ایک قرآن اور ایک رسول ہونے کے پھر احمدی جماعت نے الگ جماعت کیوں بنائی کہتا ہوں کہ وُہ اس نکتہ پر غور کریں اور سوچیں کہ اسلام کو پھر ایک جماعت بنانے کا وقت آچکا ہے ... ... اسلامی حکومتیں اپنی اپنی جگہ پر اپنا کام کر رہی ہیں لیکن ان کی موجودگی میں بھی ایک خلا باقی ہے۔ ایک کمی باقی ہے اور اسی خلا اور اسی کمی کو پورا کرنے کے لئے احمدیہ جماعت قائم ہوئی ہے ... ... احمدیت صرف اس غرض کے لئے کھڑی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کی دینی حالت کو درست کرے اور انہیں ایک رشتہ میں پروئے تاکہ وہ مل کر اسلام کے دشمنوں کا اخلاقی اور روحانی ہتھیاروں سے مقابلہ کر سکیں ... ... اب جماعت احمدیہ قریباً ہر ملک میں قائم ہے۔ ہندوستان میں بھی۔ افغانستان میں بھی۔ ایران میں بھی۔ عراق میں بھی، شام میں بھی، فلسطین میں بھی، مصر میں بھی اٹلی میں بھی۔ انڈونیشیا۔ ملایا۔ ایسٹ افریقہ۔ ایبے سینیا۔ ارجنٹائن

غرض ہر ملک میں تھوڑی یا بہت جماعت موجود ہے اور ان ممالک کے اصلی شہریوں میں سے جماعت موجود ہے ... ... بیشک جماعت احمدیہ تھوڑی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے جماعت اسلامی قائم ہو رہی ہے ہر ملک میں کچھ نہ کچھ افراد اس میں شامل ہو کر ایک عالمگیر اتحاد کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ اور ہر سیاست کے ماننے والے لوگوں میں سے کچھ نہ کچھ آدمی اس میں شامل ہو رہے ہیں ایسی تحریکوں کی ابتدا شروع میں چھوٹی ہوا کرتی ہے لیکن ایک وقت میں جا کر ایک قوت حاصل کر لیتی ہیں۔ اور چند دنوں میں اتحاد اور اتفاق کا بیج بونے میں کامیاب ہو جاتی ہیں ... ... پروگرام کے لحاظ سے بھی جماعت احمدیہ ہی ایک متحدہ پروگرام رکھتی ہے اور کوئی جماعت متحدہ پروگرام نہیں رکھتی۔ جماعت احمدیہ عیسائیت کے حملہ کا پورا اندازہ لگا کر ہر ملک میں اس کا مقابلہ کر رہی ہے۔"

(احمدیت کا پیغام ص۲۲ تا ص۲۷)

جماعت احمدیہ کی اس تنظیم اور اسلامی خدمات کی ساری دُنیا معترف اور مداح[1] ہے۔ مسلمانوں نے تنظیم ملت اور جماعتی اتحاد کی خاطر ہر ممکن کوشش کی اس کے لئے متعدد سوسائٹیاں قائم

---

[1] چنانچہ محترم ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب ایم اے ایل ایل بی پی ایچ ڈی لاہور نے اپنے ایک مضمون میں لکھا:-

الف: "تحریک احمدیت کی ان زبردست کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وہ مسلمان جو اٹھارہویں صدی میں اپنی موت پر دستخط کئے ہوئے تھے خدا کے فضل سے اپنے اندر زندگی کی ایک بڑھتی لہر محسوس کرتے ہوئے اعلان عام کر رہے ہیں کہ یہ بیسویں صدی ہر جگہ مسلمانوں کے لئے نشأۃ ثانیہ بیداری کا آغاز ہے۔"

(رسالہ استقلال لاہور ص۱۰)

ب: الحاج جناب عبدالوہاب عسکری عراقی نمائندہ مؤتمر عالم اسلامی تحریر فرماتے ہیں:-

"جماعت احمدیہ کے افراد نے دین اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں ان میں تبلیغی لحاظ سے وہ ساری دنیا پر

ہوئیں۔ کئی تنظیمیں تجویز کی گئیں۔ تنظیم ملت کے لئے جرائد و اخبار بھی نکالے گئے۔ مگر باوجود ان تمام مساعی کے امت اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ وجہ یہ ہے کہ ان کے پیچھے وہ آسمانی رُوح نہ تھی جو

بقیہ حاشیہ ص۸۵ ۔ فوقیت حاصل کر چکے ہیں ... ... یہ لوگ اعلائے کلمۃ الدین کے لئے ہر قسم کے ممکن ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کے بڑے بڑے کارناموں میں محکمہ تبشیر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے نیز وہ مسجدیں ہیں جو انہوں نے امریکہ افریقہ اور یورپ کے مختلف شہروں میں بنائی ہیں اور یہی وہ سنتِ ناطقہ ہے جن کو لے کر وہ کھڑے ہوئے ہیں اور اس کے ذریعہ اسلامی خدمات بجا لا رہے ہیں اور اس بات میں شک نہیں کہ اسلام کا درخشندہ مستقبل انہیں سے وابستہ ہے۔"

(مشاھداتی فی سماء الشرق ص۴۳-۴۵)

ج :- مصر کے مشہور اخبار الفتح کے ایڈیٹر صاحب ۷ار جمادی الآخرۃ ۱۳۵۸ھ کے پرچہ میں لکھتے ہیں :-

"اسلام کی طرف منسوب ہونے والے تمام فرقوں میں سے صرف قادیانی فرقہ ہی زندہ اور بیدار فرقہ ہے اس کے یورپ اور مشرق میں پھیلے ہوئے تبلیغی مشن، مساجد اور مدارس دیکھنے سے یقین ہو جائے گا کہ سچا اور مخلص مومن کون ہے۔"

د :- ہفت روزہ "ہماری زبان" علی گڑھ ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۸ء میں لکھتا ہے :-

"موجودہ زمانہ میں احمدی جماعت نے منظم تبلیغ کی جو مثال قائم کی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ لٹریچر، مساجد اور مدارس کے ذریعہ یہ لوگ ایشیا، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے دُور دراز گوشوں تک اپنی کوششوں کا سلسلہ قائم کر چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے غیر مسلم جماعتوں میں ایک گونہ اضطراب پایا جاتا ہے کاش دوسرے لوگ بھی ان کی مثال سے سبق لیتے۔"

ھ :- مشرقی افریقہ کے ایک مشہور و معروف مسلمان لیڈر مسٹر عبداللہ فنڈیکیرا (سابق وزیر انصاف حکومت تنزانیہ) اپنے ایک خاص بیان میں جو موصوف نے اپنی قلم سے سواحیلی زبان میں لکھ کر بھجوایا یہ لکھا کہ :

"مشرقی افریقہ میں احمدیہ جماعت نے گذشتہ ۲۵ سال میں دو جنگیں لڑی ہیں۔ ایک جنگ عیسائیوں کے ساتھ جو انتہائی دل آزار طریق پر اسلام اور حضرت بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گستاخانہ رنگ میں تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ احمدی مبلغین نے ان کا جرأت کے ساتھ مقابلہ

(باقی ص۸۷ پر)

رُوح خدا کا مامور مبعوث ہو کر جماعت و ملت میں پھونک دیتا ہے۔ جس سے وہ جماعت زندہ اور فعّال اُمت کہلاتی ہے۔ اور اس کا ایمان حقیقی ایمان ہوتا ہے۔ جو اپنے معجزانہ آثار و نشانات سے پہچانا

بقیہ حاشیہ ص۸۶ :- کرتے ہوئے عیسائیت کو ناقابل عمل اور ناقابل قبول ثابت کر کے پادریوں کے مونہہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے اور حمایت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ دوسری جنگ غیر از جماعت مسلمانوں کے ساتھ، پے در پے کفر کے فتوے لگا کر انہیں اسلام سے خارج قرار دیتے تھے۔ مگر اس جماعت نے اپنے اخلاق کام اور تبلیغ اسلام کے زبردست کام سے ان پر بالعموم اور مسلمانوں کے سمجھدار طبقہ پر بالخصوص یہ ثابت کر دیا کہ یہ جماعت اسلام کی پیرو اور اسلام کی سچی خدمت گذار ہے۔"

(احمدیت یعنی اسلام کی نشأۃ ثانیہ ص۷۹-۸۰ تقریر محترم شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ)

و : سوئٹزرلینڈ کے عیسائی مشنوں کی مشترکہ کونسل کے ایک پندرہ روزہ ترجمان نے لکھا :- "احمدیہ تحریک کی ترقی بے پناہ امنگوں اور اپنی حیران کن کامیابیوں کے ساتھ ہم عیسائیوں کے لئے بالعموم اور ہماری نئی نسلوں کے نوجوانوں کے لئے بالخصوص ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔" (ر ر ص۷۱-۷۲)

ز : مسٹر والٹر۔ اپنی تصنیف "احمدیہ موومنٹ" میں لکھتے ہیں :-

"میں نے ۱۹۱۶ء میں قادیان جا کر ایک ایسی جماعت دیکھی جس میں مذہب کے لئے وہ سچا اور زبردست جوش موجود تھا جو ہندوستان کے عام مسلمانوں میں مفقود ہے۔ قادیان میں جا کر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کو محبت اور ایمان کی وہ روح جسے وہ عام مسلمانوں میں بے سود تلاش کرتا ہے احمد کی جماعت میں بافراط پالے گا۔"

ح :- سیکنڈے نیویا کی ایک تنظیم کی مقررہ کردہ کمیشن کے ایک رکن (Beulikwitng) نے جو رپورٹ انہوں نے تیار کی اس میں انہوں نے لکھا کہ :-

"یہ جماعت اسلام کی ترقی کے لئے بے پناہ جذبہ رکھتی ہے اور اسلامی ممالک (باقی ص۸۸ پر)

جاتا ہے۔ اس میں ایک ایسی غیر معمولی قوت بھر دی جاتی ہے جس کی نظیر دوسروں میں نہیں پائی جاتی وہ جہاں اور جدھر رُخ کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی نصرت و فتح کا ہاتھ ان پر نمایاں نظر آتا

بقیہ حاشیہ ص۸۷ :۔ میں سے عیسائی اثرات کو دُور کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہی ہے احمدیہ جماعت اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ واپس لانے کے لئے اپنی کوششوں میں ممتاز ہے۔ اور اس طرح اس جماعت کی یہ بھی کوشش ہے کہ مسلمانوں کی قومی برتری ثابت ہو اور عزت نفس قائم ہو۔ ایک لمبے عرصے سے ربوہ سے تبلیغی کوششوں کو جاری رکھا جا رہا ہے جس کے نتیجہ میں ساری دُنیا میں احمدیہ جماعتیں قائم ہو گئی ہیں مثلاً مغربی افریقہ، امریکہ، جنوبی مشرقی ایشیا اور متعدد یورپین ممالک میں اس جماعت کے افراد پائے جاتے ہیں"

(جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ واشاعت تقریر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر تحریک جدید)

ط :۔ ہربرٹ گوٹس شالک Herbert gotts chalk اپنی کتاب Welt Macht Islam) میں لکھتے ہیں :۔

"آج اسلام عقائد کی اشاعت کے لئے تلوار استعمال نہیں کر رہا۔ مقدس جنگ کا رُخ صرف ہاتھ استعماری طاقتوں کی طرف ہے۔ لیکن امن پسند جماعت احمدیہ کرہ ارض کے تقریباً تمام ممالک میں تبلیغی مہمات میں مصروف ہے ... ... جدید اسلام کی یہ شاخ خاص اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اب یہ مسیحی دُنیا میں جڑیں پکڑ رہی ہے۔ یہی جماعت جو مسیحیوں کو حلقۂ اسلام میں کھینچ لانے کے لئے پُر زور تبلیغ کر رہی ہے۔ ہم نے قبل ازیں مسلمانوں کے اندر مسیحیت کی تبلیغ میں مشکلات کا ذکر کیا ہے اب اس جماعت کی تبلیغی مساعی کا ہدف خود مسیحیت بن گئی ہے۔ اس جماعت نے یورپ، امریکہ افریقہ، ایشیا اور آسٹریلیا کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مشنوں کے قیام کے ذریعہ مسیحی دُنیا میں ایک رخنہ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو ڈال دیا ہے۔ یہ جماعت مؤثر پروپیگنڈا کا نظام رکھتی ہے۔ تقاریر کی جاتی ہیں۔ اخبارات شائع کئے جاتے ہیں اور ریڈیو کو اپنے خیالات کی اشاعت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے"۔ (" ص۱۲-۱۳)

ی :۔ پروفیسر Keeler Hall ایک جرمن مستشرق ہیں۔ انہوں نے رسول کریم

(باقی ص۸۹ پر)

آتا ہے اور وہ یداللہ علی الجماعۃ اور اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کا زندہ نمونہ ہوتے ہیں۔ دُنیا میں رہتے ہوئے وہ بہشت اور بہشتی زندگی کے وارث بن جاتے ہیں۔

واضح ہو کہ ایک بہشت تو وہ ہوتا ہے جس کا حصول شخصی اور فردی مجاہدات سے وابستہ ہوتا ہے۔ جب انسان تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کے ذریعہ نفس امّارہ کو رام کر لیتا اور نفس لوّامہ سے بھی بلند تر ہو کر نفس مطمئنہ کے مقام کو پا لیتا ہے تب اللہ تعالےٰ کی طرف سے عبودیت الٰہیہ کا رُوحانی انعام ملتا ہے اور یہ آسمانی خطاب پاتا ہے۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ
ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً
مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي
وَادْخُلِي جَنَّتِي ۔
(الفجر آیت ۲۸ تا ۳۱)

اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اسے پسند کرنے والا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی۔ پس تیرا رب تجھے کہتا ہے کہ آ میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور آ میری جنت میں بھی داخل ہو جا۔

یہ بہشت فردی اور شخصی نوعیت کا ہوتا ہے۔ خلافتِ راشدہ کے اُٹھ جانے کے بعد بھی اُمّت میں ہزاروں لاکھوں ایسے اولیاء و ابدال گزرے ہیں جو اس جنّت کے وارث ہوئے

بقیہ حاشیہ ص۸۸ :۔ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں جماعت احمدیہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے :۔

"جماعت احمدیہ (کو) ... ... موجودہ دَور کی ایک تبلیغی تحریک کہا جا سکتا ہے یہ خود اپنے دعوے کے مطابق پہلے ادراصل اسلام کو تمام دُنیا میں پھر سے قائم کرنے کا عزم رکھتی ہے اور اسے آخری آسمانی تعلیم کے طور پر پھیلانے میں کوشاں ہے احمدیت عالم اسلام میں وہ پہلی غیر معمولی تحریک ہے جو ایک باقاعدہ نظام کے ماتحت غیر مسلم ممالک میں تبلیغی جدوجہد کر رہی ہے وہ مسیحی مشنوں کی طرح اپنے باقاعدہ تیار کئے ہوئے مبلغ بھیجتی ہے۔ سکول جاری کرتی ہے اور کتب و رسائل کی مدد سے اسلام کو پھیلانے اور لوگوں کو مسلمان بنانے میں سرگرم عمل ہے"۔ (" ص۱۴-۱۵)

مگر باوجود اس کے مسلمان بحیثیت جماعت اُس جنتی نظام[۱] سے محروم رہے جو خلافتِ اسلامیہ کے
ذریعہ قومی اور جماعتی طور پہ تنظیمِ ملّت کے رشتہ میں پروئے جانے سے میسر آتا ہے۔ کیونکہ

۱۔ یہ جنتی نظام جو خلافت علیٰ منہاج النبوت کے ذریعہ قائم ہونا تھا ایسے شاندار دور کے قیام کے لئے امتِ مرحومہ کی پاک تمنائیں اور دلی دعائیں جاری تھیں اس کے لئے بزرگانِ سلف زندگی بھر دعائیں کرتے رہے اور دعاؤں ہی کی تلقین کرتے ہوئے دنیا سے گزر گئے۔

الف: چنانچہ حضرت مولانا سید محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"نزولِ نعمتِ الٰہی یعنی ظہورِ خلافتِ راشدہ سے کسی زمانہ میں مایوس نہ ہونا چاہیئے اور
اسے مجیب الدعوات سے طلب کرتے رہنا چاہیئے۔ اور اپنی دعا کی قبولیت کی امید رکھنا
اور خلیفۂ راشد کی جستجو میں ہر وقت ہمت صرف کرنا چاہیئے۔ شاید کہ یہ نعمت کا مالک
زمانہ میں ظہور فرمادے اور خلافتِ راشدہ اسی وقت ہی جلوہ گر ہو جاوے۔"

(منصبِ امامت ص۹۶ اردو ترجمہ مطبوعہ گیلانی پریس۔ لاہور)

ب:۔ علامہ اقبال بھی اسی کی تڑپ رکھتے ہوئے یہ کہہ گئے مگر افسوس کہ وقت کی نعمت کو پہچان نہ سکے

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے | نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار | لا کہیں ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
(بانگِ درا)

ج:۔ سید سلیمان صاحب ندوی فرماتے ہیں:۔

"اس وقت دنیائے اسلام منتشر اور پراگندہ گھرانوں کا مجموعہ ہے جن میں کوئی رئیس بیعت نہیں
اور اس کا علاج خلافت اور امامتِ کبریٰ کے منصب کا قیام ہے۔"

(اخبار تنظیم ۲ دسمبر ۱۹۳۵ء)

د:۔ ایڈیٹر اخبار الامان لکھتا ہے:۔

"مرکزیت ہی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کے فقدان نے فرزندانِ توحید کو تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ بجلی اپنے مرکز سے تمام شہر کو بقعۂ نور بنا دیتی ہے اگر مسلمانوں میں بھی کوئی مرکزی اقتدار و شان رکھنے والا رہنما پیدا ہو جائے جس کی آواز پر لوگ لبیک کہیں

(باقی ص۹۱ پر)

فرد تنہا از مقاصد غافل است | قوتش آشفتگی را مائل است
فرد می گیرد ز ملّت احترام | ملّت از افراد می یابد نظام
فرد تا اندر جماعت گم شود | قطرۂ وسعت طلب قلزم شود

بقیہ حاشیہ ۹۰:۔ اور دیوانہ وار اس کی طرف دوڑنے لگیں تو سمجھ لیجئے کہ ہمارے نوّے فی صد مصائب کا اسی دن خاتمہ ہو جائے۔ مسلمان تو اس وقت بے سردار کی فوج کے ہیں۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے ایک مقتدر رہنما کی ضرورت ہے جب تک کوئی بااثر رہنما پیدا نہ ہوگا اس وقت تک ہمارا انتشار و زوال دور نہیں ہو سکتا۔" (اخبار الامان ۱۷ اگست ۱۹۳۰ء)

ھ: مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:۔

"قوموں اور ملکوں میں اس اجتماع و ائتلاف کی صالح و حقیقی زندگی پیدا کر دینا محض انسانی تدبیر سے ممکن نہیں، دنیا میں کوئی انسانی تدبیر و طاقت پیدا نہیں کر سکتی یہ کام صرف اللہ ہی کی توفیق و رحمت اور اس کی وحی و تنزیل کا ہے کہ بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بنا دے۔" (اخبار زمزم ۱۱ فروری ۱۹۲۲ء)

نیز مولانا موصوف اپنی تصنیف "مسئلہ خلافت" میں لکھتے ہیں:۔

"کتاب و سنت نے جماعتی زندگی کے تین رکن بتلائے ہیں۔ تمام لوگ کسی ایک صاحبِ علم و عمل مسلمان پر جمع ہو جائیں اور وہ ان کا امام ہو۔ وہ جو کچھ تعلیم دے ایمان و صداقت کے ساتھ قبول کریں قرآن و سنت کے ماتحت اس کے جو کچھ احکام ہوں ان کی بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں۔ سب کی زبانیں گونگی ہوں صرف اسی کی زبان گویا ہو۔ سب کے دماغ بے کار ہو جائیں صرف اسی کا دماغ کارفرما ہو۔ لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ صرف دل ہو جو قبول کرے۔ صرف ہاتھ پاؤں ہوں جو عمل کریں اگر ایسا نہیں ہے تو ایک بھیڑ ہے۔ ایک انبوہ ہے جانوروں کا ایک جنگل ہے۔ کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ہے مگر نہ تو جماعت ہے نہ "امت" نہ "قوم" نہ "اجتماع" اینٹیں ہیں مگر دیوار نہیں۔ کنکر ہیں مگر پہاڑ نہیں، قطرے ہیں مگر دریا نہیں۔ کڑیاں ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے کر دی جا سکتی ہیں مگر زنجیر نہیں ہے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کر سکتی ہے۔" (ص۱۹۱-۱۹۲)

و:۔ فاضل مدیر اخبار تنظیم اہلحدیث لاہور لکھتا ہے:۔ "اگر زندگی کے ان آخری لمحات میں ایک دفعہ

(باقی ص۹۲ پر)

فرد را ربطِ جماعت رحمت است — جوہرِ او را کمال از ملت است

ملت از آئینِ حق گیرد نظام — از نظامِ محکمے خیزد دوام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱ :۔ بھی خلافت علی منہاج نبوت کا نظارہ نصیب ہوگیا۔ تو ہو سکتا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی بگڑی سنور جائے۔ اور روٹھا ہوا خدا پھر سے من جائے۔ اور بھنور میں گھری ہوئی ملت اسلامیہ کی یہ ناؤ شاید کسی طرح سے اس کے نرغے سے نکل کر ساحل عافیت سے ہمکنار ہو جائے ورنہ قیامت میں ہم سب سے خدا پوچھے گا کہ دُنیا میں تم نے ہر ایک اقتدار کے لئے زمین ہموار کی۔ کیا اسلام کے غلبہ اور قرآن حکیم کے اقتدار کے لئے بھی کچھ کیا۔" (تنظیم اہلحدیث لاہور ۱۲ ار ستمبر ۱۹۶۹ء)

محترم مدیر صاحب اخبار تنظیم اہلحدیث اگر نظر انصاف وا فرما کر دنیا پہ نگاہ ڈالتے تو انہیں صاف نظر آجاتا کہ اس وقت صفحۂ ارضی پر ایک جماعت (جماعت احمدیہ) موجود ہے جو اسلام کے غلبہ و اقتدار اور اس کی اشاعت و تبلیغ کا فریضہ بجالانے میں ہمہ تن منہمک ہے اور بفضلہ تعالیٰ وہ اس میں بہت حد تک شاندار نتائج کامیابی کی حامل ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں غیروں کی زبانی ان کی مدح و توصیف کے اقتباسات پیش کئے جا چکے ہیں۔ پس غور کرو کہ یہ توفیق صرف اس جماعت کو کیوں میسر آ رہی ہے۔

سُنو ! حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :۔

" دیکھو ہم ساری دُنیا میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ مگر تم نے کبھی غور کیا کہ یہ تبلیغ کس طرح ہو رہی ہے یہ تبلیغ محض خلافت کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ایک مرکز ہے جس کے ماتحت وہ تمام لوگ جن کے دِل میں اسلام کا درد ہے اکٹھے ہو گئے ہیں اور اجتماعی طور پر اسلام کے غلبہ اور اس کے احیاء کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ وہ بظاہر چند افراد نظر آتے ہیں۔ مگر ان میں ایسی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ بڑے بڑے اہم کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح آسمان سے پانی قطروں کی صورت میں گرتا ہے پھر وہی قطرے دھاریں بن جاتے ہیں اور وہی دھاریں بہنے والے دریا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسیطرح ہمیں زیادہ سے زیادہ قوت اور شوکت حاصل ہوتی چلی جارہی ہے۔" (الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء)

س ۔ آخو میں ایک رائے غلام احمد صاحب پرویز کی بھی سُن لیجئے۔ آپ لکھتے ہیں :۔

" نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صورت یہ نہیں تھی کہ ہر شخص اپنے مفہوم کے مطابق خدا

از یکے آئینی مسلماں زندہ است — پیکرِ ملت ز قرآں زندہ است

(رموزِ بے خودی)

سُنو ! یہ جنتی نظام نبی اور اس کے خلفاء کے ساتھ وابستہ ہونے سے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے موعود اقوام عالم حضرت مہدی معہود اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کر خلافتِ اسلامیہ کا وہ جنتی نظام ملت میں پھر سے قائم کر دیا ہے

۱

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ : اور رسول کی اطاعت کر لیتا تھا۔ اس کی صحیح شکل یہ تھی کہ حضور کے بعد جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوئی تھی اس سے پوچھا جاتا تھا کہ فلاں معاملہ میں خدا اور رسول کی اطاعت کس طرح کی جائے گی جو فیصلہ وہاں سے ملتا اسے خدا اور رسول کی اطاعت سمجھا جاتا اس سے وحدت امت قائم تھی۔ جب خلافت باقی نہ رہی تو خدا اور رسول کی اطاعت انفرادی طور پر ہونے لگی۔ اس سے امت میں افتراق پیدا ہوا امت میں دوبارہ وحدت پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم کی جائے اور اس کے فیصلوں کے مطابق خدا اور رسول کی اطاعت کی جائے۔ اس خلافت کو بغرض اختصار مرکز ملت یا اسلامی نظام سے تعبیر کیا جاتا ہے " (رسالہ طلوع اسلام مئی مارچ ۱۹۶۲ء)

محترم پرویز صاحب !

مگر یہ بھی یاد رکھئے کہ خلافت علی منہاج نبوت محض انسانی کوششوں اور قومی منصوبوں سے قائم نہیں کی جاتی۔ بلکہ اس کا قیام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید میں قیام خلافت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے جیسے فرمایا "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ" ۔ اور اس کی صورت یہی ہوتی ہے کہ پہلے نبی مبعوث فرماتا ہے جس کی صحبت میں رہ کر ایسے نفوس طیبہ (صحابہ) تیار ہوتے ہیں جو اس کے رنگ میں رنگین ہو کر دُنیا میں نظام نبوت قائم کرنے کے لئے عملی نمونہ بنتے ہیں۔ پھر نبی کی وفات پر ایسے پاک اور مقدس نفوس جو مؤید بروح القدس ہوتے ہیں ان کی بے لاگ رائے اور بے لَوث رعایت دوٹوں سے خلیفہ کا انتخاب کیا جاتا ہے علیٰ ھذا القیاس ان کے بعد بھی انہیں کے نقش قدم پہ چلنے والے قدسی صفات نفوس کی کثرت رائے سے انتخاب ہوتا ہے

۱۲ منہ

مسلمان اپنی ہی غلطیوں اور کوتاہیوں کے باعث کھو چکے تھے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ؎

خلوصِ دل کی نعمت مِل گئی ہے
اسی دُنیا میں جنّت مِل گئی ہے
گنوادی تھی جو نادانی سے تنویرؔ[1]
ہمیں پھر وہ خلافت مِل گئی ہے

اے ارضِ پاکستان! تجھے مبارک ہو کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے مدنی مرکز بننے کا شرف آج تجھے حاصل ہے۔ روئے زمین پہ تو ہی ایک ایسا خطّہ ہے جہاں سے مبلغینِ اسلام اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نکل کر اکنافِ عالم میں فریضہ تبلیغ اسلام بجالا رہے ہیں تو ہی وہ پاک خطّہ ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو انکشاف ہُوا تھا کہ کسی وقت وہ جماعت احمدیّہ کی ہجرت گاہ بننے والا ہے۔ چنانچہ حضور رسالہ "دافع البلاء" ص۲۱ میں الہام " وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ " درج فرما کر اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

"اور کہہ کہ خدایا پاک زمین میں مجھے جگہ
دے۔ یہ ایک روحانی طور کی ہجرت ہے"

جس کو حضور نے رُوحانی ہجرت گاہ سمجھا۔ اللہ تعالےٰ نے اسے ظاہری ہجرت گاہ بھی قرار دے دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ماقضیٰ۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"مجھے اللہ تعالےٰ اپنی خاص مشیت کے ماتحت پاکستان لایا ہے تاکہ مسلمانوں کی ایک مضبوط اور طاقتور حکومت بن جائے اور ایک دفعہ پھر اسلامستان قائم ہو جائے۔ جہاں خدا تعالےٰ کی اطاعت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی بادشاہت ہو۔ اور ہم انشاء اللہ اس کو استوار

---

[1] یعنی مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر الفضل ربوہ ۱۲ منہ۔

کرکے چھوڑیں گے بیشک لوگ اسے مجذوب کی بڑ سمجھیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں پاکستان کو ذلّت کے مقام سے اٹھا کر بلندی کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں نہیں کہتا کہ میں اس کام کو مکمل کر لوں گا۔ لیکن میں اس عمارت کو بنتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ لوگ اس عمارت کی تیاری کے لئے کمر ہمت باندھ لیں اور اہم ذمہ داریوں کو جو آزادی کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہیں۔ نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیں۔"

(الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء)

خلافت اسلامی کا نظام

خلافت اسلامی یا آسمانی بادشاہت کا نظام افراد کی اصلاح اخلاق اور تربیت روحانی پر مبنی ہوتا ہے۔ اسکی سیاست حاکمانہ نہیں بلکہ مربیانہ ہوتی ہے۔ اور پاک تربیت کے ذریعہ سے افراد ملّت کو ایک ایسا حُبِّ دین اور عشقِ الٰہی کا شربت کافوری پلایا جاتا ہے جس سے ان کے قلوب میں دُنیا کی محبت سرد پڑ جاتی ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ قوموں اور حکومتوں کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ تو وہ حریص دنیا داروں اور ہوس اقتدار کے بھوکوں کی طرح ملکوں اور قوموں میں فساد برپا نہیں کرتے بلکہ اقوام عالم کے لئے امن وراحت کے دلدادہ ہوتے اور ان کی خوشحالی کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ حجر رکوع ۴ میں معاشرہ اسلامی اور آسمانی بادشاہت کی خصوصیات کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ۔ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ	یقیناً متقی باغوں اور چشموں میں رہیں گے (انہیں کہا جائے گا کہ) تم ان میں سلامتی سے امن کی حالت میں داخل ہو اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی ہم

مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۔

اسے نکال دیں گے ۔ وہ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے انہیں ان میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے

ان آیات میں آسمانی بادشاہت (اسلامی خلافت) کا مقابلہ زمینی حکومت سے کیا گیا ہے زمینی سلطنت سے مراد وہ سلطنت ہے جس کی بنیاد ظلم و تباہی وغیرہ کے سات جہنمی دروازوں پر ہوتی ہے ۔ اس کے بالمقابل آسمانی بادشاہت بھی سات خصائص پر مبنی ہوتی ہے ۔

آسمانی بادشاہت کے چند خصائص

پہلا خاصہ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ زمینی حکومتیں جب کسی علاقہ کو فتح کرتی ہیں تو اپنی قاہرانہ شان دکھانے کے لئے ظلم اور سفاکی کرتی ہیں مگر اسلامی حکومت قوموں کے لئے حقیقۃً امن کا پیغام لے کر آتی ہے ملک میں امن اور سلامتی قائم رکھنا اور قوموں اور رعایا کی خیر خواہی کرنا اور انہیں ترقی کے بام عروج تک لے جانے کی کوشش کرنا اس کے مذہبی فرائض میں شامل ہوتا ہے

دوسرا خاصہ "اٰمِنِيْنَ" ان کے فاتحانہ داخلہ پر قومیں خوش ہوتی اور دلی جذبات کے ساتھ اُن کی آمد پر خوش آمدید کہتی ہیں ۔ اس لئے حاکم اپنی رعایا سے مطمئن اور امن میں ہوتے ہیں ۔

تیسرا خاصہ "وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ" مسلمانوں کے دلوں میں مفتوح اقوام کی گذشتہ کارروائیوں کی وجہ سے کوئی کینہ نہیں ہوتا ۔ ان کے سینے ایسی آلائشوں سے پاک و مصفّٰی ہوتے ہیں ۔

چوتھا خاصہ "اِخْوَانًا" وہ حقیقی مساوات قائم کرتے ہیں ۔ فاتح و مفتوح کا امتیاز نہیں رہتا ۔ بلکہ انہیں اپنا بھائی سمجھتے ہوئے ان کی ہر ممکن امداد کرتے ہیں ۔

پانچویں خصوصیت عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۔ دنیاوی بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ تخت حکومت پر متمکن ہوتے ہی ان کی حرص اقتدار اور ہوس ملک گیری بڑھ جاتی ہے ۔ وہ اپنی حکومت کی توسیع کے لئے دوسروں کے علاقوں پر بلا وجہ جارحانہ حملے کرتے اور متقاتلین بنتے ہیں ۔ مگر خلافتِ اسلامیہ کے ماتحت منتخب ہونے والے امراء و حکام کا رویہ ان عیوب سے پاک ہوتا ہے ۔ وہ "متقاتلین" نہیں بلکہ "متقابلین" ہوتے ہیں ۔ یعنی ایک طرف تو وہ اپنی رعایا کی حفاظت اور ترقی اور کامرانی کے فرائض کی طرف توجہ دیتے ہیں ۔ دوسری طرف اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلقات رکھتے ہوئے ان کی بہبود کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں ۔ قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر مسلمانوں کو اس فریضہ کی طرف یوں توجہ دلائی گئی ہے ۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔

(الممتحنہ آیت ۹)

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے نیکی کرنے اور عدل کا معاملہ کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے نہیں لڑے اور نہ ہی تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۔

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ میں بِرّ کے معنے میں بھلائی اور احسان کرنا اور ترقی دینا اور بڑھانا سب کچھ شامل ہیں ۔

چھٹی خصوصیت لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ دنیوی حکومتیں جب قائم ہوتی ہیں تو چونکہ رعایا کے قلوب پر ان کی حکومت نہیں ہوتی اس لئے رعایا کی مخالفتوں ۔ شورشوں اور بغاوتوں کو دبانے کے لئے انہیں بڑی بڑی مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں وہ امن اور چین سے حکومت قائم نہیں رکھ سکتیں ۔ لیکن اس کے برعکس اسلامی حکومت چونکہ عدل و انصاف کے نیک جذبات سے بھرپور ہوتی ہے ۔ ان کے نیک اخلاق کی وجہ سے رعایا کے قلوب پر ان کی حکومت ہوتی ہے

اس لئے رعایا کی بغاوتوں وغیرہ کا انہیں چنداں خطرہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ اس کی طرف سے بالکل مطمئن ہوتی ہیں۔

ساتویں خصوصیت وَمَاهُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ

دُنیوی گورنمنٹوں کے ظلم اور تعدی سے تنگ آ کر جب مُلک میں بڑے زور سے بغاوتیں کھڑی ہوتی ہیں جنہیں دبانا حکومت کے لئے مشکل ہو جاتا ہے تو بالآخر ان کے لئے ان علاقوں سے نکل کر چلے جانے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں رہتا۔ مگر اسلامی حکومت میں یہ موقعہ ہی نہیں آسکتا کیونکہ اسلامی قانون کے مطابق مفتوحہ اقوام کو اپنا بھائی سمجھنا اور ان کے مناسب حال حقوق دینا مذہبی فرائض میں شامل ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:۔

فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا (سورۂ نور آیت ۳۴) کہ اگر تم ان میں قیامِ امن کی روح پاؤ اور ان کی طبائع میں ہمدردی و اصلاحِ خلق کا جذبہ دیکھو تو تحریری معاہدہ لے کر انہیں بھی اس منصب میں شریک کر لو۔

آج کل جو کسی کو اعلیٰ عہدہ کا چارج پیش کرتے وقت اس سے عہد حلف لیا جاتا ہے یہ بھی درحقیقت اسی حکم ربانی کی تعمیل کا ایک نمونہ ہے۔

مزید خصوصیات

علاوہ ازیں سورۂ صٓ میں اسلامی حکومت کے چند ایک نئے زاویوں کو نمایاں کرتے ہوئے بعض اور خصوصیات کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ (صٓ آیت ۵۰ تا ۵۳)

اور متقیوں کے لئے نہایت اعلیٰ درجہ کا ٹھکانا مقرر ہے یعنی ہمیشہ رہنے والے باغات جن میں ان کے لئے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے وہ ان میں تکیے لگا کر بیٹھے ہوئے ہوں گے اور وہ ان میں بڑی مقدار میں میوے منگوائیں گے اور پینے کی چیزیں بھی اور ان کے پاس نظریں نیچے رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی۔

ان آیات میں مزید خصوصیات ذیل کا بیان ہے:۔

آٹھویں خصوصیت مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ

"مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ" رعایا کی دادخواہی کے لئے حکومت کے دروازے ہر وقت کھلے ہوں گے اور معاشرہ اسلامی میں قومی نشو و ارتقاء کے اداروں کی راہیں سب کے لئے یکساں وا ہوں گی۔

نویں خصوصیت مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا

"مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا" تکیہ پیٹھ کا سہارا ہوتا ہے تکیہ لگانا آرام کی علامت ہے اس میں اشارہ ہے کہ اسلامی حکومت نہایت ہی امن و اطمینان کی ہوگی۔ جن علاقوں پر مسلمان قابض ہوں گے یہ نہیں ہوگا کہ ان کی اقتصادیات پر قبضہ کریں یا ان کی تہذیب و ثقافت وغیرہ کو مٹانے کے درپے ہوں بلکہ انہیں ہر رنگ میں سہولت دے کر اور مکمل امن و آزادی سے خوش حال کر کے ان پر اعتماد رکھتے ہوئے ان کے دلوں پر حکومت کریں گے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو اس سال مغربی افریقہ کا دورہ فرمایا اور اس اثناء میں دنیا بھر کی اقوام کو اسلام کا پیغام محبت دیتے ہوئے حضور نے فرمایا

"آج سے چند صدیاں قبل مسیحیت تمہارے ملکوں میں یہی نعرے لگاتے ہوئے داخل ہوئی تھی کہ ہم پیار کا Peace (ءِ) کا پیغام لے کر آ رہے ہیں لیکن محبت کے اس پیغام کے جھنڈے ان توپوں پر گاڑے گئے تھے جو یورپ کی مختلف فوجوں کے پاس تھیں اور اُن توپوں کے موہنوں سے گولے برسے۔ پھول نہیں برسے۔ اور وہ محبت کا پیغام کامیاب نہیں ہوا۔ نہ اسے ہونا چاہئے تھا نہ وہ ہو سکتا تھا کیونکہ اس سے بہتر اس سے زیادہ پیارا پیغام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کی طرف نازل ہو چکا تھا۔ اب ہم تمہارے پاس محبت کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ اور قریباً پچاس سال سے مختلف ملکوں میں تمہاری خدمت کر رہے ہیں۔ اور تم میں سے ہر شخص بڑا بھی اور چھوٹا بھی۔ حاکم بھی اور محکوم بھی۔ رعایا بھی اور ان کے افسر بھی جانتے ہیں

کہ اس سچا ہیں۔ نہ تاریخ میں نہ ہم نے تمہاری سیاست میں کبھی دلچسپی لی اور نہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ نہ تمہارے مالوں کی طرف ہم نے حرص کی نگاہ اٹھائی۔ تم جانتے ہو کہ ہم نے جو کچھ کمایا وہ تمہارے ملکوں ہی میں لگا دیا۔ اور تم نے جو کچھ نہیں کمایا بلکہ کسی اور نے اور ملک میں کمایا وہ بھی یہاں لائے اور اسے بھی تمہاری خدمت پر لگا دیا۔ مثالیں تو بہت ہیں صرف ایک مثال میں دہراتا ہوں کانو میں ہمارا میڈیکل سنٹر ہے جو چند سال سے وہاں کام کر رہا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام اخراجات نکالنے کے بعد ۱۵ ہزار پونڈ سے زیادہ یعنی تین لاکھ روپے سے زیادہ کی رقم بچی ہوئی تھی۔ چنانچہ گذشتہ دو ایک سال میں یہ ساری کی ساری رقم اس ہسپتال (یعنی جو پہلے کلینک تھا) کی عمارت پر لگا دی گئی۔ بلکہ کچھ قرض لے کر لگا دیا گیا۔ کہ جو اس سے آمد ہوگی اس میں سے ایک دو سال کے اندر واپس کر دیا جائیگا انشاء اللہ۔ شاید ۲۰ یا ۲۵ ہزار پونڈ کی رقم لگا کر ایک خوبصورت ہسپتال بنا دیا گیا۔ غرض ان ممالک میں سے ایک دھیلا نہیں نکالا۔ لیکن وہ جو ہم سے پہلے محبت کا پیغام لے کر ان ممالک میں گئے تھے انہوں نے وہاں کچھ چھوڑا ہی نہیں۔"

(الفضل ۱۵ وفا ۱۳۴۹ ہش مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۷۰ء صـ۳)

۱۰ دسویں خصوصیت يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَّشَرَابٍ

واضح ہو کہ قوم کی زندگی کا آب حیات اور اس کی ترقی اور کامیابی کے شجرہ طیبہ کی آبیاری کا ذریعہ ایمان اور علوم حقہ اور اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ ہیں۔ انہیں کے اجتماع و ائتلاف سے تہذیب انسانی کا شجر بار آور ہو کر پھول پھل دیتا اور ہر قسم کے میوے جو حیات انسانی کی علمی اور روحانی خوراک کے لئے ضروری ہیں مہیا کرتا ہے۔ پس اسلامی معاشرہ میں انسانی

پیاس بجھانے کے لئے ایک طرف تو آب حیات کی نہریں جاری ہوں گی اور دوسری طرف پاک و طیب غذاؤں کے ساتھ ساتھ ان کے عقلی اور ذہنی تفکہ اور تلذذ کے لئے بھی ہر قسم کے میوے موجود ہوں گے۔ جن کے سامان مہیا کرنا اسلامی حکومت کا مذہبی فرض ہوگا۔ اور ارباب علم و عرفان لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے نئے نئے مضامین اور جدید معارف پیش کر کے ان کے دماغوں کو روشن کر رہے ہوں گے۔

۱۱ گیارہویں خصوصیت وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

دنیاوی حکومتیں جب فاتح ہوتی ہیں تو ایسی تہذیب پھیلاتی ہیں جو جذبات شہوانی کو بھڑکانے والی ہوتی ہے۔ عیش و عشرت کے سامان پھیلنے کی وجہ سے مرد اور عورتیں بد اخلاق ہو جاتی ہیں مگر اسلامی سلطنت کی یہ خاصیت ہوگی کہ نہ صرف مسلمانوں کی بیویاں بلکہ اسلامی حکومت میں رہنے والی تمام خواتین مجسمہ عفت و حیا ہوں گی۔ اس طرح وہ اپنے اعلیٰ درجہ کے اخلاقی معیار کو قائم رکھ کر آئندہ نسل کو مہذب و با اخلاق بنانے والی ہوں گی۔

۱۲ بارہویں خصوصیت "اَتْرَابٌ" اور سورۂ نبأ میں فرمایا كَوَاعِبَ أَتْرَابًا

اتراب ترب کی جمع ہے۔ ترب وہ جو کسی کا ہم عمر ہو۔ اکثر استعمال اس کا مؤنث میں ہوتا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آیت میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ قوم میں کام کی حقیقی روح تبھی پیدا ہوتی ہے جب ایک حد تک ان میں خیالات کا جوش اور ہمت کا توازن قائم ہو۔ پس کواعب اترابا میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ایسی برکتیں دے گا کہ جب وہ مقام مغازی میں پہنچیں گے تو ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کی عورتوں کا دینی معیار بھی اونچا ہو جائے گا۔ اور پھر وہ اس معیار میں ایک دوسری کے برابر ہوں گی یہ نہیں ہوگا کہ چند عورتوں میں تو جوش و خروش بے انتہا ہو اور باقی اپنے فرض سے غافل ہوں۔ بلکہ سب عورتوں میں علیٰ حکمتِ دینی جوش پایا جائے گا۔ اور وہ سب کی سب دین کی ترقی کے لئے ایک جیسی قربانی کے لئے تیار رہیں گی" (تفسیر کبیر سورۃ نبأ صـ۵۲)

۱۳ تیرہویں خصوصیت سورۂ واقعہ میں فرمایا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا اور

سورہ نبا میں ہے لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا۔ جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسلامی حکومت ملک میں جھوٹ اور فریب کا شائبہ تک نہیں رہنے دے گی۔ اور نہ ہی کسی قسم کی لغو مجلسیں اور بداخلاقی و بدکاری کے اڈے (قحبہ خانے) قائم رہنے دے گی۔ ناچ گانے اور قمار بازی اور تھیٹر و سینما وغیرہ جو مفاسد قومی کے جراثیم پھیلانے والے اور جرائم و فواحش کے محرکات[1] ہیں یکسر بند کرا دے گی۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"سینما کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس زمانہ کی یہ بدترین لعنت ہے اس نے سینکڑوں شریف گھرانے کے لوگوں کو گویا اور سینکڑوں شریف خاندانوں کی عورتوں کو ناچنے والی بنا دیا ہے۔ میں ادبی رسالے وغیرہ دیکھتا ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ سینما کے شوقین اور اس سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کے مضامین میں ایسا تمسخر ہوتا ہے اور ان کا اخلاق اور ان کا مذاق ایسا گندہ ہوتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ سینما والوں کی غرض تو روپیہ کمانا ہے نہ کہ اخلاق

---

[1] سینما میں عورتوں اور جرائم کے حصوں کو بہت نمایاں کیا جاتا ہے تاکہ ان میں دلچسپی پیدا ہو اور لوگ بار بار دیکھیں عورتوں کی ایسی حرکات دکھائی جاتی ہیں جو سفلی جذبات کو بھڑکانے والی ہوتی ہیں۔ ان کے اشتہار بھی ایسے رنگ میں دیئے جاتے ہیں جن میں عریانی زیادہ سے زیادہ اختیار کی جاتی ہے کہ یہی بڑا جذبہ جاذبیت پیدا کرنے کا ہوتا ہے۔ ناچ اور گانا بھی ساتھ ساتھ ہوتا ہے تا جذبات کو مشتعل کرنے والا کوئی حصہ رہ نہ جائے۔ جرائم بھی اس قسم کے دکھائے جاتے ہیں جو بچوں کے دماغوں پر خاص طور پر منقش ہوں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بچوں پر ٹیلیویژن کے اثر کے معلوم کرنے کے لئے سینیٹ کی ایک سب کمیٹی کے چیئرمین تھامس ڈاڈ (THAMES DAD) نے نتیجہ کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں دیا "شروع سے ہی ٹیلیویژن پر جرائم وغیرہ کے پروگرام دیکھنے کی وجہ سے بچے خود جرائم کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور ان کے جرائم پہلے کی نسبت دو سو گنا بڑھ گئے ہیں" (بحوالہ الفضل ۸ رجنوری ۱۹۶۶ء ص ۳)

سکھانا اور وہ روپیہ کمانے کے لئے ایسے لغو اور بےہودہ فسانے اور گانے پیش کرتے ہیں کہ جو اخلاق کو سخت خراب کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور شرفاء جب ان میں جاتے ہیں تو ان کا مذاق بھی بگڑ جاتا ہے اور ان کے بچوں اور عورتوں کا بھی جن کو وہ سینما دیکھنے کے لئے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور سینما ملک کے اخلاق پر ایسا تباہ کن اثر ڈال رہے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں میرا منع کرنا تو الگ رہا اگر میں ممانعت نہ کروں تو بھی مومن کی روح کو خود بخود اس سے بغاوت کرنی چاہیئے۔" (الفضل ۱۲؍ دسمبر ۱۹۴۴ء ص ۵)

اس کے علاوہ سورۂ حج میں فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اللہ یقیناً مومنوں کو جو مناسب حال عمل کرتے ہیں ایسے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ	باغات میں رکھیگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا	ان کو اس میں سونے اور موتیوں کے جڑاؤ والے کنگن
مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا	پہنائے جائیں گے۔ اور ان کا لباس اس میں ریشم کا ہوگا
وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ۔ وَهُدُوْا	اور ان کو پاک باتوں کی طرف رہنمائی
اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْا اِلٰى	کی جائے گی۔ اور قابل تعریف طریق کار کی
صِرَاطِ الْحَمِيْدِ۔ (الحج آیت ۲۵)	ہدایت کی جائے گی۔

اس آیت میں مومنوں کو آسمانی بادشاہت کے جنتی نظام یعنی اسلامی پُرامن معاشرہ کے قائم ہونے کی بشارت ہے جو اپنے اندر چند ایک بے نظیر خصوصیات ذیل رکھتا ہوگا۔

۱۴ چودھویں خصوصیت تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور سورۂ اعراف آیت ۴۴ و سورہ

یونس آیت ۱۰ میں فرمایا۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ۔ دنیاوی حکومتوں میں تو رعایا کی باگ ڈور دوسروں کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ ارباب اقتدار ان کو جدھر چلائیں۔ چلائیں وہ بے بس ہوتے ہیں۔ آج کل کے مدعیان جمہوریت کی حالت ملاحظہ ہو۔ صدر امریکہ چونکہ یہودیوں کے ووٹوں کا محتاج ہے ان کو خوش کرنے کے لئے ان کی ہر طرح امداد کر رہا ہے۔ خواہ عوام

کتا ہیچنیں بپلائیں۔ ان کی شنوائی نہیں ہوتی۔ عربوں کے خلاف یہودیوں کو برابر اسلحہ دے رہا ہے مگر اسلامی حکومت کا نظام اور مذہبی معاشرہ ان کوتاہیوں سے پاک ہوگا۔ اسلامی حکومت میں جو ترقی اقوام کے نظامات جاری ہوں گے وہ انہیں کے قبضہ میں ہوں گے ان کے ترقیاتی منصوبوں کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لئے جو تجاویز سوچی جائیں گی۔ وہ ہمیشہ انہیں کامیاب و کامران بنائیں گی۔

۱۵ پندرہویں خصوصیت "یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ"

اور دوسری جگہ بعینہٖ وہیں فرمایا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّۃٍ ان میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسلامی حکومت کے نظام میں سب قوموں کے لئے گنجائش ہوگی۔ زرد اقوام۔ سفید اقوام۔ اور سیاہ اقوام کا کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔

۱۶ سولہویں خصوصیت "لِبَاسُھُمْ فِیْھَا حَرِیْرٌ"

ان کے معاشرہ میں حکومت و سیاست کی بنیاد اخلاق اور روحانیت پر ہوگی نہ کہ جابرانہ سیاست اور خونریزی اور سفاکیت پر۔ ریشم ملائم ہونے کے علاوہ کرم کش بھی ہے اشارہ ہے کہ آج کے معاشرہ مغربی اقوام میں جو جراثیم پیدا ہو گئے ہیں اسلامی معاشرہ ان سب کو نیست و نابود کر دے گا۔ اسلامی معاشرہ کی بنیاد لباس التقویٰ پر ہوگی جو تمدن کے جراثیم کو تباہ کر دے گا۔

۱۷ سترہویں خصوصیت "وَھُدُوْا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ"

اسلامی معاشرہ کے پاکیزہ ہونے کی ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں زندگی بسر کرنے والوں کی طرز کلام۔ گفتار و کردار پاکیزہ ہوگی۔ اس میں ہر ایک کی عزت و حرمت محفوظ ہوگی کوئی کسی پر بلا ثبوت کسی قسم کی تہمت اور الزام لگانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ ایسے کردار والوں کے لئے اسلام نے سنگین سزائیں مقرر کی ہیں۔ مغربی تہذیب کے فاسقانہ نظام میں کسی شریف سے شریف انسان کی عزت و حرمت محفوظ نہیں رہ سکتی۔

۱۸ اٹھارہویں خصوصیت "وَھُدُوْا اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ"

وہ جو طریقہ اختیار کریں گے وہ محمود قابل تعریف ہوگا۔ جب ان کی سکیمیں کامیاب ہوں گی تو قومیں عش عش کر اٹھیں گی۔ ان کے چال چلن۔ علم و اخلاق طرز گفتار کی مقناطیسی طاقت غیر قوموں کو بھی اپنی طرف کھینچنے کا باعث ہوگی۔

عہدِ حاضر میں شیطان کو جنت سے نکالے جانے کا فیصلہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں:

کہ ازل سے یہ مقدر تھا کہ شیطان کے ساتھ دو دفعہ جنگ ہوگی۔ پہلی جنگ میں تو شیطان نے آدم کو جنت سے نکال دیا تھا دوسری جنگ میں مسیح موعود شیطان پر غلبہ پاکر اسے جنت سے نکال دے گا۔ اس وقت آسمانی حربہ سے دجال قتل کیا جائے گا۔ (دیکھو خطبہ الہامیہ حاشیہ مالفرق بین آدم و المسیح الموعود ص ۱)

انبیاء علیہم السلام دُنیا میں تشریف لاتے ہیں تو ایک حقیقی نظام پیش کر کے اپنی امتوں کو شیطان کے حملوں سے محفوظ کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں تو ان کی نگرانی فرما کر شیطانی اثرات سے انہیں بچائے رکھتے ہیں۔ مگر ان کی وفات کے بعد جو ان کی خلافت کا نظام قائم ہوتا رہا اس میں شیطان گھس کر اپنے مشئوم ارادوں میں بہت حد تک کامیاب ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس خلافتی نظام کو توڑ پھوڑ کے اس کے تسلسل کو قائم نہ رہنے دیتا۔ یہی کیفیت اب تک جاری رہی۔ مگر اب جب کہ شیطان کو ڈھیل دیئے جانے کی مدت جو اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (اعراف آیت ۱۵) میں مقدر تھی۔ اب اس کی میعاد ختم ہونے والی تھی پس اب اس دور میں مقدر الٰہی یہ تھا کہ اب کی دفعہ جو خلافت کا نظام قائم ہوگا اس کا تسلسل کبھی نہیں ٹوٹ سکے گا اور شیطان اس میں گھس کر اپنے ارادوں کو پورا کرنے میں ناکام و نامراد رہے گا۔

موجودہ دور میں شیطان کو جنت سے نکالے جانے کا مشاہدہ

چنانچہ موجودہ دور میں ہم نے اپنی آنکھوں سے ایک گونہ شیطان کو جنت سے نکل جانے کا مشاہدہ بھی کر لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام سے اشارہ ملتا ہے کہ ایک وقت شیطان اس جنت میں گھسنے کی کوشش کرے گا۔ حضور کا الہام ہے :-

"وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے
موافق نہیں ہوگا"۔ (تذکرہ صفحہ ۲۶۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نفوس جماعتی نظام کے سلسلۂ انتخاب میں ایسے بھی آگئے جو خدا کی مرضی کو پورا کرنے والے نہیں تھے۔ اور ایک وقت وہ جماعت کو بگاڑنے اور خلافت کے نظام کو درہم برہم کرنے کے منصوبے کرنے والے تھے مگر اللہ تعالےٰ ان کے منصوبوں کو توڑنے کے راز حضرت مصلح موعود کو جو سلیمانِ وقت ہوگا سمجھا دے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ" (تذکرہ صفحہ ۱۰۸) یعنی ہم نے سلیمان وقت کو ان کے منصوبوں کے توڑ کی سکیم سمجھا دی۔ چنانچہ آپ کے مبارک دورِ خلافت میں جماعت کو اس خرخشے سے پاک و صاف کر دیا گیا۔ اور حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جو اللہ تعالےٰ نے بذریعہ رویا کے ایک آسمانی انکشاف فرمایا تھا وہ ہم نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا فالحمد للہ الذی صدق وعدہ۔

چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :-

"میں نے دیکھا کہ شیطان ہمارے باغ میں گھس
آیا ہے اس کے کان لمبے لمبے یعنی باہر کو نکلے
ہوئے ہیں اور میں نے اسے کان سے پکڑ کر باغ
سے باہر نکال دیا ہے گویا کہ اگر پہلے زمانہ میں شیطان

نے آدم کو جنت سے نکالا تھا تو اب شیطان کو کان
سے پکڑ کر جنت سے باہر نکال دیا جائے گا"۔

(الفضل ۲۸ فروری ۱۹۴۰ء صفحہ ۵)

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضور کو استحکام خلافت کی سکیم مکمل طور پر سمجھا دی اور حضور نے آئندہ خلفاء کے انتخاب کیلئے ایسے اصول و ضوابط مرتب فرما دیئے جس سے شیطان کو آئندہ حصارِ خلافت پھاندنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ اور جماعت کو ان خطرات سے محفوظ فرما دیا فالحمد للہ۔

سلف صالحین بھی اس خلافت کے متعلق پیشگوئی فرما گئے ہیں کہ وہ خلافت منتظمہ محفوظ ہوگی۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"یہ بھی امر ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام
کی خلافت راشدہ سے افضل انواع میں سے ہوگی،
یعنی وہ خلافت منتظمہ محفوظہ ہوگی"۔

(منصب امامت صفحہ ۸۴)

چونکہ آئندہ شیطان کو کسی نہ کسی سوراخ سے جھانکنے کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کے اس منصور موعود خلیفہ نے اس سوراخ کو بھی بند کر کے خلافت کی دیوار سیسہ پلائی بنا دی۔

احمدیت میں طریق خلافت کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا مشورہ

چنانچہ حضور فرماتے ہیں :-

"میری ذاتی رائے تو یہی ہے کہ احمدیت میں خلافت ہمیشہ بغیر حکومت کے رہنی چاہئیے۔ دنیوی نظام حکومت الگ ہونا چاہئیے اور خلافت الگ تا وہ شریعت کے احکام کی تعمیل کی نگرانی کر سکے۔ ابھی تو ہمارے ہاتھ میں حکومت ہے ہی نہیں۔ لیکن اگر آئے تو میری رائے یہی ہے کہ خلفاءؑ کو ہمیشہ عملی سیاسیات میں سے الگ رہنا چاہئیے اور کبھی بادشاہت کو اپنے ہاتھ سے لینے کی کوشش نہ کرنی چاہئیے۔ ورنہ سیاسی پارٹیوں

سے براہ راست خلافت کا مقابلہ شروع ہو جائے گا اور خلافت ایک سیاسی پارٹی بن کر رہ جائے گی۔ اور خلفاء کی حیثیت باپ والی نہ رہے گی اس میں شک نہیں کہ اسلام کے ابتداء میں خلافت اور حکومت جمع ہوئی ہیں مگر وہ مجبوری تھی کیونکہ شریعت کا ابھی نفاذ نہ ہوا تھا۔ اور چونکہ شریعت کا نفاذ ضروری تھا اس لئے خلافت اور حکومت کو اکٹھا کر دیا گیا۔ اور ہمارے عقیدہ کی رُو سے یہ جائز ہے کہ دونوں اکٹھی ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ الگ الگ ہوں۔"

(الفضل ۱۲ فتح ۱۳۲۳ ہش ۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۴ء ص ۲-۳)

خلافتِ راشدہ کے سات امتیازات

مکرم محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں استفسار کیا تھا کہ اسلامی خلافتِ راشدہ کی وہ کونسی علامتیں ہیں جن سے وہ ممتاز ہوتی ہے۔ اور اس میں اور باقی تمام اقسام اقتدار ملوکیت وغیرہ میں کھلے طور پر فرق کیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب جو حضور نے ارقام فرمایا درج ذیل ہے۔

اسلام میں مجموعی امتیازات سات ہیں۔

اوّل انتخاب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ یہاں امانت کا لفظ ہے لیکن ذکر چونکہ حکومت کا ہے اس لئے امانت سے مراد امانتِ حکومت ہے آگے طریقِ انتخاب مسلمانوں پر چھوڑ دیا۔ چونکہ خلافت اس وقت سیاسی تھی مگر اس کے ساتھ مذہبی بھی۔ اس لئے دین کے قائم ہونے تک اُس وقت کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انتخاب صحابہ کریں کہ وہ دین اور دیندار کو بہتر سمجھتے تھے

ورنہ ہر زمانہ کے لئے طریقِ انتخاب الگ ہو سکتا ہے۔ اگر خلافت صحابہؓ کے بعد چلتی تو اس پر بھی غور ہو جاتا کہ صحابہ کے بعد انتخاب کس طرح ہوا کرے بہرحال خلافت انتخابی ہے اور انتخاب کے طریق کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر چھوڑ دیا ہے۔

دوم شریعت۔ خلیفہ پر اوپر سے شریعت کا دباؤ ہے وہ مشورہ کو ردّ کر سکتا ہے مگر شریعت کو ردّ نہیں کر سکتا۔ گویا وہ کانسٹی ٹیوشنل ہیڈ ہے۔ آزاد نہیں۔

سوم۔ شوریٰ۔ اُوپر کے دباؤ کے علاوہ نیچے کا دباؤ بھی اس پر ہے یعنی اسے تمام اہم امور میں مشورہ لینا اور جہاں تک ہو سکے اس کے ماتحت چلنا ضروری ہے۔

چہارم اندرونی دباؤ یعنی اخلاقی۔ علاوہ شریعت اور شوریٰ کے اس پر نگران اس کا وجدان بھی ہے کیونکہ وہ مذہبی راہنما بھی ہے اور نمازوں کا امام بھی۔ اس وجہ سے اس کا دماغی اور شعوری دباؤ اور نگرانی بھی اسے راہِ راست پر چلانے والا ہے جو خالص سیاسی منتخب یا غیر منتخب حاکم پر نہیں ہوتا۔

پنجم مساوات۔ خلیفۂ اسلامی انسانی حقوق میں مساوی ہے جو دنیا میں اور کسی حاکم کو حاصل نہیں۔ وہ اپنے حقوق عدالت کے ذریعہ سے لے سکتا ہے اور اس سے بھی حقوق عدالت کے ذریعہ لئے جا سکتے ہیں۔

ششم عصمتِ صغریٰ۔ عصمتِ صغریٰ اسے حاصل ہے۔ یعنی اسے مذہبی مشین کا پرزہ قرار دیا گیا ہے اور وعدہ کیا گیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے اسے بچایا جائے گا جو تباہ کن ہوں۔ اور خاص خطرات میں اس کی پالیسی کی اللہ تعالیٰ تائید کرے گا۔ اور اسے دشمنوں پر فتح دیگا۔ گویا وہ مؤیَّد من اللہ ہے۔ اور دوسرا کسی قسم کا حاکم اس میں اس کا شریک نہیں۔

ہفتم۔ وہ سیاسیات سے بالا ہوتا ہے اس لئے اس کا کسی پارٹی سے تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے اس کے لئے کسی پارٹی میں شامل ہونا یا اسکی طرف مائل ہونا جائز نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ یعنی جب ایسے شخص کا انتخاب ہو تو اس کا فرض ہے کہ وہ کامل انصاف سے فیصلہ کرے کسی ایک طرف خواہ شخصی ہو یا قومی نہ جھکے۔"

(الفرقان مئی ۱۹۶۷ء صـ۶-۷)

گیارہویں پیشگوئی

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ

یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان میں سے ان نفوس کے متعلق ہے جنہوں نے آپ کے پیغام کو ٹھکرا کر الحاد و دہریت کی راہ کو اختیار کیا۔ اور آپ کی سخت مخالفت کر کے عذاب کے مورد بنے۔

اَنزَلْنَا اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے مگر معنی اس کے مستقبل کے ہیں۔ قرآن مجید کا عام اسلوب ہے کہ وہ واقعہ جس کا وقوع آئندہ زمانہ میں قطعی اور یقینی ہو اسے ماضی کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ گویا اس ذریعہ سے پڑھنے والے کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ اس واقعہ کو ایسا ہی سمجھو کہ وہ آنکھوں کے سامنے ہو چکا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ اختصار کی خاطر میں یہاں صرف دس شواہد پر اکتفا کرتا ہوں۔ امثلہ ذیل ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (سورۃ اللھب آیت ۱)

۲۔ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ (انعام آیت ۳۱)

۳۔ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ (انعام آیت ۳۲)

۴۔ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (الفجر آیت ۲۳)

۵۔ وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ (الفجر آیت ۲۴)

۶۔ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (الزمر آیت ۷۴)

۷۔ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا (الزمر آیت ۷۲)

۸۔ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ (البقرہ آیت ۱۶۸)

۹۔ أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ (النحل آیت ۲)

۱۰۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء آیت ۲۳)

واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم نے جو مخالفت کی اور اپنی کثرت اور قوت کے بل بوتے پر صنادید قریش اپنے جتھوں اور جرار لشکروں کو لے کر مسلمانوں کے مقابلے میں نکلے چونکہ ان کا مقابلہ ایک قومی رنگ کا مقابلہ تھا اس لئے وفود کفار کے مقابلے میں الہٰی سنت کے مطابق روحانی وفود بھی جنود کی صورت میں نازل کئے گئے۔ چنانچہ فرمایا۔

الف:۔ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (توبہ آیت ۲۶)

ب:۔ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا۔

(احزاب ۱۱)

ج:۔ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ۔

(انفال ۱۰)

د:۔ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ۔ بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ۔

(آل عمران ۱۲۵-۱۲۶)

مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں مخالفت کرنے والوں کی وہ حیثیت نہیں
س کو قومی مقابلہ قرار دیا جا سکے۔ ایسے انفرادی مقابلہ کے لئے الٰہی قانون یہی ہے کہ اس
میں جنود نہیں اتارے جاتے۔ اسی لئے فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ کا جوش نفسانی نہیں ہوتا اس کے
تو انتقام کے ساتھ بھی رحمانیت کا جوش ہوتا ہے
پس جب وہ افواج کے ساتھ آتا ہے تو اس
سے صاف پایا جاتا ہے کہ مقابل میں بھی فوجیں
ہیں جب تک مقابل کی طرف سے جوشِ انتقام
کی حد نہ ہو جائے خدا تعالےٰ کی انتقامی قوت جوش
میں نہیں آتی"

(الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۹ و تذکرہ صفحہ ۴۲۱ طبع دوم)

ہاں ایسے انفرادی مقابلہ والوں کے لئے تو صرف ایک ہی جلالی تجلّی کا جلوہ کافی ہوتا ہے۔ خدا کے قہری ہاتھ کے ایک طمانچے سے ہی اُن کے سب جوش ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ چنانچہ اسی خاطر آگے فرمایا اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ۔

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے معاندین کا ہوا۔ حضور اقدس کے چچا زاد بھائی مرزا نظام الدین۔ امام الدین اور ان کے متعلقین احمد بیگ وغیرہ جو اسلام کے بدترین مخالف تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخانہ کلمات بلکہ گندی گالیاں دینا ان لوگوں کا عام شیوہ ہو چکا تھا۔ یہ خدا تعالےٰ کی وحی کے منکر تھے۔ قرآن کو خدا کا کلام نہیں مانتے تھے بلکہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دیتے تھے۔ ان عدوانِ دین میں سے ایک بدبخت نے تو ایک موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں وہ گندے الفاظ استعمال کئے کہ ایسے کلمات کسی کافر سے بھی نہیں سُنے گئے۔ اور قرآن مجید کو نہایت ہی بیدردی سے اپنے پاؤں تلے روند کر بے حرمتی کی۔ ان کے ایسے گستاخانہ کلمات سُن کر حضور اقدس نے

اللہ تعالےٰ کے حضور میں بایں مضمون متضرعانہ التجا کی۔

"اے میرے رب اپنے بندے کی نصرت فرما۔ اور اپنے دشمنوں کو ذلیل اور رُسوا کر۔ اے میرے رب میری التجا سُن اور اسے قبول فرما۔ یہ کب تک تیرے اور تیرے رسول کا مذاق اڑائیں گے۔ کہاں تک تیری کتاب کی تکذیب کریں گے اور تیرے نبی کو گالیاں دیتے رہیں گے۔ اے ازلی ابدی۔ اے مددگار خدا میں تیری رحمت کا واسطہ دے کر تیرے حضور فریاد کرتا ہوں" ۱

اللہ تعالےٰ نے یہ گریہ وزاری سُن کر آپ کو الہاماً بتایا کہ:۔

"میں نے ان کی نافرمانی اور سرکشی کو دیکھا ہے۔ میں ان پر طرح طرح کی آفات ڈال کر انہیں آسمان کے نیچے سے نابود کر دوں گا اور تم جلد دیکھو گے کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں اور ہم ہر ایک بات پر قادر ہیں۔ میں ان کی عورتوں کو بیوہ ان کے بچوں کو یتیم۔ اور ان کے گھروں کو ویران کر دوں گا اور اس طرح سے وہ اپنی باتوں کا اور اپنی کارروائیوں کا مزہ چکھیں گے۔ لیکن میں انہیں یکدم ہلاک نہیں کروں گا بلکہ تدریجاً پکڑوں گا تا کہ انہیں رجوع اور توبہ کا موقع ملے۔ میری لعنت اُن پر۔ اُن کے گھروں پر ان کے چھوٹوں اور بڑوں پر ان کی عورتوں اور مردوں پر اور اُن کے اس مہمان پر جو ان کے گھر میں داخل ہو گا پڑے گی۔ اور ان تمام پر لعنت برسے گی سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں اور ان سے اپنے تعلقات منقطع کر لیں۔ اور ان کی مجالس سے دوری اختیار کریں۔ پس وہی لوگ ہیں جن پر رحم کیا جائے گا۔"

(ترجمہ از آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹)

نیز حضور کو الہام ہوا کہ:۔

"تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی۔ اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی اگر

وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ اور ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے۔"

(تذکرہ صفحہ ۱۴۰ - ۱۴۱)

چنانچہ یہ پیشگوئی کس رنگ میں پوری ہوئی اور ان معاندین کا انجام کیا ہوا؟ اس کے متعلق حضرت مولانا یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان سُن لیجئے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ، کے جدّی بھائیوں کی ہر شاخ کاٹی گئی اور آپ کی مبارک نسل اور جماعت خدائی وعدوں کے مطابق دیکھتے ہی دیکھتے دُنیا پر ایک تناور درخت کی طرح چھا گئی۔ جس وقت حضور نے دعویٰ کیا اُس وقت آپ کے خاندان میں ستّر (۷۰) کے قریب مرد تھے لیکن اب ان کے سوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی یا روحانی اولاد ہیں ان ستّر میں سے کسی ایک کی بھی اولاد موجود نہیں۔"

(الحکم ۱۴/۷ جون ۱۹۴۳ء صفحہ ۱)

۱۲ بارہویں پیشگوئی

عقیدۂ رجعت کا شیوع اور اسکی تردید

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ

اس آیت میں پیشگوئی ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہو کر اپنا دعویٰ مہدویت اور امام الزمان کا پیش فرمائیں گے تو اُس وقت مسلمانوں میں سے ایک گروہ (شیعہ صاحبان کا) ایسا بھی ہوگا جو عقیدۂ رجعت کا قائل ہوگا۔ وہ آپ کا دعویٰ سُن کر اعتراض کرے گا اور اس نشان کا مطالبہ کرے گا کہ اگر آپ امام قائم الزمان ہیں تو پہلی قومیں زندہ ہو کر آپ کی تصدیق کریں۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جب مہدی آئے گا تو

مَا بعث اللہ نبیاً من لدن آدم الا و یرجع الی الدنیا فینصر امیر المومنین۔ (تفسیر قمی ص ۲۴)	تمام نبی آدم سے لے کر آخر تک سب دُنیا میں واپس لائے جائیں گے اور وہ امیر المومنین مہدی کے انصار و مددگار ہوں گے"۔

نیز حضرت امام علیہ السلام بھی مع ستّر شہیدوں کے زندہ ہو کر قائم آل محمد کے علمبردار ہوں گے۔

آیت بالا میں اس عقیدہ کی تردید فرماتے ہوئے بتلایا گیا کہ یہ عقیدہ غلط ہے کیا انہوں نے یہ کبھی دیکھا ہے کہ وہ پہلی قومیں جو ہلاک ہو چکیں ان میں سے کوئی ان کے پاس لوٹا بھی ہے؟ اگر نہیں تو یہ عقیدہ کہاں سے گھڑ لیا گیا۔ ہمارا قانون تو یہی ہے کہ جو لوگ اس دُنیا سے گزر جاتے ہیں وہ پھر اس دنیا میں واپس نہیں آتے۔ پس کسی نبی اور مامور کی صداقت کو ایسے غلط اور باطل معیار سے پرکھنا حد درجہ کی جہالت ہے۔

منشائے غلطی

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ دراصل ظاہر پرستی کی وجہ سے اس جہالت کا شکار ہوئے ہیں۔ قرآن مجید اور صحف اولیٰ میں بعض معارف ایسے بیان ہوئے ہیں جن کے حقائق تک رسائی نہ ہونے کے باعث ان کے اذہان محض ظواہر اور قشر تک محدود رہ گئے اور لُبّ اور مغز کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے انہیں ایسا عقیدہ گھڑنا پڑا۔

قرآن مجید میں ایک وقت مقررہ پر رسولوں کے آنے کا ذکر بایں الفاظ آیا ہے وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (المرسلات) اور سورہ زمر آیت ۷۰ میں ہے وَجِيْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ اور سورۂ نساء آیت ۴۲ میں فرمایا

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔	پس ان کا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک جماعت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے بھی ان لوگوں کے متعلق بطور گواہ لائیں گے۔

صحف اولیٰ میں بھی بعض اس قسم کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام ایک زبور میں اپنا ایک کشف بیان فرماتے ہیں:۔

"خدا اپنے مقدس تخت پر بیٹھا ہے۔ امتوں کے سردار اکٹھے ہوئے ہیں تاکہ ابراہام

۱۳ تیرہویں پیشگوئی اور اس کا ظہور

اکناف عالم میں اسلام کا نفوذ

وَإِنْ كُلٌّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ

یعنی اب وقت آچکا ہے کہ اقوام عالم آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہوں۔ [۱] اے اعتراض کرنے والو! سنو۔ ٹھنڈے دل سے سوچو اور غور کرو، جلدی مت کرو۔ اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ۔ خدائی نوشتوں کے مطابق دنیا میں انقلاب برپا کرنے والا مامور موعود اقوام عالم مبعوث ہو چکا ہے۔ جس کے ہاتھ میں عالم گیر انقلاب کی چابیاں تھما دی گئی ہیں [۲]۔ کیونکہ وہ

---

[۱] یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو موجودہ زمانہ میں ظہور مصداق کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی الہاماً نازل ہوا (دیکھو تذکرہ ص۲۴۵) اور سورۂ مائدہ کی آیت ۱۰۶ میں بھی یہی مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس پیشگوئی کا ظہور حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے ساتھ مقدر ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یجئ تاویلہا ولا یجیئ تاویلہا حتی یہبط عیسیٰ بن مریم اخرجہ ابن مردویہ (درمنثور) (ترجمہ) ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت کی تاویل یعنی آیت میں مذکورہ پیشگوئی کا مصداق ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ اور اس وقت ظاہر ہوگا جب کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں۔

[۲] چنانچہ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہامی بشارت ہوئی ہے

حکم اللہ الرحمٰن لخلیفۃ اللّٰہ السلطان یؤتی لہ الملک العظیم ویفتح علی یدہ الخزائن وتشرق الارض بنور ربہا ذالک فضل اللّٰہ وفی اَعْیُنِکُمْ عَجِیْبٌ۔ (تذکرہ ص۱۵۳-۳۰۳)	ترجمہ:۔ وہ خدا جو رحمان ہے وہ اپنے خلیفہ سلطان کے لئے مندرجہ ذیل حکم صادر کرتا ہے اس کو ایک ملک عظیم دیا جائے گا اور خزائن علوم ومعارف اس کے ہاتھ پر کھولے جائیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔ (ازالہ اوہام ص۸۵۶)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سید الکونین ختم المرسلین کا غلام اور بروز کامل ہے۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی تھیں مگر اس کا ظہور آپ کے غلاموں خلفائے راشدین کے ہاتھوں ہوا۔ اسی طرح اس پیشگوئی کا ظہور بھی آپ کے خلفاء کے ہاتھوں ہوگا۔ چنانچہ جس خدا نے قرآن مجید اتارا۔ اسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روبرو ہو کر خطاب فرمایا

الف "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔" (تذکرہ ص۳۱۲)

ب:۔ "میں تجھے زمین کے کناروں تک عزت کے ساتھ شہرت دوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا۔ اور تیری محبت دلوں میں ڈالوں گا۔"

(تذکرہ ص۱۹۱)

ج: "وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔"

(تذکرہ ص۱۴۶)

د:۔ "میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ یہاں تک بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(تذکرہ ص۱۰)

ھ:۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"عالم کشف میں مجھے وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور کہا گیا کہ یہ ہیں جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جوا اٹھائیں گے اور خدا انہیں برکت دے گا۔" (تجلیات الٰہیہ ص۲۱ حاشیہ)

و:۔ نیز حضور فرماتے ہیں:۔

"میں نے ایک مبشر خواب میں مخلص مومنوں اور عادل بادشاہوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں سے بعض اس ملک (ہند) کے تھے۔ اور بعض عرب کے اور بعض فارس کے اور بعض شام کے بعض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے جن کو میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ لوگ

تیری تصدیق کریں گے اور تجھ پر ایمان لائیں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریں گے اور میں تجھے بہت برکتیں دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور میں ان کو مخلصوں میں داخل کردوں گا۔"

(ترجمہ از لجنۃ النور ص۲۱۳)

ز:- اور حضور[۲] فرماتے ہیں:-

"اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کی فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے۔ اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی[۱] آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا

---

[۱] اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوا "بہ سر سہ صد شمار ایں کار را" یعنی اس پیشگوئی کے ظہور کے لئے تیسری صدی کی توقع رکھو۔ (تذکرہ ص۸۲۳)

عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا۔ اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین ص۲۴-۲۵)

ح:- نیز آپ نے اس انقلاب کے لئے آسمانی تیاری کا نظارہ دیکھ کر ارشاد فرمایا:-

"میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے۔ اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔"

(فتح اسلام ص۱۷-۱۸ حاشیہ)

ط:- ہاں ایک انقلاب جو خلافت ثانیہ کے مبارک عہد میں نمودار ہونے والا تھا اس کی بشارت بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالہام الٰہی یوں سنائی:-

"نصرت و فتح و ظفر تا بست سال"

(تذکرہ ص۸۲۲-۸۲۳)

یہ الہام حضور اقدس کو ۱۹۰۴ء میں ہوا۔ اور ٹھیک بیس سال گزرنے پر اس کے ظہور کی تقریب پیدا ہوئی۔ ۱۹۲۴ء میں ویمبلے مذاہب عالم کانفرنس لندن میں منعقد ہونی قرار پائی۔ اور اس میں اسلام پر مضمون سنانے کے لئے کمیٹی کے نائب ڈاکٹر سر تھامس ڈبلیو آرنلڈ اور پروفیسر مارگولیتھ اور انگلستان کے سربرآوردہ مستشرقین کی طرف سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت نامہ پہنچا۔ اس سے قبل حضور کو بھی اس مبارک سفر کے لئے کئی

ایک رؤیا د ہو چکے تھے چنانچہ ایک رؤیا میں آپ نے دیکھا کہ آپ لنڈن میں ہیں اور ایک جلسہ میں شامل ہیں۔ مسٹر لائڈ جارج (سابق برطانوی وزیر اعظم) اس جلسہ میں تقریر کر رہے ہیں کہ یکدم ان کی حالت بدل گئی اور انہوں نے دہشت زدہ ہو کر کہا کہ "مجھے ابھی خبر آئی ہے کہ مرزا محمود امام جماعت احمدیہ کی فوجیں عیسائی لشکر کو دباتی چلی آتی ہیں اور مسیحی لشکر شکست کھا رہا ہے۔"

دوسری رؤیا میں (جو کانفرنس کی تحریک سے دو[۲] تین[۳] ماہ پہلے کی تھی) آپ نے دیکھا کہ:

"میں انگلستان کے ساحل سمندر پہ کھڑا ہوں جس طرح کہ کوئی شخص تازہ وارد ہوتا ہے اور میرا لباس جنگی ہے۔ میں ایک جرنیل کی حیثیت میں ہوں ... . اس وقت میں یہ خیال کرتا ہوں کہ کوئی جنگ ہوئی ہے اور اس میں مجھے فتح ہوئی ہے اور میں اس کے بعد میدان کو ایک مدبر جرنیل کی طرح اس نظرے دیکھ رہا ہوں کہ اب مجھے اس فتح سے زیادہ سے زیادہ فائدہ کس طرح حاصل کرنا چاہیئے۔ ... ... اتنے میں آواز آئی WILLIAM THE CONQUEROR) ولیم دی کنکرر۔ یعنی ولیم فاتح۔"

(الفضل ۲۴ر جون ۱۹۲۴ء ص۵)

چنانچہ ۲۳ر ستمبر ۱۹۲۴ء کو کانفرنس میں حضور کا وہ معرکۃ الآراء مضمون پڑھا گیا جس نے یورپ میں اسلام کی روحانی فتح کی بنیادیں رکھ دیں اور آخر میں پریذیڈنٹ سر تھیوڈر ماریسن نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور لوگوں نے محترم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو جنہوں نے مضمون پڑھا تھا مبارکباد دی۔

اس مبارک سفر میں حضور کے ہاتھ پہ ایک اور بھی اسلام کی فتح و ظفر کا کارنامہ انجام پذیر ہوا۔ چنانچہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حضور نے اپنے دستِ مبارک سے ساؤتھ فیلڈز لنڈن میں **مسجد فضل** کی بنیاد رکھی۔ اور اس موقع پہ جب کہ مختلف قوموں اور متعدد مذاہب کے ممتاز اشخاص موجود تھے۔ مثلاً انگریز۔ جرمن۔ سرون۔ ہنگری۔ زیکوسلواکیہ۔ ایتھونیا

مصری۔ امریکن۔ بٹالین۔ جاپانی۔ اور ہندوستان کے رہنے والے۔ نیز جاپان اور جرمنی کے سفیر۔ وینڈز ورتھ کے رئیس اور استھونیا کا وزیر اور ترکی اور البانیا کے نمائندے بھی شامل تھے۔ ان سب کی موجودگی میں مسجد کے محرابِ پر جھنڈا لہرایا گیا۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے (تاریخ احمدیت حصہ پنجم باب پنجم واقعات ۱۹۲۴ء)

ی:۔ پھر ایک اور انقلاب جو خلافت ثالثہ کے چند سالوں میں ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو بشارت دیتے ہوئے دنیا کو اس سے آگاہ فرمایا۔ خطبۂ جمعہ کے دوران حضور نے فرمایا

"میں جماعت کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس[۳۰] سال جماعت احمدیہ کے لئے نہایت ہی اہم ہیں کیونکہ دنیا میں روحانی **انقلاب عظیم** پیدا ہونے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کونسی خوش بخت قومیں ہوں گی یا جزائر میں یا دوسرے حلقوں میں؟ لیکن میں پورے وثوق کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب دنیا میں ایسے ممالک اور علاقے پائے جائیں گے جہاں کی اکثریت **احمدیت** کو قبول کرے گی۔ اور وہاں کی حکومت احمدیت کے ہاتھ میں ہوگی۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۵ء مطبوعہ الفضل ۹ر جون ۱۹۶۶ء)

پس اے معترضو! اور اے غافلو! سنو۔ اس باغ روحانیت سے جو زبردست تیار ہو کر دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلا دی گئی ہے وہ اب انجیلی تمثیل (جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ) کے مطابق اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو کر دنیا سے ظہور پیشگوئی کا اعتراف اور داد تحسین ممالک غربیہ تک سے بھی برملا دلا رہی ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کا مصنف لکھتا ہے:۔

الف:۔ "جماعت احمدیہ ایک وسیع تبلیغی نظام ہے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ مغربی افریقہ ماریشیس اور جاوا میں بھی۔ اس کے علاوہ برلن۔ شکاگو اور لنڈن میں بھی ان کے تبلیغی مشن قائم ہیں۔ ان کے مبلغین نے خاص کوشش کی ہے کہ یورپ کے لوگ اسلام قبول کریں اور اس میں انہیں **معتدبہ کامیابی** حاصل ہوئی ہے۔ ان کے لٹریچر میں اسلام کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے جو نو تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے باعث کشش ہے اور اس طریق پر نہ صرف غیر مسلم ہی ان کی طرف کھچے چلے آرہے ہیں بلکہ ان مسلمانوں کے لئے بھی یہ تعلیمات کشش کا باعث ہیں جو مذہب سے بے گانہ ہیں یا عقلیات کی رَو میں بہہ گئے ہیں ان کے مبلغین ان حملوں کا بھی دفاع کرتے ہیں جو عیسائی مناظرین نے اسلام پر کئے ہیں۔"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا مطبوعہ سنہ ۱۹۴۷ء جلد ۱۲ صفحہ ۷۱۱-۷۱۲)

ب:۔ مسٹر ڈوکس نے دورانِ **تقریر** کہا کہ

"عیسائیت اور اسلام کے درمیان جو جنگ جاری ہے اس کا فیصلہ کسی بڑے شہر میں نہیں ہوگا بلکہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہوگا جس کا نام **قادیان** ہے۔"

(تفسیر کبیر حضرت امیر المومنین۔ سورۃ الکوثر صفحہ ۲۷۶)

ج:۔ امریکہ کا ایک عیسائی محقق مسٹر "فری لینڈ ایبٹ" اپنی تصنیف "اسلام اینڈ پاکستان" میں لکھتا ہے:۔

"جماعت احمدیہ کی اصل اہمیت یہ ہے کہ اس نے تبلیغ اسلام پر بہت زور دیا (یوں تو) ہر مسلمان کا یہ ایمان تھا کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ہر قسم کی غلطی سے مبرا ہے (لیکن) احمدیوں نے (اس سے بڑھکر) اس امر کو ایک بنیادی اصول کے طور پر اختیار کیا کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں پر ان کے اپنے اپنے مذہب کی خامیاں واضح کی جائیں اور اس راہ میں پوری طاقت صرف کرکے انہیں حلقہ بگوش اسلام بنایا جائے ایک لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو جماعت احمدیہ برصغیر میں انگریزوں کی آمد اور نتیجۃً مسلمانوں کی پسپائی کے بعد مذہبی اعتبار سے ان کے اسی طرح از سرِ نو ابھرنے کی آئینہ دار ہے جس طرح اس پسپائی کے بعد میدان سیاست میں مسلم لیگ ان کے از سر نو ابھرنے کی ایک واضح علامت کی حیثیت رکھتی ہے ...... احمدیوں نے غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام بنانے میں پوری طاقت صرف کرکے اور عیسائیت پر ڈنکے کی چوٹ مسلسل اور پیہم حملہ آور ہوکر بہت سے مسلمانوں میں ایک مضبوط تر ایمان و یقین پیدا کر دکھایا...... وہ پورے اعتماد کے ساتھ اس یقین پر قائم ہوگئے کہ یورپ کی طاقت عیسائیت کی مرہون نہیں ہے اور یہ کہ سچا اور حقیقی مذہب (جو عیسائیت کی جگہ لے گا) صرف اسلام ہی ہے جماعت احمدیہ کی یہی اصل اہمیت اور یہی اس کا اصل امتیاز ہے"

(اسلام اینڈ پاکستان صفحہ ۱۶۰-۱۶۱)

احمدیت کے شدید ترین مخالفین کو بھی جماعت احمدیہ کی مساعی جمیلہ کی داد تحسین دینے اور داعیگی فرائض کے اعتراف سے انکار نہیں۔ چنانچہ قاہرہ کے شدید مخالف احمدیت اخبار "الفتح" کے ایڈیٹر کو بھی لکھنا پڑا:۔

"میں نے بغور دیکھا تو قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔ انہوں نے بذریعہ تحریر و تقریر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے اور مشرق و مغرب کے مختلف ممالک و اقوام میں بصرف زر کثیر اپنے دعویٰ کو تقویت پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی انجمنیں منظم کرکے زبردست حملہ کیا ہے۔ اور ایشیا۔ یورپ۔ امریکہ۔ اور افریقہ میں ان کے ایسے تبلیغی مراکز قائم ہوگئے ہیں جو علم و عمل کے لحاظ سے تو عیسائیوں کی انجمنوں کے

برابر ہیں لیکن تاثیرات و کامیابی میں عیسائی پادریوں کو اُن سے کوئی نسبت نہیں۔ **قادیانی لوگ** بہت بڑھ چڑھکر کامیاب ہیں کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پُرحکمت باتیں ہیں۔ جو شخص بھی ان کے حیرت نما کارناموں کو دیکھے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے۔ صرف وہی ہیں جو اس راہ میں اپنے اموال اور جانیں خرچ کر رہے ہیں۔ اگر دوسرے مدعیان اصلاح اس جہاد کے لئے جائیں۔ یہاں تک کہ ان کی آوازیں بیٹھ جائیں اور لکھتے لکھتے ان کے قلم شکستہ ہو جائیں تب بھی عالمِ اسلام میں اس کا دسواں حصہ بھی اکٹھا نہ کر سکیں گے جتنا یہ تھوڑی سی جماعت مال و افراد کے لحاظ سے خرچ کر رہی ہے۔"

(الفتح ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شاید وہ طبائع جو مغربی تہذیب کی ملمع آفرینیوں اور ان کی آلودگی رعنائیوں کے دلدادہ ہیں اس بات سے مایوس ہو کر یہ اعتراض کر بیٹھیں کہ مغربی ممالک میں قومی طور پہ مذہبی انقلاب برپا ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ اور چونکہ انکی تہذیب دنیا پہ چھائی ہوئی ہے اور مشرقی ممالک بھی ان کے زیر اثر ہیں لہٰذا اس انقلاب کے لئے ان کا تیار ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

پس اگلی آیات میں اس شبہ کو رفع کیا جاتا ہے۔

اقوامِ عالم میں روحانی انقلاب

اور

اس ضمن بعض پیشگوئیوں کا ظہور

وَ اٰیَۃٌ لَّہُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ
اَحْیَیْنٰہَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْہَا حَبًّا
فَمِنْہُ یَاْکُلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ جَعَلْنَا
فِیْہَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ
وَّ فَجَّرْنَا فِیْہَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۵﴾
لِیَاْکُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖ وَ مَا عَمِلَتْہُ
اَیْدِیْہِمْ اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ ﴿۳۶﴾
سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ
کُلَّہَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ
اَنْفُسِہِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾
وَ اٰیَۃٌ لَّہُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْہُ
النَّہَارَ فَاِذَا ہُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۸﴾
وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّہَا
ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۹﴾
وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی

اور ان کے لئے مُردہ زمین ایک نشان ہے جسے ہم نے زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا۔ سو یہ اس سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ اُگائے ہیں اور اس میں چشمے پھوڑے ہیں۔ تاکہ وہ اس کے پھل سے (حسب ضرورت) کھائیں اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں اُگایا بلکہ ہم نے اُگایا ہے کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے اس میں سے بھی جس کو زمین اُگاتی ہے اور خود ان کی جانوں میں سے بھی اور ان چیزوں میں سے بھی جس کو وہ نہیں جانتے۔ اور ان کے لئے رات بھی ایک نشان ہے جس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں۔ تب اچانک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج ایک مقرر راستے پر چل رہا ہے یہ خدائے عزیز و علیم کا مقرر کردہ قانون ہے اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہانتک کہ

عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٤٠﴾ لَا الشَّمْسُ
يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ
وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ
فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤١﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ
اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ
الْمَشْحُوْنِ ﴿٤٢﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ
مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَاِنْ نَّشَاْ
نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ
يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٤﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ
مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٥﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ
اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ
مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ
اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٨﴾
وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً
وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿٥٠﴾
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى
اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥١﴾ ع ٣

وہ پرانی شاخ کی طرح ہو کر پھر لوٹ آتا ہے۔ نہ تو
سورج کو طاقت ہے کہ وہ (اپنے سال کے دورہ میں
کسی وقت) چاند کے قریب جا پہنچے اور نہ رات دن سے
آگے نکلنے والی ہے اور یہ سب کے سب ایک مقررہ رستہ
پر نہایت سہولت سے چل رہے ہیں۔ اور ایک نشان
ان کے لئے یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی
کشتی میں اٹھایا اور ہم نے ان کے لئے اسی قسم کی اور چیزیں
بھی پیدا کیں جن کو وہ سواری کے کام میں لاتے ہیں اور اگر
ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر کوئی ان کی فریاد سننے
والا نہ ہو اور نہ وہ (کسی اور ذریعہ سے) بچائے جائیں
(ہاں) مگر ہماری رحمت ہی ہے (جس کی وجہ سے وہ بچے ہے
ہیں) اور ایک مدت تک نفع اٹھا رہے ہیں اور
جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس سے بچاؤ کرو جو
تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم
کیا جائے۔ اور ان کے رب کے نشانوں میں سے جو
کوئی اہم نشان ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس سے بھی منہ
پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے
جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر مومنوں سے
کہتے ہیں کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جن کو۔ اگر اللہ تعالیٰ
چاہتا تو آپ بھی کھلا سکتا تھا (ایسی باتوں سے تو) تم کھلی
کھلی گمراہی میں پڑے ہو۔ اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ کہ)
یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ وہ صرف ایک اچانک عذاب کا انتظار کر رہے
ہیں۔ سو ان کو ایسے حال میں آ پکڑے گا کہ وہ جھگڑوں میں مبتلا ہوں گے
تب نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر جا سکیں گے۔

(اس رکوع کی آیات ۳۳ تا ۴۴ میں شبہ مذکورہ بالا کا رفع کرتے ہوئے اس کے جواب میں تین دلائل تاریخی۔ آفاقی اور انفسی پیش کئے گئے ہیں تا اُن مختلف تدریجی انقلابات کی طرف اشارہ ہو جو تین صدیوں میں نمودار ہونے والے ہیں۔

دلیل اوّل وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ الخ

اس دلیل کو پیش کرنے کے لئے دو طریق ہیں۔ اوّل اسلوب عام دوم اسلوب خاص۔ اسلوب عام اس صورت میں جب کہ الارض المیتۃ میں الف لام جنس مراد لیا جائے پس معنی یہ ہوں گے کہ عام سنت اللہ تم دیکھتے ہو کہ آسمان سے جب کبھی بارش نازل ہوتی ہے تو خشک سالی کی وجہ سے وہ زمین جو پہلے مردہ تھی زندہ اور سرسبز و شاداب ہو کر مختلف قسم کے اناج اور پھل پھول پیدا کرتی ہے اسی طرح جب کبھی کسی مامور نبی کی بعثت کا زمانہ آتا ہے تو اس وقت بھی روحانی بارش کے نزول سے قلوب انسانی کی مردہ زمین کا زندہ ہونا لازمی اور قطعی ہے۔ اس میں نہ کبھی پہلے تخلف ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔

دوسرا اسلوب خاص جو عہد حاضر کے لئے موزوں ترین خطاب ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ الارض المیتۃ میں الف لام عہد کا مراد لیا جائے۔ پس مفہوم یہ ہوگا کہ اے اعتراض کرنے والو! کیا تم کو اسلام کی نشأۃ اولیٰ کا واقعہ بھول گیا ہے؟ جبکہ سرزمین **عرب** میں وہ عظیم الشان انقلاب برپا ہوا جس کی نظیر دنیا میں ناپید ہے۔ وہ خطہ جو صدیوں سے کفر و شرک کا گہوارہ بن چکا تھا۔ جس کے باشندوں کی رگوں میں شرک کی نجاست اس قدر رچ گئی تھی کہ مرکز **توحید بیت اللہ العتیق** کو بھی تین سو ساٹھ بتوں کی عبادتگاہ بنا دیا گیا تھا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آ سکتا تھا کہ ایک وقت یہی قوم توحید اسلام قبول کر کے اپنے ہاتھوں سے ان بتوں کو نکال باہر پھینک دے گی۔ پس اسی طرح آج بھی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دور میں اُن مغربی اقوام کا جو کہ علم دوست اور حق کے متلاشی ہیں۔ حق کو قبول کر لینا کوئی مشکل امر نہیں ہے[1] ہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں اچھی طرح تبلیغ کی جائے اور اسلام کا حسین چہرہ ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

---

[1] بلکہ اب تو ان ممالک میں احیاء عیسائیت کی تحریک کے لئے نئی سے نئی شاخیں نکل رہی ہیں چنانچہ انگلینڈ میں
(باقی ص ۱۸۰)

سنو! حضرت امام الزمان اس انقلاب کو جو آسمان پر مقدر ہو چکا ہے دیکھکر یہ فرما گئے ہیں :-

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج — نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

چنانچہ اب تو دانشوران یورپ خود بھی اس بات کے معترف ہو کر صلائے تحسین بلند کر رہے ہیں

۱۔ موجودہ صدی کے مشہور مصنف جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں :- "میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو ہمیشہ ہی بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے میرے نزدیک یہی مذہب بدلتے ہوئے زمانۂ حیات کے مقابل پر ایسی اہلیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے یہ ہر زمانہ کے لوگوں کو اپیل کرتا ہے ..... قرونِ وسطیٰ کے پادریوں نے یا تو جہالت کی وجہ سے یا تعصب کی بناء پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی نہایت تاریک تصویر کھینچی ہے۔ فی الحقیقت انہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے مذہب سے نفرت کرنے کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ ان کے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یسوع کے دشمن تھے لیکن میں نے اس عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کیا ہے۔ میری رائے میں وہ نہ صرف یہ کہ مسیح کے دشمن نہ تھے بلکہ وہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر موجودہ زمانے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا انسان دنیا کا ڈکٹیٹر یا آمر بن جائے تو وہ ہمارے زمانے کی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں حقیقی مسرت اور امن حاصل ہو جائے۔ اب یورپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب کو سمجھنے لگا ہے اور آئندہ صدی میں یورپ اس بات کو اور زیادہ تسلیم کرے گا کہ اسلام کے اصول ہی اس کی الجھنوں کو حل کر سکتے ہیں۔ میری پیشگوئی کو ان حقائق کے ماتحت سمجھنا چاہیے۔ موجودہ وقت میں بھی میری قوم کے اور یورپ کے کئی لوگ اسلام کو اختیار کر چکے ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ **یورپ کے اسلامی بننے کا آغاز** ہو چکا ہے۔" (On Getting Married)

(بقیہ ص۱۲۹ حاشیہ :- ایک تازہ تحریک (Primitive Christianity revolved) یعنی ابتدائی عیسائیت کا احیاء نکلی ہے جس کا بانی جارج فوکس ہے۔ جارج فوکس کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ ہر شخص کے اندر اس کے خالق نے نیکی اور روحانیت کا ایک مادہ رکھا ہے جسکا نام THE LIGHT WITHIN یعنی اندرونی نورِ صداقت ہے اور یہی نور ہر شخص کی رہنمائی بغیر کسی توسط کے کر سکتا ہے۔ حضرت صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی مبلغ امریکہ نے اس فرقہ کے لوگوں کے درمیان ایک دفعہ امریکہ میں لیکچر دیتے ہوئے جب یہ بیان کیا کہ

"ہر انسان کو اپنے خدا کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرنا چاہیے کیونکہ یہی تعلق حقیقت میں انسان کی روحانی تشنگی دور کرنے کا موجب ہے۔"

تو اس پر یکلخت سارے کا سارا مجمع جو تقریباً پانچ ہزار حاضرین پر مشتمل تھا کھڑا ہو گیا اور شور مچا دیا کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہم بھی مسلمان ہیں۔"

(رسالہ خالد نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۲۰-۲۱)

۲۔ ہیگ ہالینڈ کا ایک کثیر الاشاعت اخبار Nieuwe Haagsche Courant عنوان "مغربی یورپ میں اسلامی مہم کا آغاز" کے تحت لکھتا ہے :- "اسلام کسی خاص قوم یا علاقہ کا مذہب نہیں ہے بلکہ ایک عالمگیر مذہب ہے اور موجودہ عالمگیر مشکلات کا حل اس میں مضمر ہے ..... اس جماعت (یعنی احمدیہ جماعت) کی کوششوں سے ایک بھاری تعداد اسلام سے ہمدردی رکھنے والی ضرور پیدا ہو گئی ہے۔" (اخبار مذکور ۲۰ دسمبر ۱۹۵۸ء)

۳۔ ہالینڈ کا ایک اور مشہور اخبار زیر عنوان "اسلامی ہلال یورپ کے افق پر" لکھتا ہے :-

"یورپ کا نوجوان طبقہ عیسائیت سے بیزار ہو رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ کسی بھی دوسری چیز کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے دوسری طرف اسلام یورپ میں اتحاد کا علم لئے ہوئے ہے اور یہ نوجوان ادھر مائل ہو رہے ہیں ... جس کا سب سے طاقتور انجن جماعت احمدیہ ہے۔" (Katholiek Journal Tilburg)

۴۔ سوئٹزرلینڈ کے ایک اخبار (Tribune) نے ایک نہایت دلچسپ مقالہ لکھا ہے یہ اخبار لکھتا ہے :-

"جہاں تک کلیسیا کا تعلق ہے وہ گوناگوں مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ اور ان پریشانیوں کے دور ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی اس پر مستزاد یہ کہ سابقہ پریشانیوں کا رابطہ اضافہ ہو رہا ہے۔ ان نئی پریشانیوں میں سے ایک اسلام ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس زمانہ کا **حملہ آور اسلام ہے** ..... آج اسلام جن ہتھیاروں سے حملہ آور ہے وہ سابقہ ہتھیاروں کی نسبت بہت نازک ہیں لیکن اثر کے لحاظ سے خمدار تلواروں سے کسی طرح کم نہیں۔ ہمارے زمانہ میں اسلام کا حملہ ان تبلیغی مشنوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے جن کی پیش قدمی بالخصوص افریقہ اور ایشیا میں کچھ ایسی نوعیت کی حامل ہے کہ اسے رد کرنا آسان نہیں ان دونوں براعظموں میں اسلام کی تبلیغی مہم بڑی مضبوطی سے پاؤں جماتی چلی جا رہی ہے۔ اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی وہ صورت حال ہے جو عیسائی مشنریوں کے کام کو مشکل اور ان کی زندگی کو تلخ بنانے کا موجب بنی ہوئی ہے لیکن اسلام اپنی ان تبلیغی کامیابیوں پر جو اسے افریقہ

اور ایشیا میں حاصل ہو رہی ہیں مطمئن ہونے کے لئے تیار نہیں بلکہ وہ دوسری طرف یک بستہ دیوار کی طرح عیسائی یورپ کے قلب کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ وہ اس طرح کہ یہاں خود ہمارے درمیان اس کی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ کلیسا اس صورت حال سے بہت پریشان ہے اور اسے اپنے لئے ایک چیلنج تصور کرتا ہے"

۵ مشہور مؤرخ محقق پروفیسر آرنلڈ جے ٹائن بی اپنی کتاب تہذیب جدید مدراہے پر (CIVIZATION ONTRIAL) میں لکھتے ہیں:-

"اگر ہم اسلامی اصولوں کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان میں کچھ اصول ایسے ہیں کہ اگر مغربی سوسائٹی پر ان کا اطلاق ہو تو اس کے انتہائی اہم اور دور رس نتائج حاصل ہوں گے۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ مستقبل قریب میں ایسا ہی ہو جائے گا۔ موجودہ مغربی ماحول میں دو عظیم خطرات موجود ہیں۔ ایک نفسیاتی ہے اور دوسرا مادی اور یہ عظیم خطرات موجودہ دور کی سوسائٹی میں نہایت غالب ہیں۔ پہلا خطرہ (جس سے سوسائٹی کے نابود ہونے کا خطرہ ہے) وہ نسلی منافرت کا احساس ہے (یعنی گورے رنگ کی اقوام اپنے آپ کو برتر خیال کرتی ہیں) اور دوسرا اعظم خطرہ "شراب" کی صورت میں موجود ہے۔ اسلام ایک ایسی جد و جہد کو عمل میں لا رہا ہے کہ وہ ان دونوں بدبلوں کو مٹا کر انسانیت کی ایک عظیم خدمت انجام دے سکتا ہے۔ اور یہ خدمت ہماری اخلاقی اور تعلیمی قدروں کے اعتبار سے انتہائی اہم ہوگی۔ نسلی برتری اور منافرت کا احساس نہ صرف یہ کہ اسلام میں موجود ہی نہیں بلکہ انسانی قلب میں سے اس کو یکسر مٹا دینا اسلام کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور آج کی دنیا چلا چلا کر اسلام کی اس خصوصیت کو اپنانے کی دعوت دے رہی ہے۔ بدقسمتی سے مغربی طاقتوں کا وہ گروہ جو گذشتہ چار سو سال سے دنیا کے اکثر حصے پر غالب ہو چکا ہے۔ اس لعنت میں گرفتار ہو گیا ہے اور اب فطرتوں میں یہ احساس رفتہ رفتہ

غلبہ پکڑ رہا ہے کہ اس لعنت کو ختم ہونا چاہیئے۔

(CIVILIZATION ON TRIAL, P. 205)

یہی صاحب اپنے لیکچر "دور حاضر کا چیلنج" میں اسلام کی زبردست قوت نفوذ کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

"اگر مغربی تہذیب کے اس نئے دور میں اسلام سوسائٹی کے چھوٹے اور گرے ہوئے طبقوں میں جڑ پکڑ گیا تو پھر مشرق بعید اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اپنے طور پر مغربی تہذیب کے مستقبل پر ایسے ایسے رنگ میں اثر انداز ہونے کی کوشش کرے گا کہ جو فہم و ادراک سے یکسر بالا ہیں۔"

(CIVILIZATIONONTRIAL. P. 203)

۶۔ مسز اوجین یونگ لکھتا ہے کہ:-

"اسلام کے نظام اجتماعی کی قوت کا خطرہ یورپ اور اس کی بڑی بڑی حکومتوں کو لرزہ براندام کئے رہتا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی تعلیمات میں بڑی آزادی ہے۔ وہ انسانی طبقات کی تقسیم اور ان میں امتیازات کی قائل نہیں ہے اور نہ وہ مسیحی کلیسا کی طرح دینی اقتدار کی دعوت دیتا ہے۔ اس میں وہ سیاسی فریب بھی نہیں ہے جس کو موجودہ زمانہ کی حکومتوں نے اپنا شعار بنا لیا ہے۔ مسلمانوں کا شعار قلب و روح کی تسخیر ہے اور دنیا میں امن و سلامتی کا ذریعہ ہے اور جو لوگ اس کی مخالفت کریں گے ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔"

Morde- illious ou sel realiata Engme
Yrug Lereuenlde selamel-des ARABES.

۷۔ آرتھر جلین لینارڈ لکھتا ہے:-

"یہ ضروری ہے کہ اسلام کے ساتھ یورپ کا طرز عمل اب ناپسندیدہ طریقوں سے مختلف ہونا چاہیے اور اس کو مکروہ۔ معیوب اور

ذلیل احسان فراموشی کی بجائے ابدی شکر و سپاس کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ یورپ نے اب تک اخلاص اور صمیم قلب سے اس فرض کا جو اس پر اسلامی تہذیب اور عربی تمدن کا ہے پورا اعتراف نہیں کیا۔ صرف اپنے دور ظلمت میں جب اہلِ یورپ جہالت و وحشت کے سمندر میں غرق تھے بے دلی کے ساتھ اور دبی زبان سے اس کا تھوڑا البتہ اقرار کیا ہے حالانکہ اس زمانہ میں جب اسلامی تہذیب علم و عمران کے بلند ترین درجہ پر تھی اس نے یورپین سوسائٹی کی آگ روشن رکھی اور اس کو زوال سے بچایا۔ اب بھی جب کہ ہم اپنے کو تہذیب و تمدن کی بلند ترین چوٹی پر سمجھتے ہیں اس بات کا اعتراف نہیں کہ اگر عمرانی مسائل میں اسلامی تہذیب۔ عربی تمدن۔ اس کے علم کی عظمت کا جلوہ اور ان کے اعلے درجہ کے منظم مدارس نہ ہوتے تو آج تک یورپ جہالت کی تاریکی میں رہتا۔"

(اسلام کے مغرب کی بیداری آرتھر جلین کا عربی ترجمہ
بحوالہ اسلام اور عربی تمدن مصنفہ شاہ معین الدین ندوی ص ۶۷)

۸۔ یہی مصنف ایک اور موقع پر لکھتا ہے :۔

" کیا یورپ محض عداوت اور احسان فراموشی کی بنا پر عربوں کے ان کارناموں کو جن کا ذکر اب صرف ان کی کتابوں میں رہ گیا ہے نظر انداز کر دے گا۔ کیا ہم لوگ اسلام کے ابتدائی عہد زریں خصوصاً عباسی دور کی دنیائے اسلام کے نشاط شباب سے محروم نہیں تھے۔ ہم اس عظیم الشان نقصان کو کیسے بھلا سکتے ہیں جو عربی لٹریچر پر ہمارے ظلم و زیادتی سے ہوا ہے۔ ہم نے اپنے تعصب، جہالت اور غرور سے عربوں کی ہزاروں کتابیں تلف کر کے عالم انسانیت کا گناہ کیا ہے کیا یہ عام اور مشہور بات نہیں ہے کہ نصرانی یورپ اپنی ترقی میں عربوں کی امداد کو چھپانے کی صدیوں انتہائی کوشش کرتا رہا لیکن وہ دن دور نہیں کہ اس احسان کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ یورپ بلکہ پوری عیسائی دنیا کو

چاہیئے کہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے ساری دنیا میں اپنی جہالت کا اعلان کرے اور وہ عنقریب اسلام کے ابدی فرض کے اعتراف پر مجبور ہو گی۔"

(اسلام اور عربی تمدن ص ۶۷-۶۸)

۹۔ انصاف پسند ڈریپر لکھتا ہے :۔

" یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یورپین ادب یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے متعلق جو ہمارے علمی فرائض ہیں ان کو ہم بھلا دیں۔ لیکن اب وقت آگیا ہے کہ ہم ان کو پہچانیں اور یہ ناانصافی جو مذہبی عناد اور قومی جہالت و وحشت پر مبنی ہے ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی۔"

(یورپ میں عقلی علوم کا ارتقاء از ڈریپر بحوالہ اسلام اور عربی تمدن ص ۲۲۲)

۱۰۔ امریکہ کی سنسنائی یونیورسٹی کے پروفیسر ہوورڈ نے اسلامیات پر لیکچر دیتے ہوئے ذیل کے خیالات ظاہر کئے :۔

" ہم لوگ خواہ کتنا ہی انکار کریں مگر واقعات کو پیش نظر رکھ کر یہ تسلیم ہی کرنا پڑے گا کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ وہ اس قوم پر حکومت کر رہا ہے جو ازمنہ مظلمہ میں عیسائیوں کے لئے شمع ہدایت بنی رہی اور جس نے اپنے علوم و فنون سے ہمارے دماغوں کو سیراب و شاداب کیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر اسلامی حکومتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں۔ تو اسلام اور مسلمان فنا نہیں ہو سکتے کیونکہ جو چیز ان کو حیاتِ تازہ بخشتی ہے وہ ان کی کتاب **قرآن** ہے۔ جو اپنی اصل کے اعتبار سے ایسی ہی محفوظ ہے جیسا کہ آسمان اپنی پیدائش کے وقت سے۔ اس کا حال بائیبل کی طرح نہیں ہے کہ اپنی تمام مذہبی اور تاریخی خصوصیات کو گم کر چکی ہے۔ اور نہ اس کی تعلیم بیرونی تعلیم و عقاید سے ملوث ہوئی ہے۔ عیسائیت اور بت پرستی میں اب وہ فرق نہیں رہا اور اگر کوئی کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا کیونکہ بت پرستی کے جراثیم نے اصلی عیسائیت کو چٹ کر لیا ہے۔ **قرآن** ایک زندہ

اور حیات بخش کتاب ہے۔ اور مسلمانوں کے نزدیک دُنیا کی کوئی چیز بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ مسلمان اپنے دل و دماغ کو اسلام کے حوالے کر چکے ہیں اور عیسائی رہنما یا بعض سیاسی وجہ کی بنا پر اس کو مان رہے ہیں۔ ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم کی تعلیم کا صحیح ظہور ہوا تو اس سے عیسائی دنیا کو بہت کچھ فوائد پہنچیں گے۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو مارچ ۱۹۳۲ء ص ۳۰)

۱۱۔ ڈاکٹر ہسٹن سمتھ (DR. HASTON SMITH
اپنی کتاب THE RELIGIONS OF MAN میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام نے دُنیا میں جس زبردست سلطنت کی بُنیاد ڈالی تھی اس میں بیشک بعد ازاں ایک حد تک جمود کی کیفیت رونما ہوئی۔ لیکن اب اسلام اس جمود اور بے حسی کی حالت سے پھر اُبھر رہا ہے۔ بعض مذاہب کے متعلق ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اب وہ موت سے ہمکنار ہوتے جا رہے ہیں یا یوں کہو کہ اب کالعدم ہونے کو ہیں۔ لیکن اسلام کی یہ حالت نہیں ہے۔ دُنیا کے عظیم مذاہب میں سے زمانی اعتبار سے یہ سب سے بعد میں رونما ہونے والا مذہب اب پھر ایک حد تک جوانی کی سی تب و تاب اور قوت و توانائی کے ساتھ حرکت میں آرہا ہے بحر اوقیانوس میں جبل الطارق کے مقابل مراکش سے لے کر مشرق کی جانب مصر کے راستے مشرق وسطیٰ اور پاکستان میں سے ہوتے ہوئے بحر الکاہل میں انڈونیشیا اور پھر فلپائن تک بحیثیت دنیا میں اسلام ایک زبردست قوت کی حیثیت رکھتا ہے قریباً دنیا کے ۳۵ کروڑ باشندے اس کے پیروؤں میں شامل ہیں۔ دنیا کے ہر سات انسانوں میں سے ایک اسلام پر اعتماد رکھتا ہے۔ پھر یہ افکار و خیالات اور اعمال کی تنظیم کرنے میں اپنے پیروؤں کی اتنی تفصیل کے ساتھ راہنمائی کرتا ہے کہ مغربی دُنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مزید برآں اسلام

خود اپنے آپ کو مضبوط ہی نہیں بنا رہا بلکہ یہ دُنیا میں پھیل رہا ہے۔ اور پھیل بھی رہا ہے بڑی تیزی سے۔۔ آج اسلام نہ صرف افریقہ اور جنوب مشرقی ایشیا میں پھیل رہا ہے بلکہ کسی حد تک چین۔ انگلستان۔ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھی بعض لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بنا رہا ہے بعض کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پھیلنے والا مذہب ہے۔۔۔ بعض علاقوں میں جہاں مشنری سرگرمیوں کے اعتبار سے اسلام اور عیسائیت کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہے۔ اسلام کو ایک کے مقابلہ میں دس کی نسبت سے کامیابی ہو رہی ہے"

(کتاب مذکور ص ۲۳۱)

۱۲۔ ڈاکٹر روڈی پیرٹ پروفیسر اسلامیات (جرمنی) اپنے مقالہ میں جو مذاکرہ اسلامی لاہور میں پڑھا گیا۔ کہتے ہیں:۔

"دنیائے اسلام میں نشأۃ ثانیہ اور تنظیم جدید کا دور شروع ہو چکا ہے اور ہم بیسویں صدی کے مستشرقین خوش قسمت ہیں کہ اس دور کی طلوع سحر کو دیکھنے کے لئے زندہ ہیں۔ ہم حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھ رہے ہیں کہ ایک ایسی چیز معرضِ ظہور میں آرہی ہے اور پھل پھول رہی ہے جسے آج سے پچاس سال پہلے ناممکن الوقوع خیال کیا جاتا تھا"

(طلوع اسلام کراچی فروری ۱۹۵۸ء ص ۵۲)

١٤

چودھویں پیشگوئی

تتمہ دلیل اوّل اور چودھویں پیشگوئی | سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّہَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۔

اس آیت میں بھی اس وسوسہ شیطانی کا جواب ہے جو مغربی ممالک میں مذہبی انقلاب برپا ہونے کو غیر ممکن قرار دینے والے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ایسے شبہات سے تو گویا خدا تعالےٰ کی صفت خلق پر بھی زد پڑتی ہے۔ خدائے قدوس کی ذات پاک ہے ان الزاموں سے جو اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ اس نے تو ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔ از قسم نباتات ہوں یا حیوانات اور انسان[1]۔ بلکہ اور بھی ایسی چیزیں ہیں جن کے جوڑے ہونے کا ابھی تک تمہیں علم نہیں۔ اس میں اشارۃً بتایا ہے کہ جب قرآن مجید کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائی گئی ہے تو یقیناً ایک وقت اس پیشگوئی کو ظہور میں لانے کے لئے طبائع میں علمی تحقیقات کا نیا جوش پیدا کر دیا جائے گا۔ تب گوہر مقصود پا کر دُنیا اس کا مشاہدہ کرے گی۔ چنانچہ آج دُنیا اس کی عینی گواہ ہے[2]۔ سنو! یہ زمانہ علمی تحقیقات کا اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دَور ہے جس میں علوم ارضی و سماوی

---

[1] واضح ہو کہ انسانی طینت کا خمیر دو اُنسوں سے اٹھایا گیا ہے ایک اُنس اپنے خالق کے ساتھ دوسرا بنی نوع مخلوق کے ساتھ۔ پس ان دو جوہروں کے ازدواج اور امتزاج سے انسانی تہذیب کا دَور شروع ہوتا ہے۔ جس طرح بچّہ اگرچہ ابتدائی دورِ طفولیت میں ان احساسات سے غافل ہوتا ہے جن کا ظہور عالم شباب سے وابستہ ہے پس جونہی وہ سن بلوغ کی حدود میں داخل ہوتا ہے اسکی یہ حسّیں تیز ہو جاتی ہیں یہی حال ان قوموں کا بھی ہے جو اگرچہ اب تک روحانی حسوں سے غافل ہیں مگر وقت آ رہا ہے کہ حیوانی قویٰ کی تکمیل کے بعد ان کے روحانی قویٰ کی بھی تکمیل ہو۔ ۱۲ منہ

[2] آج کل سائنسدانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ تمام چیزوں میں قانون اضداد کام کر رہا ہے یعنی ایک ہی قسم

(باقی ص ۱۳۹ پر)

کا عالمگیر انتشار مقدر تھا۔ بدقسمتی سے جب مسلمانوں نے اس علمی خدمت کی بجا آوری میں تساہل برت کر اپنے لئے اس کے دروازے بند کر دیئے تو علوم ارضی کے شیوع کے لئے اللہ تعالےٰ نے مغربی اقوام کو کھڑا کر دیا جو بڑے انہماک سے اس کام میں مشغول ہو کر قرآنی پیشگوئیوں کو منصۂ ظہور پر لا رہی ہیں اور جن کا ظہور ابھی تک نہیں ہوا اس کے لئے پُر زور کوششیں کر رہی ہیں۔ چونکہ ان کی استعدادیں محض مادی افکار اور علوم ارضی تک محدود ہیں اس لئے اب تک یہی میدان ان کی جولانگاہ ہے۔ مگر اب جب کہ سماوی علوم اور روحانی حقائق کے شیوع کے لئے اللہ تعالےٰ نے **موعود اقوام عالم** کو مبعوث فرمایا ہے تو اب ان اقوام کی روحانی آنکھوں کی بصارتیں بھی تیز ہو کر روحانی حقائق و مناظر کے دیکھنے کی اہلیت پائیں گی۔ فَبَصَرُکَ الۡیَوۡمَ حَدِیۡدٌ[1]۔ چنانچہ موعود اقوام عالم امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان اقوام کے متعلق یہ بشارت فرما گئے ہیں۔

> "میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کے انڈے ہیں اور عنقریب ان میں اس ... ملّت کے بچے پیدا ہوں گے۔ اور ان کے مونہہ الٰہی دین کی طرف پھیرے جائیں گے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ جو ہر ایک بات کی تفتیش کرتی ہے اور اس حق سے آنکھ بند نہیں کرتی جو کھل گیا ہو۔ اور حق کے قبول کرنے سے شرم نہیں کرتی اور ڈھونڈتی ہے اور تھکتی نہیں اور جو ڈھونڈے گا پائے گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد ہی پاوے" (نور الحق حصہ اوّل ص ۴۲)

بقیہ حاشیہ ص ۱۳۸: کی چیزیں مل کر کبھی نتیجہ خیز نہیں ہوتیں۔ بلکہ اضداد ہی مل کر مطلوبہ نتائج پیدا کرتے ہیں چنانچہ ایتھر کے کرۂ ظلمت سے جو سیاہ انوار نیبولا کی شکل میں نکلتے ہیں اس کی چنگاریاں بھی اضداد کی شکل میں نکلتی ہیں۔ اور جب وہ ترقی پا کر بجلی کے مفردات کی شکل اختیار کرتی ہیں تو مثبت و منفی کہلاتی ہیں اور جب وہ ذرات مادی کی شکل اختیار کرتی ہیں تو اس وقت بھی اضداد یعنی نر و مادہ کا فرق صاف نظر آنے لگتا ہے اور ان میں تو اور بھی نمایاں ہو جاتا ہے جب تک کہ یہ نر و مادہ نہ ملیں کوئی پیدائش نہیں ہوتی۔ ۱۲ منہ

[1] یہ قرآن مجید کی آیت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی الہاماً نازل ہوئی (دیکھو تذکرہ ص ۵۵۸) تا اس حقیقت کا پتہ دے جس کا ظہور موجودہ زمانہ میں مقدر ہے۔ ۱۲ منہ

آج ان مغربی اقوام کی یہ دوڑ دھوپ محض تہذیبِ[1] حیوانی تک محدود ہے جو اس کے دورِ طفولیت کی خبر دے رہی ہے۔ پس ضرور ہے کہ وقت کے تقاضے کے ساتھ ایک دن وہ سن بلوغ کو بھی

لہ صحف اولیٰ میں بھی اس حیوانی تہذیب پھیلانے والے حیوان کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت یوحنا اپنا ایک کشف بیان فرماتے ہیں۔

"میں نے ایک حیوان کو سمندر میں سے نکلتے ہوئے دیکھا اس کے دس سینگ اور سات سر تھے اور اس کے سر پر کفر کے نام لکھے ہوئے تھے ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے ہو لی۔ بڑے بول بولنے اور کفر بکنے کے لئے اسے ایک منہ دیا گیا۔ اسے ہر قبیلے اور امت اور اہل زبان اور قوم پر اختیار دیا گیا۔ برّہ کی کتاب حیات میں جن کے نام لکھے ہوں گے وہ اس حیوان کی پرستش سے محفوظ رہیں گے اس کے سوا سب اس کی پرستش کریں گے۔"

(مکاشفہ یوحنا ۱۳ / ۱ تا ۱۸)

واضح ہو کہ دنیا نے جو تمدن و تہذیب کے مختلف ادوار میں سے گزر کر موجودہ تہذیب کی صورت اختیار کی ہے اور تہذیب اقوام پر بحث کرنے والے علماء اور فلاسفروں نے قوموں کی ۲۸ تہذیبیں قرار دی ہیں۔ میرے نزدیک ان سب تہذیبوں کے مرکز و عمود چار تہذیبیں قرار دی جا سکتی ہیں اور وہ چار تہذیبیں ذیل ہیں جن کی طرف قرآن مجید میں سورہ زمر کی آیت ۶ میں بایں الفاظ اشارہ ہے وَمِنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۔ اور سورہ انعام آیت ۱۴۵، ۱۴۶ میں بایں طور ان کی تفصیل آئی ہے مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ یہ چار تہذیبیں معروف ہیں۔ ہر تہذیب کے علمبرداروں کے نزدیک بطور امتیاز ان کی قومیت اور تہذیب کا نشان مقرر ہے چنانچہ عرب قوم کا نشان اونٹ ہے اور یونانی قوم کا نشان بکرا ہے۔ جیسا کہ حضرت دانیال کے رؤیا میں بھی اس طرف توجہ دلائی گئی ہے اور بعض کا نشان گائے ہے جیسے مصر اور ہندوستان اور عیسائیت کا نشان بھیڑ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ نے بھی اپنی قوم کو بھیڑیں کہا ہے اس (باقی حاشیہ اگلے پر)

پہنچے اور حیوانی تہذیب کا دور ختم کر کے انسانی تہذیب کے فوائد و لذائذ سے لطف اندوز ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"انسان پر ایک زمانہ آتا ہے کہ جس میں قلب و دماغ کی قوتیں اور طاقتیں نہیں ہوتیں۔ پھر ایک زمانہ دماغ کا آتا ہے۔ دماغی قوتیں اور طاقتیں نشوونما پاتی ہیں۔ اور ایک زمانہ آتا ہے کہ قلب منوّر اور مشتعل اور روشن ہو جاتا ہے۔ جب قلب کا زمانہ آتا ہے اُس وقت انسانی روح بلوغ حاصل کرتا ہے اور دماغ قلب کے تابع ہو جاتا ہے۔ اور دماغی قوتوں کو قلب کی خاصیتوں اور طاقتوں پر فوق نہیں ہوتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ دماغی طاقتوں کو مومنوں سے ہی خصوصیت نہیں ہے ہندو، چوہڑے وغیرہ بھی سب کے سب ہر ایک دماغ

(بقیہ حاشیہ) لحاظ سے یہ چار قومیں یا چار تہذیبیں ہوئیں۔ اور پھر ان تہذیبوں کو جاری کرنے اور چلانے والے (یعنی لیڈر اور حاکم) اور اس کو اختیار کرنے والے (یعنی عوام اور محکوم رعایا) دو گروہ نر و مادہ کی صورت میں ہوئے۔ پس یہ آٹھ قسمیں دنیاوی تہذیبوں اور ان کی علمبردار قوموں کی ہیں۔ جب تک قوموں میں صحیح مذہب کے ذریعہ آسمانی روح پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک وہ قومیں انعام کہلاتی ہیں۔ اسی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ان عیسائیوں کو جنہوں نے تثلیث، کفارہ وغیرہ عقائد شرکیہ کو جو مخالف عقل و تہذیب انسانی ہیں گلے کا پٹہ بنایا ہوا ہے۔ ان کو انعام قرار دے کر فرمایا۔ "والمتنصرون الذین ہم کالانعام" (نور الحق ٹائٹیل پیج حصہ دوم) اور سورہ زمر کی آیت ثمانیۃ ازواج سے پہلے آیت ۵ میں بھی عقیدہ اتخاذ ولد کا ذکر ہے۔ جس سے ایک لطیف پیرایہ میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جس طرح انعام اور چوپائے انسان کے ماتحت ہیں اور ان کے کام آتے ہیں اور ان پر انسان غلبہ و اقتدار رکھتا ہے۔ اسی طرح اسلام اور اس کے علمبردار ان انعام سیرت اقوام پر اخلاقی اور روحانی لحاظ سے غلبہ و اقتدار پاکر انہیں اسلام کی تہذیب کے جوئے تلے لائیں گے۔ اور اب یہ خدائی فیصلہ ہو چکا ہے کہ ان اقوام کو حیوانیت سے نکال انسانیت کبریٰ کے مقام پر لے جایا جاوے گا۔ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا ۔ ۱۲ منہ

سے کام لیتے ہیں ... ... یورپ اور نئی دُنیا کو دیکھو کہ یہ لوگ کس قدر دماغی قوتوں سے کام لیتے ہیں اور کس قدر آئے دن نئی ایجادیں کرتے ہیں۔ قلب کا کام جب ہوتا ہے انسان خدا کا بنتا ہے۔ اس وقت اندر کی ساری طاقتیں اور ریاستیں معدوم ہو کر قلب کی سلطنت ایک اقتدار اور قوت حاصل کرتی ہے۔ تب انسان کامل انسان کہلاتا ہے۔ یہ وہی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کا مصداق ہوتا ہے اور ملائکہ تک اسے سجدہ کرتے ہیں۔ اس وقت وہ ایک نیا انسان ہوتا ہے۔ اسکی روح پوری لذت اور سرور سے سرشار ہوتی ہے "

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۹ء ملفوظات ص ۴۰۶-۴۰۷ / ۱۲۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان مغربی اقوام کے دور کو ابھی دورِ طفولیت قرار دیتے ہوئے فرمایا:-

الا ترون المغربیین من الاقوام	کیا تم مغربی ممالک کی انگریزی قوموں اور
الانکلیزیۃ والملل النصرانیۃ	عیسائی ملتوں کو نہیں دیکھتے۔ ان تک تو
مابلغھم شئ من معارف القراٰن	قرآن مجید کے معارف اور دقائق میں سے
ودقائق الفرقان وتاللّٰہ انھم	اب تک کچھ بھی نہیں پہنچا۔ خدا کی قسم وہ
کالصبیان غافلون من اسرار	تو بچوں کی طرح ہیں اس لئے وہ خدائے
دین الرحمن	رحمٰن کے دین کے اسرار سے غافل ہیں۔

(نور الحق حصہ ۲ ص ۹۱)

ہاں ان اقوام کے سن بلوغ کو پہنچنے پر تبلیغ اور اتمام حجت کرنے کے لئے حضور نے مغربی ممالک میں مبلغین کے بھجوانے کے متعلق تحریک فرماتے ہوئے آگے تحریر فرمایا

ومن ذھب الی البلاد الانکلیزیۃ	جو شخص انگریزی ممالک میں تبلیغ دین کی خاطر
خالصاً للّٰہ فھو احد من الاصفیاء	خالصاً للہ جائے گا وہ برگزیدہ لوگوں میں سے ایک
(نور الحق ص ۵۵ حصہ دوم)	ممتاز فرد ہو گا۔

آیت خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان اقوام میں شیوع و نفوذ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ عجیب و غریب قسم کے نئے سے نئے سامان پیدا فرمائے گا۔ ان میں سے بعض ارضی تحقیقات۔ اکتشافاتِ عصریہ کی قسم کے ہوں گے۔ جن کی طرف مما تنبتُ الارض کے الفاظ میں اشارہ ہے اور بعض ان سائنسدانوں۔ مؤرخین اور محققین مذہبیات کی شہادتوں کی صورت میں نمودار ہوں گے جن کی طرف من انفسھم میں اشارہ ہے اور بعض ابھی مما لا یعلمون کی مد میں داخل ہیں جن کی تاہنوز تحقیقات نہیں ہوئی جو وقت آنے پر آئندہ اپنے موقع پر اسکی تصدیقی شہادت ادا کریں گے۔

نیز آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مغربی ممالک کی یہ سرزمین جو اس وقت کفر و الحاد کا گہوارہ اور روحانیت سے بے بہرہ ایک تاریک خطہ ہے ایک وقت آسمانی روشنی سے منور اور روحانی بارش کے نزول سے زندہ اور سرسبز و شاداب ہو گا۔ اور اس میں توحید کے باغات اگیں گے مما تنبت الارض میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور من انفسھم میں یہ اشارہ ہے کہ اس سرزمین کے باشندے دین توحید قبول کر کے فرزندانِ اسلام کہلائیں گے اور مما لا یعلمون میں اشارہ ہے کہ توحید اسلام کی گونج اقصائے عالم کے ایسے مقامات تک پہنچے گی جن کے متعلق اس وقت انسان کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ اس وقت مشرقی اور مغربی اقوام حلقہ بگوش اسلام ہو کر حمد الٰہی کے ترانے اسی طرز پر گائیں گی۔ جس طرز پر اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں عربی ممالک میں گائے گئے تھے۔ اسکی طرف ایک دوسری جگہ سورہ قصص آیت ۷۰ میں اشارہ ہے لہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ بلکہ قرآن مجید کے بعض مقامات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کا یہ ترانہ بعض پہلوؤں کے لحاظ سے پہلے ترانہ سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر اور نہایت ہی شاندار ہو گا۔ چنانچہ فرمایا وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ (الضحیٰ) پس اس شاندار دور میں تمام زمین اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ اور اس وقت کتاب الٰہی قرآن مجید ہی دُنیا کا قانون قرار پائے گا۔ اور نبیوں اور شہداء کے نمونے دُنیا پیش کرے گی چنانچہ سورۂ زمر میں فرمایا

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ (آیت ۷۱)

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس شاندار زمانہ کی بشارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

مَثَلُ اُمَّتِیْ مَثَلُ الْمَطَرِ — میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے
لَا یُدْرٰی اَوَّلُہٗ خَیْرٌ اَمْ — جس کے متعلق کہا نہیں جاسکتا کہ اس کا اول
اٰخِرُہٗ۔ (ترمذی) — حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس دور کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ آپ کی مکی زندگی کا ہے اور ایک حصہ مدنی زندگی کا ہے۔ مکی زندگی کا حصہ جو تیرہ برس کا ہے وہ اس تیرہ سو برس کے مشابہ ہے جو گزر چکا ہے۔ اور مدنی زندگی کا جو حصہ ہے وہ اس چودھویں صدی سے شروع ہوتا ہے ایک ہزار جو آئندہ گزرنے والے ہیں یہ اس مدنی زندگی کے مشابہ ہیں جو گذرنے والی ہے۔ انہی معنوں سے آپ **نبی آخر الزمان** کہلاتے ہیں آپ کی زندگی میں آئندہ آنے والے زمانے کا نقشہ ہے۔ آپ کی زندگی اس زمانہ گذرنے والے کے لیے بطور ارہاص کے تھی یہ زمانہ اس زندگی کی تفسیر ہے۔ تیرہ سو برس میں اگرچہ سلطنتیں بھی ہوئی ہیں اور اسلام کے بڑے بڑے عروج بھی ہوئے ہیں مگر اسلام کے مصائب بھی ساتھ ساتھ بڑھے ہیں ۔ ۱۳۰۰ برس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ۱۳ برس کا نقشہ تھا ۔ اب فتوحات زمانہ جو حقیقی فتح ہے چودھویں صدی سے شروع ہے۔ اس ہزار سال میں آپ کی نبوت کے لیے جناب الٰہی عجیب کام دکھلائیں گے جس سے اسلام کی **فتح بیّن** ہوگی"

پھر فرمایا:۔ "یہی جماعت زمین کی وارث ہوگی اور یہی جماعت کتاب کی وارث ہوگی"
(الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۳۵ء ص۵)

دلیل دوم[۲] اور پندرھویں[۱۵] پیش گوئی
مادی نظام شمسی سے روحانی نظام شمسی کی طرف انتقال

اور

تنزل اسلام کے بعد عروج اسلام کی پیشگوئی

وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ فَاِذَا ھُمْ مُّظْلِمُوْنَ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ

اِس دلیل کے ذریعہ مادی نظام شمسی سے روحانی نظام شمسی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ کارخانۂ دُنیا کا وجود و بقا نظام شمسی سے وابستہ ہے۔ جب زمین سورج کے سامنے ہوتی ہے تو سورج کی ضیا پاشی سے دن روشن ہوتا۔ دُنیا کا کاروبار چلتا اور انسانی زندگی کی چہل پہل اور رونق ہوتی ہے۔ پھر جونہی سورج زمین کے رُخ سے اوجھل ہوجاتا ہے تو دُنیا پر اندھیری رات چھا جاتی ہے۔ اور اس وقت روحیں گویا بحر ظلمات میں ڈوب کر موت کے آغوش میں چلی جاتی ہیں۔ یہی حال روحانی نظام شمسی کا بھی ہے۔

جب روحانی **روشنی** دُنیا میں سے مفقود ہوجاتی اور نور نبوت انسانی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے تو روحانی طور پر لوگ ظلمت میں گھر جاتے ہیں اور یہ تاریکی اس وقت تک دور نہیں ہوتی جب تک کہ آسمانی نور پھر نازل نہ ہو۔ پہلے نبیوں کے بعد کئی دور ظلمت ایسے آئے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر جو دور ظلمت دُنیا پر چھایا ہوا تھا اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کہیں نہیں ملتی کیونکہ پہلے زمانوں میں قومی نبوت کا دور چلتا تھا۔ اگر کسی ایک خطہ میں آسمانی نور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوجاتا تو دوسرے خطوں میں آسمانی مشعلیں جگمگا رہی ہوتی تھیں مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے عالمگیر

نبوت کا نیا دور شروع ہونے والا تھا تو اس وقت دنیا میں سے تمام قومی نبوتوں کی مشعلیں گل ہو چکی تھیں۔ نہ بری ممالک میں وہ نور تھا اور نہ بحری ممالک میں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس دور کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (روم آیت ۴۲) اس دور ظلمت میں تمام دنیا شر و فساد کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔ اس فساد سے نہ خشکی کا علاقہ محفوظ تھا اور نہ سمندری علاقہ۔ تب اللہ تعالےٰ نے آسمانی نور کو جو پہلے سب آسمانی نوروں سے بڑھکر نور تھا۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نورانی پیکر میں نازل فرمایا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا۔ یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولےٰ سید الانبیاء سید الاولیاء محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۰-۱۶۱)

یہ وہ نور تھا جس کے متعلق تمام انبیائے سابقین اپنی اپنی امتوں کو آگاہ کرتے ہوئے اس نور سے مستنیر ہونے کی انہیں تلقین کرتے گئے کہ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (آل عمران ۸۲) یہ اس لئے کہ آپ کا وجود تمام کائنات ارضی و سماوی کے لئے نظام شمسی کی حیثیت رکھتا ہے جس کے گرد آسمان روحانیت کے تمام سیارگان نے چکر لگانا تھا۔ جس طرح زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اسیطرح اقوام عالم نے بھی اس روحانی سورج کا طواف کرنا تھا۔ اور آپ پر جو شریعت نازل ہوئی وہ بھی عالمگیر ابدی شریعت ہے۔ پہلی شریعتوں کی طرح محدود الوقت نہیں جو کسی وقت تحریف و تبدل یا منسوخ ہو جاوے بلکہ اس نظام شمسی کا دائرہ وسیع تا قیامت ہے جب تک کہ نظا

عالم کی گھڑی آنے پر اس کے قرار کا وقت نہیں آتا۔ اسی حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۔

جلالی تجلیات کا محور ہونے کی وجہ سے اس شریعت کا نام صحف اولیٰ میں آتشی شریعت رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں،

"اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی" (استثناء ۳۳/۲)

حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا" (متی ۳/۱۱)

اور جمالی برکات کی بنا پر اس شریعت کو صحف سابقہ میں ابدی انجیل کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ حضرت یوحنا اپنا مکاشفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"پھر میں نے ایک اور فرشتے کو آسمان کے بیچ میں اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور ہر قبیلے اور اہل زبان اور امت کے سنانے کے لئے ابدی انجیل تھی" (مکاشفہ یوحنا ۱۴/۶)

یہ ابدی انجیل اور اسلامی شریعت اگرچہ دائمی اور ابدی ہے۔ مگر نبی کا جسمانی وجود تو دائمی اور ابدی نہیں ہو سکتا۔ بشری حیات کا زمانہ اس کا محدود ہوتا ہے۔ اپنی عمر کا حصہ دنیا میں پورا کر کے آخر اسے اپنے نفسی نقطہ آسمان طرف صعود کرنا لازمی ہے۔ پس وہ نور جو نبی کے وجود میں منعکس ہوتا ہے۔ اس نور کو دور تک پہنچانے اور زیادہ دیر تک قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے خلافت کا ایک دوسرا قمری نظام قائم فرمایا ہے جس کی طرف آیت وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ میں اشارہ ہے اور سورۃ شمس میں بھی اسکی یوں بشارت دی گئی وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا۔

واضح ہو کہ خلافت ایک روحانی آلہ ری فلیکٹر (REFLECTER) ہے جس کے ذریعہ نبوت کے نور کو زمانہ دراز تک ممتد اور لمبا کر دیا جاتا اور دور دور تک پھیلا دیا جاتا ہے بالفاظ دیگر خلافت نبی کی حیات کا گویا ڈپلیکیٹ (DUPLICATE) یعنی مثنیٰ پت ہے جس کے ذریعہ آسمانی نشانات اور روحانی نظام کے نمونے آنے والی قوموں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت اسلامیہ کا یہ قمری نظام جاری ہونا ضروری تھا جو آفتاب نبوت کے غروب ہونے کے بعد نور نبوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے۔ چنانچہ یہ خلافت راشدہ کا نظام حضور کے وصال کے بعد قائم ہوا۔ اگر خلافت راشدہ کا یہ عہد مسلسل جاری رہتا تو دنیا کی جلد ہی کایا پلٹ گئی ہوتی۔ وہ پرانا سانپ جس نے آدم کو جنت سے نکال کر اسکی ذریت میں سے اپنے ڈھب کی طبائع کو آلہ کار بنا کر زمین میں خفیہ اڈے قائم کر رکھے تھے وہ کب کا کچلا جاتا اور اس کا تمام نظام درہم برہم کر دیا جاتا۔ مگر قضا و قدر کے نوشتے پورے ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کا نمایاں ظہور ہوا۔ امت کے نوجوانوں نے حفاظت خلافت کا فریضہ پوری طرح ادا نہ کیا جس کے نتیجہ میں خلافت راشدہ کا تسلسل قائم نہ رہ سکا۔ اور شیطان اور اس کی ذریت کو کچھ وقت پھر پنپنے کا موقعہ مل گیا۔ اب اس دور میں حکمت الٰہیہ نے حفاظت اسلام کے لئے خلافت کا سلسلہ ایک دوسرے رنگ میں قائم فرمایا۔ یعنی ہر صدی میں مجدد دین دین کی بعثت کا انتظام کیا۔ اور اس کے لئے ظاہری چاند کی چودہ منازل کی طرح اس روحانی چاند کی بھی چودہ منزلیں مقرر کیں جو نور نبوت کی ضیاء پاشی سے ہر صدی کو روشن رکھے۔ اسی بناء پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی میں مجدد کی بعثت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا۔ (ابوداؤد کتاب الفتن)

اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک ایسے شخص یا اشخاص کو کھڑا کرے گا جو اس امت کے دین کی تجدید کرے گا۔

---

[1] ہر عالم فاضل کتابیں تصنیف کرنے والا مجدد قرار نہیں پا سکتا بلکہ تجدید دین تو الٰہی انتخاب کے سلسلے میں ہے (باقی ص۱۴۹ پر)

جس طرح چودھویں رات میں چاند کے نور کی تکمیل ہوتی ہے اسی طرح خلافت اسلامیہ کے قمری وجود کی تکمیل کے لئے چودھویں صدی مقرر تھی۔ جس کے متعلق قرآن مجید میں بھی بایں ارشاد بشارت دی گئی ہے وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (الانشقاق آیت ۱۹) اس چاند نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان کا بروز کامل بن کر افق دنیا پر بدر کامل کی صورت میں طلوع ہونا تھا۔ اسی بناء پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بدر کامل کو چار دفعہ نبی کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔ دیکھئے (صحیح مسلم باب نزول عیسیٰ) یہ دور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دور ہے۔ اور یہ دور ارباب کشف[1] کی اصطلاح میں دورِ احمدی کہلاتا ہے کیونکہ اس دور میں مصلحت الٰہی کی بناء پر جمالی رنگ میں احمدی تجلی مقدر تھی اور اس وقت اسلام کے آفتاب نے مغربی ممالک میں بھی طلوع کرنا تھا۔ جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس — قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ

بقیہ حاشیہ ص۱۴۸ ، آنے والے نفوس کے کردار کی خاص کیفیت کا نام ہے چنانچہ اس راہ کے شہسوار مجدد دور حاضر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"تجدید دین وہ پاک کیفیت ہے کہ اول عاشقانہ جوش کے ساتھ اس پاک دل پر نازل ہوتی ہے کہ جو مکالمہ الٰہی کے درجہ تک پہنچ گیا ہو۔ پھر دوسروں میں جلد یا دیر سے اسکی سرایت ہوتی ہے جو لوگ خدا تعالےٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخواں فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں اور ان کی باتیں از قسم جوشیدن ہوتی ہیں نہ محض از قبیل کوشیدن اور وہ حال سے بولتے ہیں نہ مجرد قال سے۔ اور خدا تعالےٰ کے الہام کی تجلی ان کے دلوں پر ہوتی ہے اور وہ ہر ایک مشکل کے وقت روح القدس سے سکھلائے جاتے ہیں۔ اور ان کی گفتار اور کردار میں دنیا پرستی کی ملونی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بکلی مصفّا کئے گئے اور بتمام و کمال کھینچے گئے ہیں۔"

(فتح اسلام حاشیہ ص۹-۱۰)

[1] جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف پہلے بیان کیا جا چکا ہے دیکھئے ص۹۶ - ۱۰۲ منہ ،

من مغربها فاذا طلعت من مغربها	کہ مغرب سے سورج طلوع نہ کرے۔ جب مغرب سے
اٰمن الناس کلهم اجمعون فیومئذٍ	طلوع کرے گا تو سب لوگ ایمان لے آئیں گے تب اس دن
لاینفع نفسًا ایمانها لم تکن آمنت	کسی شخص کو اس کا وہ ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے
من قبل او کسبت فِی ایمانها خیرًا	ایمان نہیں لایا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی کی کارروائی
(صحیح مسلم الجزء الاوّل باب بیان الزمن الذی لایقبل فیہ الایمان)	نہیں کی۔

اور اس دور میں خلافت علٰی منہاج النبوۃ کا سلسلہ بھی پھر اسی آب و تاب کے ساتھ جاری ہونا تھا جیسا کہ اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں خلافت راشدہ کا سلسلہ جاری ہوا تھا اور اب یہ خلافت دائمی رہے گی۔ اور مجدد دین کی بعثت کی ضرورت نہیں ہو گی۔ کیونکہ تمکین دین تو دراصل اسی خلافت ہی سے وابستہ ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ولیمکنن لهم دینهم مجددین کا سلسلہ تو اس وقت جاری ہوا جب کہ خلافت اُٹھ چکی تھی۔ یہ ہماری ہی رائے نہیں بلکہ نویں صدی کے مجدّد حضرت علّامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ چنانچہ اپنی نظم میں مہدی کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں وَبَعْدَہٗ

لَمْ یَبْقَ مِنْ مُجَدِّدٍ (حجج الکرامہ نواب صدیق حسن خان ص ۱۳۸)

مگر حضرت علامہ موصوف سے بشری تقاضا کے ماتحت آگے کچھ تسائل ہو گیا جو اگلے مصرع میں یہ کہہ دیا "ویرفع القرآن مثل ما بدیٰ"۔ چونکہ علامہ ممدوح صاحب کشف و الہام تھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر جب حقیقت بالا کا باعلام الٰہی انکشاف ہوا۔ تو آگے آپ نے اجتہاد سے کام لیا۔ آپ کی ذہنی توجہ اس طرف ہوئی کہ جب حضرت مہدی مسیح کے بعد کوئی مجدد نہیں آئے گا۔ جو دین کی تجدید و اصلاح کرے۔ تو لازمًا اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ گمراہی پھیلے گی اور قرآن اٹھایا جائے گا۔ یہ آپ کی سہو بشری ہے۔ نسی اٰدم ولم نجد لہٗ عزمًا آپ کے ذہن سے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ ذیل اوجھل ہو گئے جس کی بنا پر فقرہ بالا کہہ دیا۔ قرآن مجید میں ارشادات ربّانی ہیں

۱۔ هو الذی ارسل رسولہ بالهدٰی و دین الحق لیظهرہ علی الدین کلہ (الصف ذکرہ)

۲۔ واشرقت الارض بنور ربها ووضع الکتاب وجیئ بالنبیین والشهداء

اور حدیث میں ارشاد نبوی ہے۔ ثم تکون خلافۃ علی منهاج النبوۃ۔ نیز فرمایا لاتأتی الساعۃ حتی تطلع الشمس من المغرب۔ قرآن مجید کی آیت بالا کو مفسّرین بالاتفاق حضرت امام مہدی کی آمد پر چسپاں کرتے ہیں۔ آپ کی آمد سے ہی اسلام کے غلبہ علی الادیان کی پیشگوئی پوری ہو گی۔ اور حدیث میں اسکی تفسیر پیش کی گئی کہ اس کی صورت یوں ہو گی کہ آپ کے بعد پھر وہی خلافت راشدہ کا دور جاری ہو جائے گا۔ جو اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں تھا اور اس کا تسلسل دیر تک قائم رہے گا یہاں تک کہ آپ کے خلفائے راشدین کی ساعی جمیلہ سے اکناف عالم میں اسلام کا جھنڈا لہرایا جا کر واشرقت الارض بنور ربها کی پیشگوئی منصۂ ظہور پر لائی جائے گی۔ اور اس وقت بحر ظلمات میں ڈوبے ہوئے مغربی ممالک میں بھی اسلام کا سورج پوری آب و تاب سے ضو فشاں ہو گا۔ اور ارشاد نبوی حتی تطلع الشمس من مغربها کی پیشگوئی کا کھلا کھلا ظہور ہو گا۔ پس نصوص بالا کی موجودگی میں یہ کہنا کیونکر جائز ہے کہ مہدی کے معًا بعد اسلام کا سورج غروب کر جائیگا اور قرآن دُنیا سے اٹھ جائے گا۔ یاد رکھو مہدی و مسیح عام مجددوں کی طرح محض ایک صدی کا ہی مجدد نہیں جس کے بعد دوسرے مجدد کی ضرورت پڑے بلکہ اس کو تو بدر کامل قرار دے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی کا خطاب فرمایا۔ جیسا کہ ہم پہلے حوالہ دے چکے ہیں۔ پس آپ صدی کے ہی مجدد نہیں بلکہ آپ دُنیا کے الف ہفتم کے بھی مجدد ہیں جس پر دنیا کے ایک دَور کا خاتمہ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے .... اور ساتواں ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخرالزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دُنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالے کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف بھی" (لیکچر سیالکوٹ ص ۶)

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"جیسا کہ خدا تعالےٰ کا قانون قدرت ہے کہ رات کے بعد دن لاتا

دِن کے بعد رات آتی ہے اور اس قانونِ قدرت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اسیطرح دُنیا پر اس قسم کے زمانے آتے رہتے ہیں کہ کبھی روحانی طور پہ رات ہوتی ہے اور کبھی طلوعِ آفتاب ہو کر نیا دن چڑھتا ہے۔ چنانچہ پچھلا ایک ہزار جو گزرا ہے یہ روحانی طور پر ایک تاریک رات تھی جس کا نام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے۔ خدا تعالےٰ کا یہ ایک دن ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔ اس ہزار سال میں دُنیا پر ایک خطرناک ظلمت کی چادر چھائی ہوئی تھی جس میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو ایک ناپاک کیچڑ میں ڈالنے کے لئے پوری تدبیر دِل اور مکاریوں اور حیلہ جوئیوں سے کام لیا گیا ہے اور خود ان لوگوں میں ہر قسم کے شرک اور بدعات ہو گئے جو مسلمان کہلاتے تھے۔ مگر اس گروہ کی نسبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیسوا منّی ولستُ منھم۔ یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔ ۔۔ غرض جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا یہ ہزار سالہ رات تھی جو گزر گئی۔ اب خدا تعالےٰ نے تقاضا فرمایا کہ دُنیا کو روشنی سے حصّہ دے۔ اس شخص کو جو حصّہ لے سکے کیونکہ ہر ایک اس قابل نہیں ہے کہ اس سے حِصّہ لے سکے۔ چنانچہ اُس نے مجھے اس صدی پر مامور کر کے بھیجا تاکہ میں اسلام کو زندہ کر دوں۔"

(الحکم ۱۰ رمارچ ۱۹۰۲ء صؔ)

موجودہ زمانہ کے مامور کی صداقت کے لئے اس قدر کھلے کھلے اور واضح دلائل و براہین موجود تھے۔ اور آپ کے حق میں قرآن و احادیث کی وہ تمام پیشگوئیاں ایسے بیّن طور پر ظہور پذیر ہوئیں جن کی بناء پر ایک سعید فطرت اور انصاف شعار طبائع کو کسی طرح انکار کی گنجائش نہیں رہتی مگر بدقسمتی سے ان شپّرہ چشم نگاہوں سے پھر بھی وہ بیّن نشانات اوجھل رہے اور پہلی بدقسمت

قوموں کی طرح انہوں نے بھی انکار کی راہ اختیار کی جن کو متنبہ اور بیدار کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں یوں خطاب فرمایا:۔

"اے نادانو! بدنصیبو!! کیا تمہاری قسمت میں تیس [30] دجال ہی لکھے ہوئے تھے۔ چودھویں صدی کا خمس بھی گزرنے پر ہے اور خلافت کے چاند نے اپنے کمال کی چودہ منزلیں پوری کر لیں جس کی طرف آیت وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاہُ مَنَازِلَ بھی اشارہ کرتی ہے۔"

(ریویو مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صؔ)

نیز حضور نے انہیں قبولِ حق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ بھی فرمایا

" نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ نزولِ مسیح میں کوئی شخص چودہویں صدی سے آگے نہیں بڑھتا[1] (یعنی جس قدر مکاشفات اور اخبار ہیں وہ تمام چودھویں صدی تک کی خبر دیتی ہیں) ترقی قمر بھی ۱۴[2] تک ہی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے قرآن شریف میں ہے۔ والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم۔

(البدر ۲۸ رنومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء ص۳۹)

اور حضور نے یہ بھی فرمایا:۔

" خدا تعالےٰ نے اس غرض سے اس عاجز کو بھیجا ہے کہ تا روحانی طور پہ مُردے زندہ کئے جائیں۔ بہروں کے کان کھولے جائیں اور مجذوموں

۱؎ اب تو چودھویں صدی کے ختم ہونے میں صرف دس سال باقی رہ گئے ہیں۔ ۱۲ منہ

۲؎ خواجہ حسن نظامی صاحب نے جب ممالک اسلامیہ کی سیاحت کی تو اپنے حالات سفر بیان کرتے ہوئے لکھا کہ

"ممالک اسلامیہ کے سفر میں جتنے مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی میں نے ان کو امام مہدی کا بڑی بے تابی سے منتظر پایا۔" (اخبار اہل حدیث ۲۶ رجنوری ۱۹۱۲ء)

کو صاف کیا جائے اور وہ جو قبروں میں ہیں باہر نکالے جائیں۔ اور نیز یہ بھی
وجہ مماثلت ہے کہ جیسے مسیح ابن مریم نے انجیل میں توریت کا صحیح خلاصہ اور مغز
اصلی پیش کیا تھا۔ اس کام کے لئے یہ عاجز مامور ہے تا غافلوں کے سمجھانے
کے لئے قرآن شریف کی اصل تعلیم پیش کی جائے۔ مسیح صرف اس کام
کے لئے آیا تھا کہ توریت کے احکام شدومد کے ساتھ ظاہر کرے ایسا
یہ عاجز بھی اس کام کے لئے بھیجا گیا ہے تا قرآن شریف کے احکام
بوضاحت بیان کر دیوے ... ... اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے حضرت
خداوند تعالےٰ اور اس کے مقدس رسول علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت
الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آ گیا اور یہ کاروبار انسان
کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اسکی بنا رڈالی ہے بلکہ یہ وہی
صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی
تھی۔ خدا تعالےٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا۔ قریب تھا کہ تم
کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے
تمہیں اٹھا لیا۔ سو شکر کرو اور خوشی سے اچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دِن
آ گیا۔ خدائے تعالےٰ اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں کے خونوں
سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ
غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پُرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس
میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو۔ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف
سے نور بھیجتا ہے کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی کیا تم سلخ کی
رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے۔
افسوس کہ تم اس دنیا کے ظاہری قانون قدرت کو تو خوب سمجھتے ہو مگر اس روحانی
قانون فطرت سے جو اسی کا ہم شکل ہے بکلی بے خبر ہو۔
اے نفسانی مولویو! اور خشک زاہدو!! تم پر افسوس کہ تم آسمانی

دروازوں کا کھلنا چاہتے ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ ہمیشہ بند ہی رہیں
اور تم پیرِ مغاں بنے رہو۔ اپنے دلوں پر نظر ڈالو اور اپنے اندر کو ٹٹولو
کیا تمہاری زندگی دُنیا پرستی سے منزہ ہے۔ کیا تمہارے دلوں پر وہ
زنگار نہیں جس کی وجہ سے تم ایک تاریکی میں پڑے ہو۔ کیا تم ان فقیہوں
اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات
نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے ... ... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک
کافر کا مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے۔ بہت سے
لوگ مشرق اور مغرب سے آئیں گے۔ اور اس خوان نعمت سے حصہ لیں گے
لیکن تم اس زنگ کی حالت میں ہی مرو گے کاش تم نے کچھ سوچا
ہوتا۔"
(ازالہ اوہام صفحہ ۱ تا ۶)
حضور کی ان نصائح سے ان بدقسمت نفوس نے مستفید تو کیا ہونا تھا اُلٹا انہوں نے
مسیح ناصری کے زمانہ کے فقیہوں اور فریسیوں کی طرح آپ کی باتوں کو سُن کر اپنے کپڑے پھاڑے
اور غیظ و غضب سے بھرپور ہو کر آپ کے خلاف کفر کے فتوے دیئے یہ کہتے ہوئے کہ

ؔ ان مکفر مولویوں اور صوفیوں کو حضور نے مقابلہ پر آنے کا چیلنج دیتے ہوئے اشتہار شائع فرمایا:۔
"اے میرے مخالف الرائے مولویو! اور صوفیو! اور سجادہ نشینو! جو مکفر اور مکذب ہو
مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مِل جُل کر یا ایک ایک آپ میں سے اُن آسمانی نشانوں میں
میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدا تعالےٰ تمہیں شرمندہ کرے گا
اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دے گا اور اس وقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے کیا کوئی تم میں ہے!
کہ اس آزمائش کے لئے میدان میں آوے اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دے کر اُن تعلقات
قبولیت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے۔ یاد رکھو کہ خدا
صادقوں کا مددگار ہے وہ اُسی کی مدد کرے گا جس کو وہ سچا جانتا ہے۔"
(اشتہار مندرجہ ازالہ اوہام ٹائیٹل پیج صفحہ ۲)

آنحضرت خاتم النبیین کے بعد یہ نبی کیسا؟ اس میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دائرہ ختم نبوت کی ہتک ہے۔ پس اس کا جواب اگلی آیت میں دیا جاتا ہے۔ مگر جواب سے پہلے

۱؎ حالانکہ یہ لوگ خود بڑی شدت سے ایک نبی کی آمد کی انتظار میں ہیں۔ چنانچہ یورپ کا ایک مفکر تدس اڈیس
(الف) جب اسلامی ممالک کی سیاحت کے لئے گیا تو اس نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ :-

"دمشق بیروت۔ بغداد۔ مکہ۔ طہران۔ قاہرہ اور ان کے ساتھ لندن اور واشنگٹن بھی ایک پیغمبر کی انتظار میں ہیں جو سماجی مقصد اصلاح کا جھنڈا لے کر کھڑا ہو"

(بحوالہ رسالہ نگار لکھنؤ جنوری و فروری ۱۹۵۱ء)

ب : محترم قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اپنی تصنیف "تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"ختم دجالیت کے استیصال کے لئے چھوٹی موٹی روحانیت تو کیا بڑی سے بڑی ولایت بھی کافی نہ تھی۔ عام مجددین اور ارباب ولایت اپنی پوری روحانی طاقتوں سے بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے جب تک کہ نبوت کی روحانیت مقابل نہ آئے بلکہ محض نبوت کی قوت بھی اس وقت تک مؤثر نہ تھی جب تک کہ اس کے ساتھ ختم نبوت کی پاور شامل نہ ہو۔ تو شکست دجالیت کی صورت بجز اس کے اور کیا ہو سکتی تھی جب تک کہ اس دجالِ اعظم کو نیست و نابود کرنے کے لئے امت میں ایک ایسا خاتم المجددین آئے جو خاتم النبیین کی غیر معمولی قوت کو اپنے اندر جذب کئے ہو۔ اور ساتھ ہی خاتم النبیین سے ایسی مناسبت تامہ رکھتا ہو کہ اس کا مقابلہ بعینہٖ خاتم النبیین کا مقابلہ ہو۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ ختم نبوت کی روحانیت کا انجذاب اسی مجدد کا قلب کر سکتا تھا جو خود بھی نبوت آشنا ہو۔ محض مرتبۂ ولایت میں تحمل کہاں کہ وہ درجہ نبوت کی بھی برداشت کر سکے چہ جائیکہ ختم نبوت کا کوئی انعکاس اپنے اندر اتار سکے" (کتاب تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام ص۱۲۹)

اور مولانا محمد حبیب الرحمٰن ناظم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں :-

"آخری زمانہ میں امام مہدی ایسے ہوں گے جن کے اندر دونوں وصف یعنی آثار نبوت و

(باقی ص۱۵۷ پر)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان بھی پڑھ لیجئے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں :-

"نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے۔ میرا دل ہے۔ میری مراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے اس کے گھر کے جاروب کش کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ خدا تعالےٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

بقیہ حاشیہ ص۱۵۶ :- حکمت پوری طرح مجتمع ہوں گے اور وہی خیرات و برکات عود کر آئیں گے جو زمانۂ نبوت یا خلافت میں تھے"

(اشاعت اسلام المعروف بہ دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا حصہ دوم ص۳۳۷)

ج :- جامعہ اہل حدیث کے صدر مدرس مولوی عبدالرشید صاحب اپنے کتابچہ "ختم نبوت" میں لکھتے ہیں :-

"امت محمدیہ کا متفقہ عقیدہ ہے اور احادیث نبویہ میں اس کی تصریح ہے کہ مسیح موعود نبی ہیں"

(ص۱۹-۲۰)

اور یہی محبت تھی جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوّت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہاں تک ہو سکے باطل کردوں کہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔" (حقیقت النبوۃ ص ۱۸۵-۱۸۶)

اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"ہم جو حقیقت محمدیہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور اس بات پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں کہ آپ ہی ختم المرسلین اور خاتم الانبیاء ہیں۔ ہم اپنے نفوس میں بھی یہ مشاہدہ کرتے ہیں اور ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ دُنیا بھی اس بات کو سمجھنے لگے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا انسان کو خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دیتا ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ مقام محمدیہ کی جو معرفت ہمیں حاصل ہے آج وہ ہمارے غیر کو حاصل نہیں اس میں شک نہیں کہ حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک کروڑوں اربوں لوگ ایسے پیدا ہوئے جنہیں اپنے اپنے ظرف کے مطابق یہ معرفت ملی۔ ہم نے اس عرفان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور پہلوں کی طرح جنہیں یہ عرفان اور معرفت عطا ہوئی تھی حقیقی معنی اور عارفانہ رنگ میں آج اگر کوئی "خاتم الانبیاء زندہ باد" کا نعرہ لگا سکتا ہے تو وہ ہم ہی ہیں۔"

(الفضل ۲۹ امان ۱۳۴۹ ہش ص ۴)

مجلس تحفظ ختم نبوّت والوں کے اعتراض کا جواب

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ

ان معترضین کے جواب میں فرمایا اس میں کوئی ہتک نہیں۔ ہر ایک کا دائرہ معیّن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تشریعی اور مستقل نبوّت کا ہے۔ اور مسیح محمدی کا مقام ظلّی نبوّت کا ہے یعنی آپ نے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر آپ ہی کے انوار نبوّت سے فیض پایا۔ پس ظلّی نبی کی نبوّت ذاتی نہیں بلکہ وہی نبوت محمدی کی چادر ہے جو اسے پہنائی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تحریر فرماتے ہیں۔

"نبوّت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھُلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلّی طور پر وہی نبوّت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اس کے جلال کے لئے اس لئے اُس کا نام آسمان پر **محمد** اور **احمد** ہے ۔ ... ... غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کی رُو سے۔ اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۵)

نیز حضورؑ نے ان معاند مخالفین کو جو آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے عوام میں اشتعال پھیلا رہے تھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے نادانو! میری مراد نبوّت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکلٍ ان یصطلح۔ اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے

مجھے بھیجا ہے۔ اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

اسی مضمون کو اس آیت لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر میں بیان فرمایا کہ قمر کا نور چونکہ سورج کے نور ہی کا پرتو ہے اس لحاظ سے سورج کو قمر سے کیا لگاؤ۔ ہاں اگر کوئی سورج کی وساطت کے بغیر اس کے مقابل اپنی قابلیت کا مدعی ہوتا تو اس وقت سورج کی باطل سوز شعاعیں اس ابلیسی مظہر کو بھسم کر دیتیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کے مدعیان نبوت کاذبہ کو بھسم کر ڈالا گیا۔

سولھویں[۱۶] پیشگوئی

وَلَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّہَارِ

اس میں بھی اشارۃً پیشگوئی ہے کہ اس وقت خفاش طینت طبائع کوشش کریں گی کہ یہ اندھیرا قائم رہے تا وہ اپنی شیطانی کارروائیوں اور ابلیسی منصوبوں کو بروئے کار لا سکیں اس لئے اس آسمانی نور کو منہ کے پھونکوں سے بجھانے کی پرزور کوشش کریں گی مگر اس میں ناکام رہیں گی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا:۔

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ	وہ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں
بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ	سے بجھا دیں۔ اور اللہ تو اپنے نور کو پورا کرنے
وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ۔	والا ہی ہے خواہ کافر اسے ناپسند کریں۔

(الصف آیت ۹)

اور سورۂ قصص میں اس مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے جس میں ایک زبردست پیشگوئی فرماتے ہوئے فرمایا۔

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ جَعَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکُمُ	تو کہہ دے مجھے بتاؤ تو سہی اگر اللہ دن کو قیامت کے دن

النَّہَارَ سَرۡمَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ	تک تمہارے لئے لمبا کر دے تو اللہ کے
مَنۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِلَیۡلٍ	سوا اور کونسا معبود ہے جو تمہارے پاس
تَسۡکُنُوۡنَ فِیۡہِ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ۔	رات کو لے آئے جس میں تم سکون پاؤ کیا تم دیکھتے نہیں

(القصص ۷۲)

اس میں اشارہ فرمایا کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ[۱] کا جب دَور چلے گا اور آسمانی بادشاہت کا قیام تمام زمین پر ہو کر گویا ضحوۃ النہار اور اشرقت الارض بنور ربھا کی تجلی کا وقت

---

[۱] میرے نزدیک اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دَور اس وقت اس موڑ پر ہے جیسا کہ اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صلح حدیبیہ کے وقت تھا۔ چنانچہ اب عیسائی اپنی شکست اور ہار مان کر مسلمانوں سے مسیح کی طرح ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ ۶ اپریل ۱۹۵۵ء کو عیسائی مسلم اتحاد کمیٹی کے سیکرٹری جنرل مسٹر گارلینڈ ایونس ہاپکنس نے اپنی تقریر میں جو انہوں نے واشنگٹن میں منعقد ہونے والی سالانہ پادری کانفرنس میں کی آپ نے کہا کہ مسلمان اور عیسائیوں کو ایک دوسرے سے مقابلہ کی بجائے مل کر کام کرنا چاہیئے۔ ان دونوں قوموں کے مجھوتہ پسند ہوتے ہوئے آپ نے کہا روایات۔ مذہب۔ فلسفہ اور طرز زندگی کے لحاظ سے دنیا بھر میں مسلمان اور عیسائی ملے جلے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں اسلام کی صداقت کا کھلے بندوں یوں اعتراف کیا:۔

Only Islam and Christianity are truly world Religions

یعنی دُنیا میں دو ہی سچے مذہب ہیں اور وہ صرف اسلام اور عیسائیت ہیں۔" (بحوالہ آزاد نوجوان ۱۸ اپریل ۱۹۵۹ء) بھلا اسلام اور کفر میں کیا صلح ہو سکتی ہے۔ البتہ ان کے اس نرالے صلح جوئی اور اعتراف حقانیت اسلام نے کرسچین ینگ مین (Christian young men) کو ان پابندیوں سے آزاد کر دیا جن کی بناء پر پہلے وہ پادریوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کی وجہ سے اسلام کے قریب نہیں آتے تھے اب وہ براہ راست ایک طرف تو بڑے شوق اور انہماک سے اسلام کا مطالعہ کرنے پر مستعد ہو گئے دوسری طرف وہ عیسائیت کے جنازہ کا اوپریٹ مارٹم بھی کرنے لگ گئے۔ چنانچہ ایچ بیل نے جو فرانس میں عیسوی تعلیمات اور بائیبل کی تعلیمات کا بڑا ماہر سمجھا جاتا ہے دنیا کے مسیحیوں کو یہ تلقین کی کہ:

"موجودہ عیسائی مذہب کذب و بطلان کا مجموعہ ہے جس میں حق و صداقت کی ایک رمق تک بھی باقی

(باقی ص۱۶۲ پر)

ہوگا تو یہ دَور ایک لمبا عرصہ چلے گا۔ سِر عَدًا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ میں اس طرف اشارہ ہے۔ اس وقت معاند ہستیاں اس نورِ الٰہی کو پھونکوں سے بجھانا چاہیں گی تاکہ وہ خفّاش طینت طبائع جو ظلمانی دَور میں اپنی

بقیہ حاشیہ صـ۱۶۱ : نہیں رہی مسیحی مبلغوں نے اپنی ہوس پرستی کے لئے عیسیٰ مسیح کی تعلیمات کو توڑ موڑ کر ایسے خلافِ عقل اصول وضع کرلئے ہیں جو کسی صورت میں قابل قبول نہیں۔ پس میں برادران مذہب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ خوب تحقیق و تدقیق سے کام لیں اور ایسے مذہب کی تلاش میں لگ جائیں جو فطرت انسانی کے مطابق ہو اور جس کو ہر باشعور آدمی کسی حیل و حجت کے بغیر قبول کرسکے؟ (فرانسیسی نیوز ایجنسی یکم دسمبر ۱۹۶۵ء)

فرانس کے ایک اور مذہبی رہنما کیری چون نے بڑے دن کی افتتاحیہ تقریر میں اپنی عیسائی قوم سے یوں خطاب کیا۔

"اب ہمیں لاٹ پادریوں اور خود غرض مذہبی لیڈروں کے ہتھکنڈوں میں نہ آنا چاہیئے۔ اور اس عظیم ہستی کو تلاش کرنا چاہیئے جس کی مدح میں انجیل نے لکھا ہے کہ اس نے مسیح کو صلیب پر مرنے سے بچایا۔ آؤ ہم سب مل کر عیسیٰ بن مریم کو نئی زندگی دینے والے کی جستجو کریں۔ اور اس کے رستے پر چلیں"

(پیرس نیوز بحوالہ فرنچ ریلیجس ایسوسی ایشن۔ بواسطہ اخبار الفضل ۱۳ رمئی ۱۹۶۶ء صـ۴)

اور ریورنڈ ایچ ایچ فارمر۔ ایم اے۔ ڈی ڈی (گلاسگو) جو ۱۹۴۷ء میں ویسٹ منسٹر کالج کیمبرج میں مسیحی دینیات کے پروفیسر تھے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:۔

"غالباً موجودہ صورت حال کا سب سے زیادہ پریشان کن پہلو یہ ہے کہ عیسائیت کے بنیادی عقائد میں ابتدائی یقین ابھارنے کی صلاحیت قریب قریب ختم ہوتی جارہی ہے اور ذہن کے ساتھ "برقی رابطہ" پیدا کرنے میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں؟" (ملاحظہ ہو کتاب Has the church failed. مرتبہ جیمز مارچنٹ صـ۱۵ مطبوعہ ۱۹۲۶ء)

اور سینٹ جانز کالج آکسفورڈ اور "دی ماڈرن چرچ مینز یونین لندن" کے صدر سر سائیول مارڈ ایم اے ڈی لٹ لکھتے ہیں:۔

"کمروں اور مختلف حلقہ ہائے احباب میں جہاں عوام الناس باہم مل بیٹھتے ہیں اور جہاں انہیں نجی طور پر گفتگو کرنے کی پوری آزادی ہوتی ہے لوگ بالعموم یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ عیسائیت اب آخری دموں پہ ہے یہی نہیں بعض لوگ آپ کو اس بات پر بھی مصر نظر آئیں گے کہ عیسائیت مر نہیں رہی بلکہ مر چکی ہے (۔۔ صـ۱۲۳)

آگے چل کر سر سائیول لکھتے ہیں:۔ "یہ امر ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یورپ اور امریکہ کی عورتوں اور

(باقی صـ۱۶۳ پر)

تسکین طبع پاتی تھیں اپنی پناہ گاہ ڈھونڈیں۔ مگر انہیں چیلنج ہوگا کہ تم بھی اپنے معبودان باطلہ سے مدد لے کر اس ظلمانی رات کے لانے کی کوشش کرو۔ مَنۡ اِلٰہٌ غَیۡرُ اللّٰہِ یَاۡتِیۡکُمۡ بِلَیۡلٍ تَسۡکُنُوۡنَ فِیۡہِ جس میں اشارہ ہے کہ اب خلافتِ اسلامیہ کا یہ نورانی نظام قیامت تک قائم رہے گا۔ جیسا کہ احادیث میں بھی فرمایا کہ جب دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دَور جاری ہوگا تو پھر وہ مِٹ نہیں سکے گا۔ سوائے اس وقت کے جب اللہ تعالیٰ اس دنیا کی صف کو لپیٹ دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی خلافت کے دوام کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

"تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی (یعنی اپنی وفات کی خبر۔ ناقل) غمگین مت ہو۔ اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی

بقیہ حاشیہ صـ۱۶۲ : مَردوں کا ایک بڑا حصہ اب عیسائی نہیں رہا۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان دونوں ملکوں کے باشندوں کی اکثریت اب اس زمرے میں شامل ہے" (۔۔ صـ۱۲۵)

اسلام میں اہل مغرب کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کا اندازہ اسلام پر شائع ہونے والے اس لٹریچر سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو آج کل وہاں یورپی مستشرقین کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل کتب خاص طور پر قابل ذکر ہیں

۱۔ مشہور امریکی پادری مسٹر کینتھ اے کرگ کی کتاب The call of the Minarate
۲۔ مسٹر منٹگمری واٹ کی کتب Mahammad at mecca, Mahammad at MADINA
۳۔ اطالوی مستشرق خاتون مس واگلیری کی کتاب An Interpretation of Islam
۴۔ مسٹر روتھ کرنسٹن کی کتاب World Faith

نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ جیسا کہ خداوند فرماتا ہے
کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا"

(الوصیت صنا)

نکتہ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ میں یَسْبَحُوْنَ کا لفظ لطیف پیرایہ میں ایک علمی مسئلہ کی حقیقت پر روشنی ڈالتا ہے۔ یعنی کرہ ہائے سماوی کی حرکت نوعی کی طرف اس میں اشارہ کیا گیا ہے جس سے کہ اُس وقت کی دُنیا ناآشنا تھی۔ اور آج چودہ سو سال بعد خلائی سفر[۱] کے دوران خلا بازوں نے اپنا تجربہ پیش کر کے قرآنی بیان کی صداقت پر مُہر تصدیق ثبت کر دی۔ ان کا بیان ہے کہ پرواز کے دوران جس وقت وہ بے وزن ہو جاتے ہیں تو انہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ تیر رہے ہیں۔ کسی قسم کی تکان کا انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔

۱؎ یہ خلائی سفر اگرچہ حکمتِ الٰہی کے ماتحت قرآن مجید کی بعض پیشگوئیوں کی صداقت کو ظہور میں لانے کے لئے وقوع پذیر ہو رہا ہے مگر اس سفر سے جو اغراض و مقاصد ان مغربی اقوام کے مدّنظر ہیں وہ کچھ اچھی نہیں جن کی قباحت و شناعت کو محسوس کرتے ہوئے انہی اقوام کے انصاف شعار طبائع اس سے نفرت کا اظہار کر رہی ہیں چنانچہ مشہور برطانوی فلاسفر مسٹر برٹرینڈ رسل رقم طراز ہیں:-

"بدقسمتی سے چاند پر پہنچنے کی مہم کے پس پردہ اندھا دھند مقابلہ کی روح کام کر رہی ہے یہ مہم سائنسی ترقی یا انسانیت کی فلاح کے خالص جذبہ کے ماتحت نہیں چلائی جا رہی بلکہ یہ بڑی طاقتوں کے درمیان محض ایک مقابلہ کی دوڑ ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زیادہ اہمیت اس بات کو حاصل نہیں کہ انسان چاند پر پہنچ جائے بلکہ زیادہ اہمیت اس بات کو دی جاتی ہے کہ کون طاقتور ملک پہلے اپنا آدمی چاند پر پہنچا دے گا۔ یہ محض لغو سا جذبہ ہے اور اسکی وجہ سے ایک سمجھدار آدمی کی نگاہ میں تو ساری مہم کی کچھ بھی وقعت نہیں رہ جاتی۔" (انگریزی روزنامہ ڈان کراچی ۲۰ جولائی ۱۹۶۹ء)

دلیل سوم تاریخی دلیل اور ستر ہویں[۱۷] پیشگوئی

تاریخ اپنے واقعات کو دہرائے گی طوفانِ نوح کی طرح دجّالی طوفان کے ظہور کی پیشگوئی اور اس سے بچاؤ کے لئے کشتی نوح کی تیاری۔

وَاٰیَۃٌ لَّھُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَھُمْ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَھُمْ مِّنْ مِّثْلِہٖ مَا یَرْکَبُوْنَ

مغربی ممالک میں مذہبی انقلاب برپا ہونے کو ناممکن قرار دینے والے ذرا آج سے پانچ ہزار سال پہلے زمانہ کے اپنے معدثان اعلےٰ کے رویّہ پر نظر ڈالیں وہ بھی تمہاری طرح مذہبی انقلاب کو ناممکن قرار دیتے ہوئے خدا کے مامور کی آواز کو دبانے کی کوشش کرتے تھے۔ باوجودیکہ وقت کے نبی حضرت نوح علیہ السلام انہیں متواتر سالہا سال تک لگاتار رات دن انفرادی اور اجتماعی طور پر تبلیغ کرتے رہے مگر انہوں نے نہ مانا بلکہ آپ کے خلاف طرح طرح کے منصوبے باندھے ان کے صنادید قوم نے کفر و شرک کی حمایت میں ہر قسم کے ہتھیار چلائے۔ آخر وہ ناکام ہوئے اور ان کی ذرّیت و نسل میں سے وہ پاک نفوس جو سعید فطرت تھے اس نور سے منوّر ہوئے۔ اور وہ بڑھے اور پھلے پھولے یہاں تک کہ اس خطہ میں آئندہ صرف انہیں کی ہی نسل چلی۔ وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الْبَاقِیْنَ (الصافات آیت ۷۹) اور سورہ بنی اسرائیل میں انہیں کی ذریت کو خطاب فرمایا گیا۔ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (آیت ۴) موجودہ زمانہ بھی حضرت نوحؑ کے زمانہ کے مشابہ ہے۔ اس زمانہ کے لوگ بھی نوح کے زمانہ کی طرح امن والی حکومت کے تحت رہنے کے باعث دین سے غافل دنیوی آسائشوں میں بدمست ہو رہے ہیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت نوح کا زمانہ باعتبار اپنی معاشرت کے اصولوں کے نہایت امن کا زمانہ تھا۔ لوگ اپنی لمبی عمروں کو نہایت آسائش اور امن اور خیر و عافیت سے بسر کر رہے تھے۔ اسی وجہ سے

لوگ سخت درجہ کے غافل ہو گئے تھے۔ معلوم نہیں کہ اُس وقت کوئی شخصی سلطنت تھی یا جمہوری اتفاق سے اس درجہ پر عامہ خلائق کے لئے ہر طرح سے آسودگی پیدا ہو گئی تھی۔ بہر حال اس زمانہ کے لوگ آرام پانے میں اور امن و عافیت میں زندگی بسر کرنے میں اُس زمانہ کے ان لوگوں سے بہت مشابہ ہیں ۔"

(ازالہ اوہام ص۵۵)

پھر جب اس قوم کی تباہی کا وقت آیا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم دیا اور وہ اپنے متبعین سمیت اس میں سوار ہو کر عذاب سے بچ گئے اور باقی طوفان میں غرق ہو گئے۔ آج بھی ان قوموں کا یہی حال ہوگا۔ اِس وقت بھی اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کے نوح کو مبعوث فرمایا اور اسے بھی کشتی[1] تیار کرنے کا حکم دیا تا لوگ اس میں سوار ہو کر عذاب الٰہی سے بچ جائیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں :۔

" اُس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے بچایا جائے گا۔ اور جو انکار میں رہے گا اس کے لئے موت درپیش ہے ۔"

(فتح اسلام ص۴۲)

نیز فرمایا :۔

" اس طوفان کے وقت خدا تعالےٰ نے اس عاجز کو مامور کیا اور فرمایا وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ یعنی تو ہمارے حکم

---

[1] روحانی کشتی مراد لینا کوئی تاویل بعید نہیں۔ بلکہ سورہ حاقہ میں اسکی شہادت موجود ہے۔ فرمایا اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۔ (آیت ۱۲) اس میں نوح کے زمانہ کے مومن مراد نہیں بلکہ صحابہ کرام مراد ہیں کیونکہ یہاں انہیں صیغہ مخاطب کے ساتھ خطاب ہے اور اس سے پہلی قوموں کا ذکر صیغہ غائب سے کیا گیا ہے ۱۲ منہ

سے اور ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی تیار کر۔ اس کشتی کو اس طوفان سے کچھ خطرہ نہ ہوگا۔ اور خدا تعالےٰ کا ہاتھ اس پر ہوگا۔ سو وہ خالص اسلام کی کشتی یہی ہے جس پر سوار ہونے کے لئے میں لوگوں کو بلاتا ہوں ۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۶۱ حاشیہ)

چنانچہ اس زمانہ میں نجات دلانے والی کشتی کی طرف اس اگلی آیت میں اشارہ ہے وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ۔

سلف صالحین کے ارباب کشف والہام میں سے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں :۔

ای مثل سفینۃ نوح وھی السفینۃ المحمدیۃ ۔ — یعنی نوح کی کشتی کی طرح اور وہ محمدی کشتی ہے ۔

(تفسیر ابن عربی ج ۲ ص ۸۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسی سفینہ کے متعلق الہام تھا۔

سفینۃ وسکینۃ (تذکرہ ص۵۹۲) یعنی کشتی اور آرام

جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے وقت کے طوفان کے متعلق فرمایا :۔

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ (سورہ ہود آیت ۴۴)

اسیطرح موجودہ طوفان کے متعلق بھی موجودہ زمانہ کے نوح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ؂

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ توّاب ہے

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

موجودہ زمانہ میں دجّالی طوفان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"جیسا کہ قرآن کریم نے پیشگوئی کی تھی۔ زمین نے ہمارے زمانہ میں وہ تمام تاریکیاں جو زمین کے اندر مخفی تھیں باہر رکھدیں اور ایک سخت جوشِ ضلالت اور بے ایمانی اور بد استعمالیٔ عقل کا برپا ہوگیا۔ یہ وہی طبائع زائغہ کا جوش ہے جس کو دوسرے لفظوں میں دجّال کے نام سے موسوم کیا گیا تھا اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ خبر دی تھی کہ وہ عالی شان اور کامل کلام اس طوفان پر بھی غالب آئے گا۔ سو ضرور تھا کہ کلام الٰہی میں وہ سچا فلسفہ بھرا ہوا ہوتا جو چال کے دھوکہ دینے والے فلسفہ پر غالب آجاتا کیونکہ وہ ابدی اصلاحوں کے لئے آیا ہے۔ وہ نہ تھکے گا۔ اور نہ درماندہ ہوگا جب تک کہ ہر ایک سلیم طبیعت میں اپنی سلطنت قائم نہ کرے۔ اور فلسفہ کی زہر کھانے والے اُس تریاق کے منتظر تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے اس کو ظاہر کر دیا اور ناپاک معقولیت کا غلبہ توڑنے کے لئے اس نے یہی چاہا کہ قرآنی معقولیت کا غلبہ ظاہر کرے اور مخالفوں کی باطل معقولیت کو پیس ڈالے "

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴۰-۴۱)

نیز حضور نے سر سید احمد خان صاحب کو جو اس طوفان سے خائف اور مغربی فلسفہ سے مرعوب ہوکر اس سے صلح جوئی کی طرح ڈال رہے تھے۔ اور بہت سے اسلامی مسائل کی تاویلات بعیدہ کرکے صحیح راہِ مستقیم سے ہٹ رہے تھے۔ حضور نے انہیں نصائح کرتے ہوئے تحریر فرمایا :۔

" سو آپ کو چاہیئے تھا کہ اس ناخدا کی غیبی ہدایت کی انتظار کرتے اور دلی یقین سے سمجھتے کہ اگر طوفان آگیا ہے تو اب اُس ناخدا کی مدد بھی نزدیک ہے جس کا نام خدا ہے جو مالک جہاز بھی ہے اور ناخدا بھی .... .. اب میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں اور بشارت پہنچاتا

ہوں کہ اس ناخدا نے جو آسمان و زمین کا خدا ہے۔ زمین کے طوفان زدوں کی فریاد سُن لی۔ اور جیسا کہ اس نے اپنی پاک کلام میں طوفان کے وقت اپنے جہاز کو بچانے کا وعدہ کیا ہوا تھا وہ وعدہ پورا کیا۔ اور اپنے ایک بندہ کو یعنی اس عاجز کو جو بول رہا ہے اپنی طرف سے مامور کر کے وہ تدبیریں سمجھا دیں جو طوفان پر غالب آدیں اور مال و متاع کے صندوقوں کو دریا میں پھینکنے کی حاجت نہ پڑے۔ اب قریب ہے جو آسمان سے یہ آواز آوے کہ

قیل یاارض ابلعی ماءک و یسماء اقلعی

وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی

الجودیِّ۔

مگر ابھی تو طوفان زور میں ہے۔ اس طوفان کے وقت خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو مامور کیا اور فرمایا واصنع الفلک باعیننا و وحینا یعنی تو ہمارے حکم سے اور ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی تیار کر۔ اس کشتی کو اس طوفان سے کچھ خطرہ نہ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس پر ہوگا۔ سو وہ خالص اسلام کی کشتی یہی ہے جس پر سوار ہونے کے لئے میں لوگوں کو بلاتا ہوں۔ اگر آپ جاگتے ہو تو اٹھو۔ اور اس کشتی میں سوار ہوجاؤ کہ طوفان زمین پر سخت جوش کر رہا ہے اور ہر یک جان خطرہ میں ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰ تا ۶۲ حاشیہ)

طوفان نوح کا نظارہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی چونکہ مثیل مسیح تھے آپ کو الہام ہوا

انا المسیح الموعود مثیلہ وخلیفتہ

آپ کے ہاتھوں بھی اس طوفان کے روکنے کے بہت کچھ سامان ہونے تھے اور آپ کی سکیموں کے تحت اس طوفان کے زور سے کم ہوتا تھا۔ اس لئے اس طوفان نوح کا نظارہ

آپ کو بھی دکھا یا گیا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :۔

"میں نے ایک رؤیا دیکھی جیسی اس مسجد (مسجد اقصیٰ) میں بیچوں بیچ ایک نالی جاتی ہے اس طرح ایک نہر ہے اور وہ بہت دور تک چلی جاتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بڑا پانی ہے مگر بندوں کی وجہ سے اس کے اندر ہی بند ہے اس کے ارد گرد ایک نہایت خوبصورت باغ ہے میں اس میں ٹہل رہا ہوں اور ایک اور آدمی بھی میرے ساتھ ہے ٹہلتے ٹہلتے نہر کی پرلی طرف میں نے چوہدری فتح محمد صاحب کو دیکھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا میرے ساتھ گھر کی مستورات بھی ہیں اس نے مجھے کہا کہ مستورات کو پردہ کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے انہیں کہہ دیں صرف باغ میں ٹہلیں۔ میں جب

ا؎ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں "میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی عزت کے قیام میں اور دوبارہ اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور مسیحیت کے کچلنے میں میرے گزشتہ یا آئندہ کاموں کا انشاء اللہ بہت کچھ حصہ ہوگا۔ اور وہ ایڑیاں جو شیطان کا سر کچلیں گی اور مسیحیت کا خاتمہ کریں گی ان میں سے ایک ایڑی میری بھی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

میں اس سچائی کو نہایت کھلے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ یہ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے یہ سچائی نہیں ٹلے گی نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔ اسلام دنیا پر غالب آکر رہے گا مسیحیت دنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی۔ اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔ خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا۔ اور یا تو میری زندگی میں ہی اس کو اس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ وہ سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی۔ اور یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہوگا جس کے سامنے عیسائیت ایک خشک جھاڑی کی طرح مرجھا کر رہ جائے گی۔ اور دنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اڑتا ہوا دکھائی دے گا۔" (الموعود ط ۲۱۲-۲۱۳ تقریر المصلح الموعودؓ برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۴۴ء)

اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ گیا ہوں تو مجھے بڑے زور سے پانی کے بہنے کی سرسراہٹ آئی۔ اس وقت جس طرح پرانے مقبرے بنے ہوتے ہیں ایسے مکان میں کھڑا ہوں وہ مقبرہ اس طرح کا ہے جس طرح بادشاہوں کی قبروں پر بنے ہوتے ہیں۔ میں اس کی چھت پر چڑھ گیا ہوں اور اس کی کئی چھتیں اونچی نیچی ایک دوسرے کے ساتھ بنی ہوئی ہیں۔ مجھے پانی کی سرسر کی آواز آئی تو میں نے اس نہر کی طرف دیکھا تو وہ ایسا خوبصورت نظارہ تھا کہ پرستان نظر آتا تھا یا ہر جگہ پانی بھرتا جاتا تھا۔ عمارتیں گرتی جاتی تھیں۔ درخت وہے جاتے تھے گاؤں اور شہر تباہ ہوتے جاتے تھے۔ پانی میں لوگ ڈوب رہے تھے۔ کسی کے گلے گلے کسی کے منہ تک کسی کے سر کے اوپر پانی چڑھتا جاتا تھا اور ڈوبنے والوں کا بڑا دردناک نظارہ تھا۔ یکلخت وہ پانی اس مکان کے بھی قریب آگیا جس پر میں کھڑا تھا اور اس کی دیواروں سے ٹکرانا شروع ہوگیا۔ آگے پیچھے کی آبادی کو تباہ و برباد ہوتے دیکھ کر بے اختیار میرے مونہہ سے نکل گیا "**نوح کا طوفان**"۔ پھر پانی اس مکان کی چھت پر چڑھنا شروع ہوا۔ اس کے ارد گرد جو دیوار تھی

ا؎ اس طوفان کے سیلے میں بہتے ہوئے مسلمانوں کو اور مسلمان حکومتوں کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی دین سے بے اعتنائی پر انتباہ کرتے ہوئے فرمایا :۔

"افسوس مسلمانوں نے ... جب بھی قدم اٹھایا غلط ہی اٹھایا پہلے تو وہ افراد کے رنگ میں اٹھاتے تھے اب حکومت کے رنگ میں اٹھانے لگے ہیں اور وہ بھی غلط اٹھا رہے ہیں۔ ترک یورپین اثر سے آزاد ہوئے تو ہر مسلمان کو اس پر خوشی تھی مگر تھوڑے دنوں میں انہوں نے بتا دیا کہ ان کی آزادی اسلامی احکام سے بھی آزادی تھی۔ آہستہ آہستہ انہوں نے مذہب اور حکومت کے تعلق کو توڑنا شروع کیا۔ پھر عربی حروف چھوڑ کر ترکی الفاظ کو انگریزی میں لکھنا شروع

(باقی ص ۱۷۳ پر)

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی اسے توڑ کر اندر آنا چاہتا ہے اور لہریں دیوار کے اوپر سے نظر آتی تھیں اس وقت میں نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا مجھے

بقیہ حاشیہ ص۱۷۱ :- کیا۔ حالانکہ لاطینی زبان میں سے ان کے ملک کی ترقی کا کیا تعلق ہو سکتا ہے اس کا صرف یہی نتیجہ ہوگا کہ قوم اپنے آباء کے آثار سے غافل ہو جائے گی اور عربی آسانی سے وہ پہلے قرآن پڑھ سکتے تھے اب نہیں پڑھ سکیں گے ..... پہلے تو ساری ترکی قوم قرآن پڑھ سکتی تھی مگر اب وہی پڑھ سکیں گے جو عربی زبان سیکھیں گے اور دوسری زبان کا سیکھنا ساری قوم کے لئے مشکل ہوتا ہے ... اب یہ مرض دوسرے ممالک میں بھی پھیلنا شروع ہو گیا ہے آہستہ آہستہ افغانستان میں بھی پھیلنا شروع ہو گیا ہے وہاں بھی ہیٹ اور انگریزی لباس پہننے اور داڑھی منڈانے کا حکم دیا گیا ہے اور اب ایران میں بھی حکومت اسی قسم کے قواعد بنا رہی ہے جس سے افسروں کے لئے انگریزی لباس پہننا ضروری ہوگا۔ اور جو نہ پہنے وہ سزا کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح یہ سکیم بھی زیر غور ہے کہ قدیم ایرانی حروف اختیار کر لئے جائیں نہ معلوم انہوں نے کیا تصور کیا ہے حالانکہ ان کے آباء کا سارا لٹریچر اس زبان میں ہے قوموں کی ترقی ان کے آباء کی روایتوں پر منحصر ہوتی ہے۔ ان کی کتابیں عربی حروف میں لکھی ہوئی ہیں اب اگر عربی حروف کو مٹا دیا گیا تو آئندہ نسلیں ان کتابوں کو نہیں پڑھ سکیں گی اور اس طرح قرآن کریم سے وابستگی بھی کم ہو جائے گی اور تعجب نہیں کہ تھوڑے عرصہ تک افغانستان میں بھی یہی سوال پیدا ہو جائے کہ عربی حروف کو مٹا دیا جائے ... اور پھر ایک اور نقص یہ کہ اس طرح وہ عالمگیر اتحاد جو عربی کے ذریعہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا جاتا رہے گا ... پس ان کا یہ قدم غلط ہے اور فلسفہ اخلاق یا نفسیات کے لحاظ سے بھی غلط ہے۔ قومیں اس وقت ترقی کرتی ہیں جب ان پر قومیت کا رنگ ہو ... میں نے پہلے ان امور کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہ ترکوں پر مخالفین کے حملے ہیں مگر جب تصدیق ہوئی تو پھر میں نے سمجھا کہ شاید یہ وبا ترکوں تک ہی محدود رہے مگر اب دوسروں تک اس کے اثر کو دیکھ کر میں نے مناسب سمجھا کہ اپنی رائے اس کے متعلق بیان کروں

(باقی ص۱۷۳ پر)

کہیں آبادی نظر نہیں آتی تھی اور پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ جب پانی چھت پر بھی آنے لگا تو میں نے گھبراہٹ میں پکار پکار کر اس طرح کہنا شروع کیا اَللّٰھُمَّ اِھْتَدَیْتُ بِھُدٰیکَ وَاٰمَنْتُ بِمَسِیْحِکَ " اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوڑے چلے آتے ہیں اور گویا لوگوں سے فرماتے ہیں کہ یہی فقرہ پڑھو تب تم اس عذاب سے بچ جاؤ گے۔ مجھے حضرت مسیح موعود نظر نہیں آئے۔ لیکن یہ میرا خیال تھا کہ آپ لوگوں کو فرما رہے ہیں۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ پانی کم ہونا شروع ہوا اور چھت گیلی گیلی نظر آنے لگی۔ اسی گھبراہٹ میں میری آنکھ کھل گئی۔"

(الفضل ۱۳ر دسمبر ۱۹۱۲ء)

اس طوفان کے ایک اور پہلو کا نظارہ دوسرے رنگ میں

کمیونزم کی تباہی کے متعلق ایک رؤیا [۱]

نیز حضور فرماتے ہیں :-

" چوبیس سال کی بات ہے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان

بقیہ حاشیہ ص۱۷۲ : اور جہاں جہاں تک ہماری آواز گونج جائے ہم بتا دیں کہ یہ راستے ترقی کے نہیں ترقی کے لئے اسلام کی طرف توجہ کی ضرورت ہے اور اسلام میں جو ظاہری اتحاد ہے اسے مٹانا کسی سلطان حکومت کے لئے مفید نہیں ہو سکتا ... مخالفین ہنس رہے ہیں کہ مسلمانوں نے قرآن کے معنوں پر عمل تو پہلے ہی چھوڑ رکھا تھا اب اس کے الفاظ بھی چھوڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے کہ وہ اپنی غلطیوں کو سمجھ سکیں اور ان کے بد نتائج سے محفوظ رہ سکیں۔" (الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء ص۶)

[۱] کمیونزم ایک نہایت خطرناک فتنہ ہے اس کی بھیانک تصویر جس رنگ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھینچی ہے مسلمانوں کے کسی دوسرے لیڈر کے واہمہ و خیال میں بھی اس کی اہمیت نہیں آ سکتی تھی حضور نے

(باقی ص۱۷۴ پر)

ہے جس میں میں کھڑا ہوں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان بلا جو
ایک بہت بڑے اژدہے کی شکل میں ہے دُور سے چلی آ رہی ہے۔ وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۳ :۔ جماعت کو بیدار کرتے ہوئے اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے انہیں سینہ سپر ہونے اور کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جانے کے لئے ہدایات دیتے ہوئے فرمایا :۔

" ہمارے سامنے کمیونزم کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو نہ صرف عقلی لحاظ سے اسلام کے لئے خطرناک ہے بلکہ مذہبی لحاظ سے بھی وہ بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ گذشتہ انبیاء نے ہزاروں سال سے اس فتنہ کے متعلق خبر دی ہوئی ہے مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق احادیث میں بھی آتا ہے اور پہلی کتب میں بھی کہ تمام گذشتہ انبیاء نے اس زمانہ کے فتنوں کی خبر دی تھی ... ... چنانچہ حزقیل نبی نے اپنی کتاب میں روس کے ایک فتنہ کے متعلق پیشگوئی کی ہے اور بتایا ہے کہ آخری زمانہ میں اس کے ذریعہ دین پر حملہ کیا جائے گا۔ گویا دو فتنے جن کی تمام انبیاء نے خبر دی ہے ان میں اگر نام لے کر کسی فتنہ کی خبر دی گئی ہے تو وہ یہی فتنہ ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ فتنہ کتنا اہم ہے کہ اس نے آج سے ہزاروں سال پہلے اس کے متعلق خبر دے دی تھی تاکہ آخری زمانہ میں کمزور ایمان والے لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ یہ محض خیالی ہے ... ... بے شک جہاں تک سیاسیات کا تعلق ہے ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ حکومت سے تعلق رکھنے والی چیز ہے اور حکومت سے تعلق رکھنے والی عملی سیاست خواہ روس کی ہو یا کسی اور ملک کی ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ لیکن جہاں تک سیاسیات کے فلسفہ کا سوال ہے ہمارا تعلق فلسفۂ سیاست سے ضرور ہے کیونکہ فلسفہ ایسی چیز ہے جو ہر انسان سے تعلق رکھتا ہے پس عملی سیاسیات میں بے شک ہمارا کوئی واسطہ نہیں.... ...لیکن جہاں تک اس کے مضر عقائد کا سوال ہے جن کا مذہب پر بُرا اثر پڑتا ہے ہر مذہب والا جس کے خلاف بات پڑتی ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کا مقابلہ کرے اور اس زہر کا ازالہ کرنے کی پوری کوشش کرے ... ... پس ہماری جماعت کو اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے پوری

(باقی صفحہ ۱۷۵ پر)

اژدہا دس بیس گز لمبا ہے اور ایسا موٹا ہے جیسے کوئی بڑا درخت ہو وہ اژدہا بڑھتا چلا آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دُنیا کے ایک کنارے سے چلا آ رہا ہے اور درمیان میں جس قدر چیزیں تھیں ان سب کو کھاتا چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ اژدہا اس جگہ پہنچ گیا جہاں ہم ہیں اور میں نے دیکھا کہ باقی لوگوں کو کھاتے کھاتے وہ ایک احمدی کے پیچھے دوڑا وہ احمدی آگے آگے ہے اور اژدہا پیچھے پیچھے۔ میں نے جب دیکھا کہ اژدہا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۴ :۔ طرح تیار ہو جانا چاہیئے ... ... جو تنظیم ان لوگوں میں پائی جاتی ہے وہ ایسی ہے کہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور ان کے لاکھوں مبلغ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں امریکہ کے ایک اخبار میں شائع ہوا تھا کہ ہندوستان میں کمیونسٹ خیالات کی اشاعت کے لئے بارہ ہزار مبلغ روس میں تیار کئے جاتے ہیں ... ... پس ضرورت ہے کہ تقریر کے ذریعہ سے۔ تحریر کے ذریعہ سے۔ گفتگو کے ذریعہ سے۔ طلباء کے ذریعہ سے۔ وکلاء کے ذریعہ سے، ڈاکٹروں کے ذریعہ سے۔ مزدوروں کے ذریعہ سے۔ پیشہ وروں کے ذریعہ سے۔ صناعوں کے ذریعہ سے۔ سیاحوں کے ذریعہ سے۔ تاجروں کے ذریعہ اس تحریک کے وہ تمام پہلو جو مذہب سے ٹکراؤ رکھتے ہیں بیان کئے جائیں اور لوگوں کو بتایا جائے کہ درحقیقت یہ اسلامی اقتصاد کی ایک بگڑی شکل ہے جو کمیونزم کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ اسلام نے جو چاہا تھا کہ امیر و غریب کے فرق کو مٹا کر دُنیا میں مساوات قائم کی جائے۔ غرباء کو آگے بڑھنے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں دولت کو محدود ہاتھوں میں نہ رہنے دیا جائے اس نظام کی کمیونسٹ نظام نے ایک نقل اتاری ہے مگر ایسے بھونڈے طریق پر کہ اس نے انسانی آزادی کو کچل دیا ہے۔ اور وہ بلاوجہ مذہب کے خلاف کھڑا ہو گیا ہے۔ جب اس رنگ میں ہر مذہب اور ہر قوم اور ہر فرقہ اور ہر پیشہ اور ہر حرفہ والے کو ہم اپنے خیالات پہنچائیں گے اور متواتر اور مسلسل پہنچائیں گے تب اس کے نتیجہ میں انہیں کمیونزم سے نفرت ہوگی اور تبھی ہماری جدوجہد صحیح نتائج کی حامل ہوگی " (الفضل ۵ ماہ وفا ۱۳۳۲ ہش [illegible])

ایک احمدی کو کھانے کے لئے دوڑ پڑا ہے تو میں ہاتھ میں سونٹا لے کر اس کے پیچھے بھاگا لیکن خواب میں مَیں محسوس کرتا ہوں کہ میں اتنی تیزی سے دوڑ نہیں سکتا جتنی تیزی سے سانپ دوڑتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک قدم چلتا ہوں تو سانپ دس قدم کے فاصلے پہ پہنچ جاتا ہے۔ بہر حال مَیں دوڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا وہ احمدی ایک درخت کے قریب پہنچا اور تیزی سے اس پہ چڑھ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ اگر میں درخت پہ چڑھ گیا تو میں اژدھا کے حملہ سے بچ جاؤں گا۔ مگر ابھی وہ درخت کے نصف میں ہی تھا کہ اژدھا اس کے پاس پہنچ گیا اور سر اٹھا کر اُسے نگل گیا۔ اس کے بعد وہ پھر واپس لوٹا اور اس غصہ میں کہ مَیں اس احمدی کو بچانے کے لئے کیوں اُس کے پیچھے دوڑا تھا۔ اس نے مجھ پہ حملہ کیا۔ مگر جب وہ مجھ پہ حملہ کرتا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قریب ہی ایک چارپائی پڑی ہوئی ہے مگر وہ بنی ہوئی نہیں صرف پٹیاں وغیرہ ہیں۔ جس وقت اژدھا میرے پاس پہنچا میں کُود کر اس چارپائی کی پٹیوں پہ پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا اور میں نے اپنا ایک پاؤں اس کی ایک پٹی پہ اور دوسرا پاؤں اس کی دوسری پٹی پر رکھ لیا۔ جب اژدھا چارپائی کے قریب پہنچا تو کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ اس کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں جب کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما چکے ہیں کہ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ۔ اُس وقت مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سانپ کا حملہ دراصل یاجوج اور ماجوج کا حملہ ہے کیونکہ یہ حدیث ان کے بارہ میں ہے۔ مَیں اس وقت یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ دجّال بھی ہے۔ اتنے میں وہ اژدھا میری چارپائی کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ اور اللہ تعالےٰ سے دعا مانگنی شروع کر دی اس دوران میں اُن احمدیوں سے جنہوں نے مجھے مقابلہ کرنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرما چکے ہیں کہ یاجوج

اور ماجوج کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکے گی۔ میں کہتا ہوں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمَا کسی کے پاس کوئی ایسا ہاتھ نہیں ہوگا جس سے وہ ان کا مقابلہ کر سکے مگر مَیں نے تو اپنے ہاتھ مقابلہ کے لئے اس کی طرف نہیں بڑھائے بلکہ اپنے دونوں ہاتھ خدا کی طرف اٹھا دیئے ہیں اور خدا کی طرف ہاتھ اٹھا کر فتح پانے کے امکان کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ردّ نہیں فرمایا غرض مَیں نے دعا کرنی شروع کر دی کہ اے خدا مجھ میں تو طاقت نہیں کہ مَیں اس فتنہ کا مقابلہ کر سکوں لیکن تجھ میں سب طاقت اور قدرت ہے میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تُو اس فتنہ کو دُور فرما دے۔ جب مَیں نے یہ دُعا کی تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے اس اژدھا کی حالت میں تغیر پیدا ہونے لگا۔ جیسے پہاڑی کیڑے پہ نمک گرانے سے ہوتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اس اژدھا کے جوش میں کمی آنی شروع ہو گئی۔ پھر وہ خاموشی سے لیٹ گیا اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی چیز بن گیا جیسے جیلی ہوتی ہے اور بالآخر وہ اژدھا پانی ہو کر بہہ گیا۔ اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو دعا کا کیسا اثر ہوا بے شک میرے اندر طاقت نہیں تھی کہ میں اس کا مقابلہ کر سکتا مگر میرے خدا میں تو طاقت تھی کہ وہ اس خطرہ کو دُور کر دیتا۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۱۵۹)

موجودہ دور میں قیامِ امن کیلئے نظامِ نو کی ضرورت

آج جو برسرِ اقتدار مغربی اقوام امن کی مدعی بن کر دُنیا میں قیامِ امن کا ڈھنڈورا پیٹتی ہیں یہ سب ان کی ملمع سازیاں اور سیاسی چالیں ہیں جو قوموں کو امن کی راہ تلاش کرنے سے روک بن رہی ہیں بلکہ وہ تو خود تباہی کے کنارے کھڑی انہیں ھلاکت کے غاروں میں دھکیل رہی ہیں ان کے امن کے دعوے تپتی

ریگ کے وہ سراب ہیں جو دُور سے چمکتا ہوا دریا کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا پانی نظر آتا ہے۔ یہ قومیں ہرگز امن قائم نہیں کر سکتیں۔ ان کی اٹیمی تیاریاں صاف بتلا رہی ہیں کہ یہ دُنیا کو تباہی کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ امن کا قیام تو اُن آسمانی ہستیوں سے وابستہ ہوتا ہے جو خدائے پاک کی صفت رب العالمین کا مظہر

۱؎ مگر یاد رکھو مومنوں کو اٹیمی تیاریوں سے کوئی خطرہ نہیں اگر سچا ایمان رکھتے ہیں تو اپنے روحانی ہتھیار دعاؤں سے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کر کے اٹیمی توڑ اسباب مہیا کر سکتے ہیں اس بارہ میں حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خطبہ جمعہ کے دوران دُنیا کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امریکہ اور روس نے اٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنا لئے ہیں جن کی وجہ سے دنیا ان سے مرعوب ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ سے دعائیں کی جائیں اور اپنے اندر سچا ایمان پیدا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی کوئی نہ کوئی توڑ پیدا فرما دے گا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ امریکہ یا روس اٹیم بم کا کوئی توڑ پیدا کر لیں گے۔ مگر اب قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ روس اور امریکہ اس کا توڑ پیدا نہیں کریں گے بلکہ آسمان سے ایسے شہاب گریں گے جن سے ان کے تمام بم بے کار ہو جائیں گے۔ اور وہ دنیا کی تباہی کے ارادوں میں ناکام رہیں گے۔

(اقتباس از خطبہ جمعہ الفضل ۲۰ اگست ۱۹۵۹ء ص۳)

نیز حضور تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:-

" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اٹیم بم بظاہر قیامت کا ایک نشان نظر آتا ہے مگر قیامت خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے اس نے یہ قیامت نہ روس کے ہاتھ میں رکھی ہے اور نہ امریکہ کے ہاتھ میں۔ ..... حقیقت یہ ہے کہ اس کا توڑ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور جب وہ لوگوں کو بچانا چاہے گا تو وہ اس کا کوئی نہ کوئی توڑ پیدا کر دے گا بانی سلسلہ احمدیہ کے جو الہامات چھپے ہوئے ہیں ان میں ایک جگہ کچھ ہندسے دیئے ہیں (تذکرہ ص۲۰۲ طبع دوم) اور ساتھ ہی ایک نقشہ دیا گیا ہے بعض احمدی سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اس میں جو خول بنے ہوئے ہیں یہ بالکل ویسے ہی ہیں جو ہائیڈروجن بم میں استعمال ہوتے ہیں حالانکہ وہ نقشہ آج سے قریباً ساٹھ سال پہلے کا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دکھا

(باقی ص۱۷۹ پر)

بن کر اور عالم گیر ربوبیت کی چادر پہن کر تمام دُنیا کو اپنے اس وسیع دامن کے نیچے لانا چاہتی ہیں وہ نہ تو مشرقی اقوام کی طرفداری کرتی ہیں اور نہ مغربی اقوام سے نفار رکھتی ہیں۔ ان کی شان لا شرقیۃ ولا غربیۃ ہوتی ہے۔ چنانچہ عہد حاضر میں امن کے شہزادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ امن کی راہ کھول کر بتلا دی۔ اور نہ صرف بتلایا بلکہ قوموں کے لئے امن عالم کی عمارت کی بنیاد ۱۹۰۵ء میں رکھ کر دُنیا کو اس غم و اندوہ سے جو ان کی جانوں کو اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا دُور کر کے اطمینان اور تسلی دلائی چنانچہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف " نظام نو " میں تحریر فرماتے ہیں:-

" اے دوستو! دُنیا کا نیا نظام نہ مسٹر چرچل بنا سکتے ہیں نہ مسٹر روزویلٹ بنا سکتے ہیں۔ یہ اٹلانٹک چارٹر کے دعوے سب ڈھکوسلے ہیں۔ اور اس

بقیہ حاشیہ ص۱۷۸:- عرصہ پہلے اس طرف توجہ دلائی گئی تھی اور انہیں بتایا گیا تھا کہ ایسی ایجاد ہونے والی ہے۔ تو جس خدا نے اپنے بندوں کو اس ایجاد کی توفیق دی وہ لوگوں کو اس سے بچانے کا بھی کوئی نہ کوئی سامان پیدا کر دے گا۔

مجھے بھی ایک دفعہ ایک گیس کے متعلق خبر دی گئی تھی۔ چنانچہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک کمرہ میں بیٹھا ہوا ہوں کہ کسی شخص نے ایک گیس پھینکی۔ میں نے اس گیس کو سونگھ کر کہا کہ اس میں سے تو کلورین کی بُو آ رہی ہے اور پھر اس کا خیال کرتے ہی میں باہر کی طرف بھاگا (آنکھ کھلنے کے بعد میں نے بعض سائنس والوں سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ بیہوش کرنے والی گیس بھی کلورین سے بنتی ہے مگر میں نے جو خواب میں گیس دیکھی وہ عارضی بے ہوش کرنے والی تھی۔) اس کے بعد مجھ پر سے بھی اثر جاتا رہا۔ اور دوسرے لوگوں پر بھی کوئی اثر نہ رہا۔ اس رؤیا سے بھی سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ جن کے نتیجہ میں دشمن پر فوقیت بھی حاصل ہو جائے گی۔ اور عام تباہی نہیں آئے گی۔ مگر اس کا ذریعہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی جائے اور دعاؤں سے اس کی مدد اور نصرت حاصل کی جاوے "

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم۔ سورۃ النمل ص۱۴۱ تا ۱۴۳)

میں کئی نقائص اور کئی عیوب اور کئی خامیاں ہیں۔ نئے نظام وہی لاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دُنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں۔ جن کے دلوں میں نہ امیر کی دشمنی ہوتی ہے نہ غریب کی بے جا محبت ہوتی ہے۔ جو نہ مشرقی ہوتے ہیں نہ مغربی۔ وہ خدا تعالیٰ کے پیغامبر ہوتے ہیں اور وہی تعلیم پیش کرتے ہیں جو امن قائم کرنے کا حقیقی ذریعہ ہوتی ہے پس آج وہی تعلیم امن قائم کرے گی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ آئی ہے اور جس کی بنیاد الوصیت کے ذریعہ ۱۹۰۵ء میں رکھ دی گئی ہے (نظام نو صفحہ ۱۱۳)

نیز حضور فرماتے ہیں:-

• خلفاء نے اپنی ضرورت کے لحاظ سے اسلام کے احکام کی تعبیر کی مگر موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کسی اور نظام کی ضرورت تھی اور اس نظام کے قیام کے لئے ضروری تھا کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے اور وہ تمام دکھوں اور دردوں کو مٹانے کے لئے ایسا نظام پیش کرے جو زمینی نہ ہو بلکہ آسمانی ہو۔ اور ایسا ڈھانچہ پیش کرے کہ تمام ضرورتوں کو پورا کر دے جو غرباء کو لاحق ہیں اور دُنیا کی بے چینی کو دُور کر دے ... پس موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے خاتم الخلفاء کا فرض تھا کہ وہ اسلامی اصول کے مطابق کوئی سکیم تیار کرتا اور دنیا سے اس مصیبت کا خاتمہ کر دیتا ... ...

قیام امن کے لئے اسلامی سکیم کے اہم اصول

اسلامی سکیم کے اہم اصول یہ ہیں۔ اول سب انسانوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے مگر اس کام کو پورا کرتے وقت انفرادیت اور عائلی زندگی کے لطیف جذبات کو تباہ نہ ہونے دیا جائے۔

تیسرے[۳] یہ کام مالداروں سے طوعی طور پر لیا جائے اور جبر سے کام نہ لیا جائے چوتھے[۴] یہ نظام ملکی نہ ہو بلکہ بین الاقوامی ہو۔ آج کل جس قدر تحریکات جاری ہیں وہ سب کی سب ملکی ہیں۔ مگر اسلام نے وہ تحریک پیش کی ہے جو ملکی نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے ... ... اب میں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان چاروں مقاصد کو اس زمانہ کے مامور نائب رسول اللہ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے کس طرح پورا کیا۔ اور کس طرح اسلامی تعلیم کے عین مطابق دنیا کے ایک نئے نظام کی بنیاد رکھ دی۔ یہ بولشوزم۔ سوشلزم[لہ] اور نیشنل سوشلزم

لہ سوشلزم سے مرعوب مسلمان جو اسلام اور سوشلزم کا گٹھ جوڑ ثابت کرنے اور اسے اسلام کی ایک خدمت قرار دینے کی کوشش میں مصروف ہیں وہ ذرا سوشلزم کی زیست حیات اور اس کی حرکت قہقری پر غور کریں۔ آج سے چند سال قبل یوں معلوم ہوتا تھا کہ سوشلزم دنیا پر غالب آجائے گا لیکن آج مغربی یورپ میں سوشلزم ناکام ہو رہا ہے اور حکومت میں اس کو کوئی اہمیت حاصل نہیں سوشلسٹ ضابطہ اور راشننگ کی جگہ انفرادی آزادی اور آزادانہ تجارت کا نظریہ مقبول ہو رہا ہے۔ سوشلزم کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی اس کے نظریات کو عملی شکل دی گئی وہ بری طرح ناکام ہوا۔ جنگ کے بعد کچھ زمانہ اقتدار کے بعد سوشلسٹ آج تک اقتدار میں نہیں آئے اس بارے میں نیوز کرانیکل لکھتا ہے:-

"انہیں اپنے نظریات پر نظر ثانی کرنے کے لئے بہت وقت ملا ہے لیکن اب تک وہ ترقی یافتہ دنیا کی ضروریات کے حسب حال کوئی نظام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ پرائیویٹ مقبوضات کی بجائے حکومت کا قبضہ۔ مالیہ، منافع اور سود کی موقوفی۔ آزادی اور انفرادی تجارت کی مخالفت اور باقاعدہ مرکزی اقتصادی نظام کا اجراء وغیرہ اصول ناکام ہوئے ہیں الیک ملک کہ ایک سوشلسٹ افسر نے مجھ سے کہا "یورپ سوشلسٹ جرمنی کی اتنی جلد ترقی سے بہت متاثر ہوا ہے اور یہ ترقی زیادہ تر انفرادی اختیارات کی بناء پر ہوئی ہے اب ان میں سے اکثر مانتے ہیں انفرادی اختیارات اور مالکیت کا نظام بہت فائدہ مند ہے اور یہ کہ اجتماعی معاشی نظام اگر ناکام ثابت ہو تو ذلیل ترین نظام حکومت ثابت ہوتا ہے اور اگر کامیاب ہو تو خشک ترین طرز زندگی پر منتج ہوتا ہے" مغربی جرمنی میں بھی جو کارل مارکس کا وطن ہے اب سوشلزم پر شدید تنقید کی جا رہی ہے۔ آزاد (باقی صفحہ ۱۸۲ پر)

کی تحریکیں سب جنگ کے بعد کی پیدائش ہیں ... یہ ساری تحریکیں جو دُنیا میں ایک نیا نظام قائم کرنے کی دعویدار ہیں ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۱ء کے گرد چکر لگا رہی ہیں لیکن خدا تعالےٰ کے مامور نے نئے نظام کی بنیاد ۱۹۰۵ء میں رکھدی تھی۔ اور وہ "الوصیت" کے ذریعہ رکھی تھی ... چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت اعلان فرمایا کہ اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے ان لوگوں کے لئے جو حقیقی جنّت حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ انتظام فرمایا کہ وہ اپنی خوشی سے اپنے مال کے کم سے کم دسویں حصّہ کی اور زیادہ سے زیادہ تیسرے حصہ کی وصیت کریں۔ ..... عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب دُنیا چلّا چلّا کر کہے گی کہ ہمیں ایک نئے نظام کی ضرورت ہے تب چاروں طرف سے آوازیں اٹھنی شروع ہوں گی کہ آؤ ہم تمہارے سامنے ایک نیا نظام پیش کرتے ہیں ... اسوقت میرا قائم مقام قادیان سے کہے گا کہ ایک نیا نظام الوصیت میں موجود ہے اگر دنیا فلاح و بہبود کے راستہ پر چلنا چاہتی ہے تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ الوصیت کے پیش کردہ نظام کو دُنیا میں جاری کیا جائے ... دُنیا جس نظام کو پیش کرتی ہے اس میں وہ جبراً لوگوں سے ان کے اموال چھینتی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس نظام کو پیش فرماتے ہیں اس میں قومی قربانیوں پر زور دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱ :- معاشی پالیسی برطانوی سوشلزم کے لئے کاری ضرب ثابت ہوئی ہٹلر سے لے کر اب تک پہلی مرتبہ جرمن انڈسٹریل ورکرز نے سوشلسٹ اصولوں کو ترک کرنا شروع کیا۔ جب پچھلے موسم خزاں (یعنی ۱۹۵۷ء) کے انتخابات میں کرسچین ڈیموکریٹک یونین (کونارڈ اڈینار اور ارہارڈ کی پارٹی) نے نمایاں کامیابی حاصل کی تو معلوم ہُوا کہ انڈسٹریل ورکرز کے آدھے سے زیادہ ووٹ کرسچین ڈیموکریٹک یونین نے حاصل کئے جب کہ زوال پذیر سوشل ڈیموکریٹس اس سے آدھے ووٹ بھی حاصل نہ کر سکے۔ (الفضل ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

مال اسے واپس کر دو۔ کیونکہ ایسا مال مردود ہے اور اس قابل نہیں کہ اسے اپنے پاس رکھا جائے۔ ... ... اگر ساری دُنیا احمدی ہو جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساری دُنیا سے یہ مطالبہ ہوگا کہ خدا تعالےٰ تمہارے ایمانوں کی آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم سچے مومن ہو۔ اگر جنّت کے طلب گار ہو۔ اگر تم خدا کی رضا اور اسکی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی جائدادوں کا $\frac{1}{10}$ سے $\frac{1}{3}$ حصّہ اسلام اور مصالح اسلام کی اشاعت کے لئے دے دو اس طرح ساری دُنیا کی جائدادیں قومی فنڈ میں آجائیں گی۔ اور بغیر کسی قسم کے جبر اور لڑائی کے اسلامی مرکز صرف ایک نسل میں تمام دُنیا کی جائدادوں کے $\frac{1}{10}$ سے $\frac{1}{3}$ حصہ کا مالک بن جائے گا اور اس قومی فنڈ سے تمام غرباء کی خبر گیری کی جا سکے گی۔ پھر یہ یاد رکھو کہ وصیت صرف پہلی نسل کے لئے نہیں ہے بلکہ دوسری نسل کے لئے بھی ہے اور اس سے بھی انہیں قربانیوں کا مطالبہ ہے ... پس دوسری نسل پھر اپنی خوشی سے بقیہ جائداد کا $\frac{1}{10}$ سے $\frac{1}{3}$ حصہ قومی ضرورتوں کے لئے دے دے گی۔ اور پھر تیسری اور پھر چوتھی نسل بھی ایسا کرے گی اور اس طرح چند نسلوں میں ہی احمدیوں کی جائدادیں نظام احمدیت کے قبضہ میں آجائیں گی ... ... اگر وصیت کا نظام وسیع طور پر جاری ہو جائے تو چند نسلوں میں انفرادیت کی روح کو تباہ کئے بغیر قومی فنڈ میں دنیا کی تمام جائدادیں منتقل ہو جائیں گی۔ پھر یہ نظام ملکی نہ ہوگا بلکہ بوجہ مذہبی ہونے کے بین الاقوامی ہوگا۔ انگلستان کے سوشلسٹ وہی نظام پسند کرتے ہیں جس کا اثر انگلستان تک محدود ہو۔ روس کے بالشویک وہی نظام پسند کرتے ہیں جس کا اثر روس تک محدود ہو۔ مگر احمدیت ایک مذہب ہے وہ اس نئے نظام کی طرف دوسروں کو بھی بلاتی ہے۔ وہ جرمنی کو بھی بلاتی ہے۔ وہ انگلستان کو بھی بلاتی ہے وہ امریکہ کو بھی بلاتی ہے۔ وہ ہالینڈ کو بھی بلاتی ہے وہ چین اور جاپان کو بھی بلاتی

ہے۔ پس جو روپیہ احمدیت کے ذریعہ اکٹھا ہوگا۔ وہ کسی ایک مُلک پر خرچ نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ساری دُنیا کے غریبوں کے لئے خرچ کیا جائے گا۔ وہ ہندوستان کے غرباء کے بھی کام آئے گا۔ وہ چین کے غرباء کے بھی کام آئے گا۔ وہ جاپان کے غرباء کے بھی کام آئے گا۔ وہ افریقہ کے غرباء کے بھی کام آئے گا۔ وہ عرب کے غرباء کے بھی کام آئے گا۔ وہ انگلستان، امریکہ، اٹلی، جرمنی، اور روس کے غرباء کے بھی کام آئے گا۔ غرض وہ نظام جو دنیوی ہیں وہ قومیت کے جذبہ کو بڑھاتے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ نظام پیش کیا ہے جو عالمگیر اخوّت کو بڑھانے والا ہے۔ یہ کتنا نمایاں فرق ہے اسلامی نظام نو اور دنیوی نظام نو میں ...... پس آئندہ جوں جوں ہماری جماعت بڑھتی چلی جائے گی وصیت کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے جس نظام کو قائم کیا ہے وہ بھی بڑھتا جائے گا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس اصول کو مدّنظر رکھتے ہوئے اپنی کتاب "الوصیت" میں تحریر فرمایا ہے :-

"یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دوراز قیاس باتیں ہیں بلکہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے۔ اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں سو میں دعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں۔ ہاں یہ جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو ان کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے ..."

قیام امن کے لئے نظام وصیت کی ہمہ گیر قوت

جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو صرف تبلیغ ہی اس سے

نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا۔ اور دُکھ اور تنگی کو دُنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیونکہ وصیت بچوں کی ماں ہوگی۔ جوانوں کی باپ ہوگی۔ عورتوں کا سہاگ ہوگی۔ اور جبر کے بغیر محبت اور دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس کے ذریعہ سے مدد کرے گا۔ اور اس کا دینا بے بدلہ نہ ہوگا بلکہ ہر دینے والا خدا تعالےٰ سے بہتر بدلہ پائے گا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہے گا نہ غریب۔ نہ قوم قوم سے لڑے گی بلکہ اس کا احسان سب دُنیا پر وسیع ہوگا۔ ... میں ان سب دوستوں کو مبارکباد دیتا ہوں جنہیں وصیت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ اور میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو بھی جو ابھی تک اس نظام میں شامل نہیں ہوئے توفیق دے کہ وہ بھی اس میں حصّہ لے کر دینی و دنیوی برکات سے مالا مال ہو سکیں۔ اور دنیا اس نظام سے ایسے رنگ میں فائدہ اُٹھائے کہ آخر اسے یہ تسلیم کرنا پڑے کہ **قادیان** کی وہ بستی جسے کور دِہ کہا جاتا تھا اس میں سے وہ نور نکلا جس نے ساری دنیا کی تاریکیوں کو دُور کر دیا اور جس نے ہر امیر اور غریب کو ہر چھوٹے اور بڑے کو محبت اور پیار اور الفت باہمی سے رہنے کی توفیق عطا فرما دی۔"

(نظام نو صفحہ ۹۹، ۱۱۴)

امن کا پیغام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۹۶۷ء میں بذاتِ خود یورپ میں تشریف لے جا کر ان اقوام کو امن کا پیغام پہنچایا اور اس عذاب کی گھڑی سے جس کا خطرہ ہر وقت ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے آگاہ فرماتے ہوئے آخری وارننگ کے طور پر انہیں پیغام حق پہنچاتے ہوئے فرمایا:۔

(یہ پیغام قدرے طویل ہے شائقین کو چاہئیے کہ اصل پیغام بالاستیعاب پڑھیں۔ میں اس وقت حسب ضرورت مضمون اس میں سے جستہ جستہ اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں)

"احباب کرام! انسانیت اس وقت ایک خطرناک تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے۔ اس سلسلہ میں میں آپ کے لئے اور اپنے تمام بھائیوں کے لئے ایک اہم پیغام لایا ہوں ... ۔ ... میرا یہ پیغام امن صلح اور آشتی کے لئے امید کا پیغام ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ پورے غور کے ساتھ میری ان مختصر باتوں کو سنیں گے اور پھر ایک غیر متعصب دل اور روشن دماغ کے ساتھ ان پر غور کریں گے ... ... حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت کی وجہ سے اور آپ کی صداقت کے ثبوت میں زمین پر ایک حیرت انگیز اور محیر العقول مادی اور روحانی انقلاب ہونا مقدر تھا۔ درحقیقت تمام انقلابات اور تمام تاریخی تغیرات اسی ایک انقلاب کے سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں جو آپ کے دنیا میں مبعوث ہونے کے ساتھ شروع ہوا تھا اور جو آپ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر بطور گواہ کے ہے۔ مزید براں یہ سب انقلابات اور انسانی تاریخ کے سب اہم امور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

اور مسیح موعود کی پیشگوئیوں کے مطابق ہیں۔ چند مثالیں میں پیش کرتا ہوں آپ کے دعویٰ کے وقت مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے مقابلہ میں کسی مشرقی طاقت کا کوئی وجود نہ تھا۔ لیکن ۱۹۰۴ء میں آپ نے دنیا کو یہ بتایا کہ عنقریب مہذب اور فاتح مغربی طاقتوں کے رقیب کی حیثیت میں دنیا کے افق پر ایسی مشرقی طاقتیں ابھرنے والی ہیں جن کی طاقت کا لوہا مغربی طاقتوں کو بھی ماننا پڑے گا۔ چنانچہ جلد ہی اس کے بعد جنگ روس و جاپان میں جاپان نے فتح پائی اور وہ ایک مشرقی طاقت کے طور پر افقِ دنیا پر نمودار ہوا۔ پھر دوسری جنگ عظیم میں جب جاپان کو شکست کا سامنا پڑا تو چین ایک مشرقی طاقت کی حیثیت سے افق دنیا پر اپنی پوری مشرقیت اور طاقت کے ساتھ نمودار ہوا۔ اور انسانی تاریخ میں ان ہر دو طاقتوں کے عروج کے ساتھ ایک نیا موڑ آیا جن کے اثرات انسانی تاریخ میں اتنے وسیع اور اہم ہیں کہ کوئی شخص ان سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ جو کچھ ہوا الٰہی منشاء اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوا۔

ہمارے زمانے کا دوسرا اہم واقعہ جس سے قریباً ساری دنیا کسی نہ کسی رنگ میں متاثر ہوئی ہے **زار روس** اور شاہی نظام کی کامل تباہی اور بربادی اور کمیونزم کا برسر اقتدار آنا ہے۔ روسی انقلاب کا عظیم سانحہ جس نے دنیا کی تاریخ کا رخ ایک خاص سمت موڑ دیا ہے بھی آپ کی پیشگوئی کے عین مطابق منصۂ ظہور میں آیا۔ آپ نے ۱۹۰۵ء میں زار روس اور شاہی خاندان اور شاہنشاہیت کی کامل تباہی اور زبون حالی کی خبر دی تھی اور یہ حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اسی سال اس پیشگوئی کے چند ماہ بعد ہی وہ سیاسی پارٹی معرض وجود میں آئی جو قریباً بارہ تیرہ سال بعد شاہی خاندان اور شاہی نظام حکومت کی تباہی کا باعث بنی اور اس

کے بعد کمیونزم پہلے روس میں اور پھر دُنیا کے دیگر مقامات میں برسرِ اقتدار آیا۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ **زار روس کی تباہی** اور **کمیونزم** کا غلبہ اور اقتدار تاریخ انسانیت کا دُکھ دہ المیہ اور اہم ترین واقعہ ہے جس کے پڑھنے سے گو دل میں درد تو پیدا ہوتا ہے لیکن اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں دُنیا کا کوئی ملک بھی بشمول آپ کے ملک کے اس کے اثر سے بچ نہیں سکا۔ لیکن ہمارے لئے ان تبدیلیوں پر حیران ہونے یا تشویش کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ ان تغیرات کی سمت۔ رفتار اور شدت کے بارہ میں ہمیں مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے ہی خبریں دے دی تھیں اور آئندہ اپنے وقت پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کس طرح یہ تغیرات خدائی ارادے کی تکمیل میں ممد ہوئے۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ میں دو طاقتیں ایسی ابھریں گی کہ دُنیا ان میں بٹ جائے گی اور کوئی اور طاقت ان کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کر کے اپنی تباہی کا سامان پیدا کریں گی۔ لیکن صرف ایک جنگ کے بارے میں ہی پیشگوئی نہیں تھی۔ بلکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے **پانچ عالمگیر** تباہیوں کی خبر دی ہے

پہلی جنگ عظیم کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ دُنیا سخت گھبرا جائے گی۔ مسافروں کے لئے وہ وقت سخت تکلیف کا ہوگا۔ ندیاں خون سے سُرخ ہو جائیں گی یہ آفت یک دم اور اچانک آئے گی۔ اس صدمہ سے جوان بوڑھے ہو جائیں گے۔ پہاڑ اپنی جگہوں سے اڑا دیئے جائیں گے۔ بہت سے لوگ اس تباہی کی ہولناکیوں سے دیوانے ہو جائیں گے۔ یہی زمانہ روس کی تباہی کا ہوگا۔ اس زمانے میں کمیونزم کا بیج دُنیا میں بویا جائے گا۔ جنگی بیڑے تیار رکھے جائیں گے۔ اور

خطرناک سمندری لڑائیاں لڑی جائیں گی۔ حکومتوں کا تختہ الٹ دیا جائے گا۔ شہر قبرستان بن جائیں گے۔

اس تباہی کے بعد ایک اور عالمگیر تباہی آئے گی۔ جو اس سے وسیع پیمانہ پر ہوگی اور زیادہ خوفناک نتائج کی حامل ہوگی۔ وہ دُنیا کا نقشہ یکدم بدل دے گی۔ اور قوموں کے مقدر کو نئی شکل دے دے گی۔ کمیونزم بہت زیادہ قوت حاصل کر لے گی۔ اور اپنی مرضی منوانے کی طاقت اس میں پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ وسیع و عریض رقبہ پر چھا جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مشرقی یورپ کے بہت سے حصّے کمیونسٹ ہو گئے اور چین کے ستر کروڑ باشندے بھی اسی راستے پر چل پڑے اور ایشیا اور افریقہ کی ابھرتی ہوئی قوموں میں کمیونزم کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا ہے۔ دنیا دو متحارب گروہوں میں منقسم ہو گئی ہے جن میں سے ہر ایک جدید ترین جنگی ہتھیاروں سے لیس اور اس بات کے لئے تیار ہے کہ انسانیت کو موت و تباہی کی بھڑکتی ہوئی جہنم میں دھکیل دے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوگی۔ دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا۔ آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہوگی۔ اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ نئی تہذیب کا قصرِ عظیم زمین پر آ رہے گا دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہو جائیں گے۔ ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ ان کی تہذیب و ثقافت برباد اور ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ بچ رہنے والے حیرت اور استعجاب سے دم بخود اور ششدر رہ جائیں گے۔

روس کے باشندے نسبتاً جلد اس تباہی سے نجات پائیں گے اور بڑی وضاحت سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس ملک کی آبادی پھر جلد ہی بڑھ جائے گی۔ اور وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کریں گے اور ان میں کثرت سے اسلام پھیلے گا۔ اور وہ قوم جو زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے اس کا وجود مٹانے کی شیخیاں بھگار رہی ہے وہی قوم اپنی گمراہی کو جان لے گی اور حلقہ بگوش اسلام ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختگی سے قائم ہو جائے گی۔ شاید آپ اسے ایک افسانہ سمجھیں مگر وہ جو اس تیسری عالمگیر تباہی سے بچ نکلیں گے۔ اور زندہ رہیں گے وہ دیکھیں گے کہ یہ خُدا کی باتیں ہیں اور اس قادر و توانا کی باتیں ہمیشہ پوری ہی ہوتی ہیں۔ کوئی طاقت انہیں نہیں روک سکتی۔

پس تیسری عالمگیر تباہی کی انتہا اسلام کے عالمگیر غلبہ اور اقتدار کی ابتداء ہوگی اور اس کے بعد بڑی سرعت کے ساتھ اسلام ساری دُنیا میں پھیلنا شروع ہوگا۔ اور لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کرلیں گے اور یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی ایک سچّا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد رسول اللہ کے پیغام کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے اب ظاہر ہے کہ پہلے جاپان اور چین کا پیشگوئی کے مطابق **مشرقی طاقت** کے رنگ میں افق پر ابھرنا۔ روس کے شاہی خاندان اور شاہی نظام کی تباہی۔ اس کی بجائے کمیونزم کا قیام اور سیاسی اقتدار اور پھر دنیا میں اس کا نفوذ بڑھنا۔ پہلی عالمگیر جنگ جس نے دُنیا کا نقشہ بدل دیا اور پھر دوسری عالمگیر جنگ جس نے دوبارہ دُنیا کا نقشہ بدل دیا ایسے اہم واقعات ہیں جو تاریخ انسانیت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں یہ سب واقعات اسی طرح ظہور میں آئے جس طرح کہ ان کی پہلے سے خبر دی گئی تھی ... یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کے غلبہ اور اسلامی صبح صادق کے

طلوع کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ گو ابھی دھندلے ہیں لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوگا اور دُنیا کو منور کرے گا لیکن پہلے اس سے کہ یہ واقع ہو ضروری ہے کہ دُنیا ایک اور عالمگیر تباہی میں سے گزرے ایک ایسی خونی تباہی جو بنی نوع انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گی۔ لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی ہے اور انذاری پیشگوئیاں توبہ اور استغفار سے التوا میں ڈالی جا سکتی ہیں۔ بلکہ ٹل بھی سکتی ہیں۔ اگر انسان اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اور اپنے اطوار درست کرلے وہ اب بھی خدائی غضب سے بچ سکتا ہے اگر وہ دولت اور طاقت اور عظمت کے جھوٹے خداؤں کی پرستش چھوڑ دے اور اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم کرے۔ فسق و فجور سے باز آ جائے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے لگے اور بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی اختیار کرلے۔ مگر اس کا انحصار تو ان قوموں پہ ہے جو اس وقت طاقت اور دولت اور قومی عظمت کے نشہ میں مست ہیں کہ آیا وہ اس مستی کو چھوڑ کر روحانی لذّت اور سرور کے خواہاں ہیں یا نہیں! اگر دُنیا نے دُنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعود ہولناک تباہیوں سے بچا نہ سکے گا۔ پس اپنے پر اور اپنی نسلوں پر رحم کریں۔ اور خدائے رحیم و کریم کی آواز کو سُنیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور صداقت کو قبول کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے ... ... غلبہ اسلام کے متعلق جو بشارتیں دی گئی تھیں۔ ان کے پورا ہونے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں مگر جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں ایک تیسری عالمگیر تباہی کی بھی خبر دی گئی ہے

جس کے بعد اسلام پوری شان کے ساتھ دُنیا پہ غالب ہوگا۔ مگر یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ توبہ اور اسلام کی بتائی ہوئی راہیں اختیار کرنے سے یہ تباہی ٹل بھی سکتی ہے اب یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ اپنے خدا کی معرفت حاصل کر کے خود کو اور اپنی نسلوں کو اس تباہی سے بچالیں یا اس سے دوری کی راہیں اختیار کر کے خود کو اور اپنی نسلوں کو ھلاکت میں ڈالیں۔ ڈرانے والے عظیم انسان نے خدا اور محمد کے نام پہ مندرجہ ذیل الفاظ میں آپ کو ڈرایا ہے۔ اور اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ میری یہ دعا ہے کہ خدا تعالے آپ کو اپنا فرض پورا کرنے کی توفیق دے۔ مَیں اپنی تقریر اس عظیم شخص کے اپنے الفاظ پہ ختم کرتا ہوں۔

" یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پہ زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرندچرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی۔ اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات

پائیں گے۔ اور بہتیرے ھلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پہ ہیں کہ دُنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے، یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دُنیا پہ ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے۔ ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے۔ اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ ملکوں میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے مَیں دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد و یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اسکی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع

کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ **نوح کا زمانہ** تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶-۲۵۷)

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔"

(پیغام امن اور ایک حرف انتباہ)

حضور کا قلب یورپ میں پہنچ کر ان قوموں کو یہ پیغام امن سنانا اور انہیں وارننگ دینا دراصل اُس پیشگوئی کا ظہور ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

۱۸
اٹھارہویں پیشگوئی[1]

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَمَا خَلْفَکُمْ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ

یعنی ایک وقت ان قوموں کو جن کے ہاتھوں یہ دجالی طوفان اٹھ رہا ہے۔ جنہوں نے دنیا کو جہنم کدہ بنا رکھا ہے۔ نہ امیر خطرات سے محفوظ ہے نہ غریب آرام سے ہے۔ انہیں اسلام کا پیغام امن پہنچا کر متنبہ و بیدار کرتے ہوئے کہا جائے گا۔ اِتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ کہ

---

[1] اس پیشگوئی کا انکشاف خاکسار پر ایک آسمانی اشارہ پر ہوا۔ جب میں یہ پیغام امن نقل کر رہا تھا تو اثنائے تحریر کشفی حالت طاری ہوئی۔ دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سامنے تشریف لا رہے ہیں۔ مَیں نے بڑھ کر حضور سے مصافحہ کیا اور حضور کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا تو فوراً دل میں ایک جذبہ پیدا ہوا کہ حضور کے ان قدموں کو بھی بوسہ دوں جن سے چل کر حضور نے یورپین اقوام کو یہ پیغام پہنچایا۔ جونہی میں پیروں کو بوسہ (باقی صفحہ ۱۹۵ پر)

تم ان بھیانک واقعات انقلاب روس سے عبرت پکڑو جو تمہارے سامنے گزرے ہیں وَمَا خَلْفَکُمْ اور اُس آنے والے ہوشربا قیامت خیز انقلاب پر بھی نگاہ بصیرت ڈالو جو تمہارے پیچھے کھڑا ہوا خطرات کی گھنٹیاں بجا رہا ہے۔ جس کی طرف تم توجہ نہیں دیتے۔ بلکہ پیٹھ دے کر اسے نظر انداز کر رہے ہو۔ اگر آج اس خطرے سے عبرت پذیر ہو کر اپنی اصلاح حال کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ وہ عذاب کی گھڑی تم سے ٹل سکتی ہے۔ اور تم مستحق رحم قرار پاؤ گے۔ لعلکم ترحمون۔

دنیا میں حقیقی امن کا قیام کس امر پر منحصر ہے

دنیا میں ہر قسم کے امن کا قیام اس بات پر منحصر ہے کہ انسان فردی۔ قومی اور بین الاقوامی تمام سطحوں پر ضابطۂ اخلاق کی پیروی کرے۔ اور ان عناصر کے خلاف جہاد کرے۔ جو اخلاقی اور روحانی قدروں کو کچلنے کے درپے ہیں۔ اسی فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلاتے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۴:۔ دینے کے لئے جھکا تو حضور نے میرے سر کو پکڑ کر مجھے تھام لیا اور بوسہ نہ لینے دیا۔ تب اچانک متخیلہ میں میری نگاہ ایک شخص پر پڑی جو پاس ہی کھڑا میری حرکات کو دیکھ رہا تھا وہ ملّا ٹائپ تھا اور بڑے غم و غصہ سے مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا اسے دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص تو ہمارا مخالف ہے۔ ہمارے خلاف یہ پراپیگنڈا کرے گا کہ یہ لوگ پیر پرست ہیں۔ پیر پرستوں کی طرح اپنے پیر کو سجدہ کرتے ہیں تب میں بڑے جوش میں آکر اس سے مخاطب ہوتا ہوں اور حضور کا نام لے کر کہتا ہوں کہ میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو سجدہ نہیں کر رہا تھا بلکہ اس تجلی الٰہی کا شاہد ہونے پر جو ہمارے خلیفہ کے ذریعہ سے قرآن مجید کی وہ پیشگوئی جو چودہ سو سال پہلے کی گئی تھی اس کے پورا ہونے پر میں اس آسمانی نور کو بوسہ دینا چاہتا تھا۔ اس کے بعد وہ حالت جاتی رہی۔ تب خیال آیا کہ وہ قرآنی پیشگوئی جو حضور کے ہاتھ پر پوری ہوئی قرآن مجید کی کونسی سورۃ میں ہے اسے تلاش کرنے کا دل میں شوق پیدا ہوا۔ پھر خیال آیا کہ اس میں تو دیر لگے گی۔ سورۃ یٰس کا مضمون کچھ آگے لکھوں۔ جب میں نے پیغام امن کا مضمون ختم کر کے اگلی آیت پر نگاہ ڈالی تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی جس کی تلاش کے لئے میں متفکر تھا وہ آیت یہی نکلی۔ تب روح وجد میں آکر سجدہ ریز آستانہ الٰہی ہو گئی۔ فالحمد للہ الذی اراني آیتہ سماویتہ بفضلہ وکرمہ۔ ۱۲ منہ۔

ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں :-

"تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ تم میٹھے پانی کے سمندر ہو اور وہ (یعنی مغربی اقوام) کڑوے پانی کا سمندر ہیں۔ تم مغربیت کی کبھی نقل نہ کرو۔ ... آج دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب ہے اسکی وجہ سے کوئی چیز بھی اسلام کی باقی نہیں رہی۔ نہ اس کے تمدنی احکام قائم ہیں۔ نہ سیاسی احکام قائم ہیں۔ نہ اقتصادی احکام قائم ہیں۔ نہ شخصی احکام قائم ہیں ہر چیز میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لئے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہوگی۔ جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بغض نہ ہوگا اتنا بغض کہ اس سے بڑھکر ہمیں کسی اور چیز سے بغض نہ ہو اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے جو شخص بھی مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں۔ جس تہذیب نے ہمارے مقدس آقا کی تصویر کو دُنیا کے

ؔ یہاں تو حضور نے مغربی تہذیب کی مضرتوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے ایک اور موقعہ پر حضور نے مغربی ذہنیت پر بھی روشنی ڈالتے ہوئے اس کے زہریلے فلسفے اور پُر مضرت نظریات سے بھی بچنے کی مسلمانوں کو نصائح فرمائیں۔ چنانچہ حضور سورۃ مائدہ رکوع ۸ کی آیات کی تفسیر فرماتے ہوئے آیت یا یھا الـذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں :-

"اے مسلمانو! جن دنوں اسلام پر یہ آفت آنے والی ہے ان دنوں یہود اور نصاریٰ کا غلبہ ہوگا۔ اور انہی لوگوں کی طرف سے اسلام کے مقابلہ میں نئی نئی سکیمیں پیش کی جائیں گی اس لئے تم کبھی ان کو اپنا دوست مت سمجھنا۔ کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ وہ تمہاری خیر خواہی اور ترقی کے لئے یہ سکیمیں تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں چنانچہ دیکھ لو اس وقت یا یہودی فیوری دُنیا میں کام کر رہی ہے یا عیسائیت کی تھیوری دنیا میں چکر لگا رہی ہے لینن جو کمیونزم کا بانی تھا یہودی تھا اور سٹالن بھی یہودی تھا

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۹۷ پر)

کے سامنے بھیانک رنگ میں پیش کیا ہے۔ جس تہذیب نے اسلامی تمدن کی شکل کو بدل دیا ہے۔ جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کر دیں کبھی چین اور اطمینان کی نیند نہیں سو سکتے۔ وہ لوگ جو یورپ کی نقالی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶ :- اسی طرح فرائیڈ جس کے فلسفہ نے دنیا پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے وہ بھی یہودی تھا۔ اس کے مقابلہ میں کچھ عیسائی ہیں جو اپنے فلسفے پیش کر رہے ہیں۔ غرض اس وقت مغرب کی طرف سے جس قدر فلسفے آرہے ہیں وہ یا تو یہودیوں کے بنائے ہوئے ہیں یا عیسائیوں کے بنائے ہوئے ہیں پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یا ایھا الـذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء اس زمانہ کے یہود اور نصاریٰ تمہارے سامنے بڑی بڑی خوبصورت سکیمیں بناکر پیش کریں گے اور وہ تمہیں اپنے پیچھے چلانا چاہیں گے مگر ہم تمہیں یہی نصیحت کرتے ہیں کہ تم ان کو کبھی اپنا دوست نہ سمجھنا۔ بعضھم اولیاء بعض۔ ان کی سکیمیں محض اپنے مفاد کے لئے ہیں۔ ان سکیموں سے ان کو تو کچھ نہ کچھ فائدے پہنچ جائیں گے مگر وہ تمہارے لئے کسی صورت میں بھی فائدہ بخش نہیں ہوں گے۔ ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ اور یاد رکھو اگر تم میں سے کسی نے ان کی دوستی اختیار کی تو خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ ہرگز مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔ وہ یہودی ہوگا۔ یا عیسائی ہوگا ... ... جب قرآن کریم میں سارے احکام موجود ہیں اور ہم نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جو تمہاری ترقی کے لئے ضروری تھی تو وجہ کیا ہے کہ تم قرآن اور اسلام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے دوڑتے ہو۔ ان کی غرض محض اپنی قوموں کو فائدہ پہنچانا ہے چنانچہ یورپ کی بہت سی تھیوریاں ایسی ہیں کہ جب وہ پرانی اور بوسیدہ ہو جاتی ہیں تو ہمارے سر منڈھ دی جاتی ہیں۔ آخر یہ غور کرنے والی بات ہے کہ ایک ہندو تو ہمارے ملک کو زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے یا ایک فلسفہ کا خیال ہمارے ملک کو زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے یہ ظاہر ہے کہ فلسفہ کا خیال ہمارے ملک کو زیادہ فائدہ پہنچا سکتا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ یورپ جب کسی فلسفہ کے خیال کو رد کر دیتا ہے اور اسے ناکارہ اور ناقابل عمل قرار دیتا ہے تو بیس سال کے بعد ہمارے پروفیسر وہی فلسفہ کا جوا

(باقی صفحہ ۱۹۸ پر)

کرتے ہیں اور مغربیت کی رو میں بہتے چلے جاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ۔۔۔ مغربیت کی بنیاد ساری کی ساری دنیاوی لذّات اور عیش پرستی پر ہے اور اسلام کی بنیاد کلّی طور پر اللہ تعالےٰ کی رضامندی۔ روحانیت اور اخلاق کی درستی پر ہے۔ اس لئے ان دونوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ مگر یہ امر یاد رکھو کہ انگریز اور مغربیت میں فرق ہے انگریز انسان ہیں اور ویسے ہی انسان ہیں جیسے ہم۔ اور اس لحاظ سے انگریز

بقیہ حاشیہ ۱۹۷ سے آگے :۔ میں پڑھانے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جدید نظریہ ہے جو یورپ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے ۔۔۔ ۔۔۔ یہی یورپ کا حال ہے وہ ہر پرانی اور بوسیدہ اور سڑی گلی چیز ہماری طرف پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے لیبیں ہے تو پندرہ سال پہلے کی بندوقیں لے لو بیس سال پہلے کے بنے ہوئے ٹینک لے لو۔ نئی بندوقیں اور نئے ٹینک تو ہماری ضروریات کے لئے ہیں اسی طرح ہمیں بیس سال کے پرانے ڈسٹرائر اور کروزر دیتا ہے اور کہتا ہے ان کی مرمت کرا لو۔ اب بھلا یورپ سے اٹیم بم تو مانگ کر دیکھو وہ کبھی دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا لیکن جب اٹامک انرجی سے ہر ملک کام لینے لگ گیا اور یہ چیز تمام دنیا میں پھیل گئی تو اس وقت امریکہ بھی آفر کرے گا کہ ۲۵ اٹیم بم فلاں سال کے بنے ہوئے ہمارے پاس موجود ہیں اگر چاہو تو ہم سے خرید لو ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ جب یورپ کی یہ حالت ہے کہ وہ ہمیں اپنی نئی مادی چیزیں دینے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے تو ہمارے سمجھدار اور تعلیم یافتہ آدمی یہ خیال بھی کس طرح کرتے ہیں کہ وہ فلسفے جن سے قومیں بنتی ہیں۔ وہ فلسفے جن سے ملک ترقی کرتے ہیں۔ وہ فلسفے جن سے دنیا پر غلبہ حاصل ہوتا ہے وہ فلسفے جن سے اقوام کو عظمت حاصل ہوتی ہے وہ یورپ ہمیں فوراً دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب وہ کسی نظریہ سے اکتا جاتے ہیں جب وہ اسے بے کار اور ناکارہ چیز قرار دینے لگتے ہیں تو اس وقت کہتے ہیں اب یہ نظریہ تم لے لو اور اپنے اندر رائج کر لو۔ یہی بات اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے اور مومنوں سے کہتا ہے تم یہ سوچو کہ کیا وہ تمہارے خیرخواہ ہیں ۔۔۔ ۔۔ مگر مسلمان ہے کہ اس کے فریب میں آجاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ وہ میرے دماغ کو اپنا غلام بنا رہا ہے۔" (تفسیر کبیر سورۃ مومنون ص۱۵۷ تا ص۱۹۹)

ھدایت پا سکتے ہیں۔ لیکن مغربیت ھدایت نہیں پا سکتی۔ وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور جب تک اسے توڑا نہیں جائے گا دنیا میں حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا"

(تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ ۲ ص۱۰۰ تا ۱۱۲)

نیز حضور فرماتے ہیں :۔

" یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم ہر ایک کے خیرخواہ ہیں۔ اور دشمن سے دشمن انسان کی بدخواہی کا خیال بھی ہمارے دل کے کسی گوشہ میں نہیں آتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ دُنیا میں اخلاق کی فتح ہو۔ روحانیت کی ترقی ہو خدا اور اس کے رسول کی حکومت قائم ہو۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ دُنیا میں جو بھی نظام جاری ہو خواہ وہ اقتصادی ہو یا سیاسی تمدنی ہو یا معاشرتی بہر حال خدا اور اس کے رسول کا خانہ خالی نہ رہے۔ اور دُنیا کو ان کے احکام کی اتباع سے نہ روکا جائے۔ پس ہم روس یا کمیونزم کے دشمن نہیں بلکہ روس سے مجھے دلی ہمدردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ قوم جو سینکڑوں سال ظلموں کا شکار رہی ہے ترقی کرے اور اس کے دن پھریں۔ ہاں میں یا اور کوئی حریت پسند یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک غلط فلسفہ کو بعض قوموں کی ترقی اور دوسروں کے تنزل کا موجب بنایا جائے۔ پس اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ھدایات کو اگر دُنیا کا کوئی نظام اپنا لے اور اپنا نظام اسلامی رنگ میں ڈھال لے تو اس کی باتیں ہمارے سر آنکھوں پر لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو مذہبی لوگ اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اس نظام کو قبول نہ کریں۔ کیونکہ بے شک روٹی کی تکلیف بھی بڑی تکلیف ہے۔ مگر مذہب ایسی چیز ہے جسے انسان کسی حالت میں بھی قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔"

(اسلام کا اقتصادی نظام ص۱۶۰)

اِسلام کے اقتصادی نظام کے محاسن

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اسلام کے اقتصادی نظام کے محاسن و مصالح پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

" اسلام کا اقتصادی نظام امہات الصفات (سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی جو چار صفات بیان ہوئی ہیں) پر مبنی اور قائم ہے۔ ... وہ پہلا حق یہ قائم کرتا ہے کہ ہر فرد بشر کو اپنے دائرہ استعداد میں اپنی روحانی اخلاقی۔ ذہنی اور جسمانی قوتوں کو کمال نشوونما تک پہنچانے کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے وہ چونکہ رب العالمین نے اس کے لئے پیدا کی ہے اس لئے یہ اس کا حق ہے کہ وہ چیز اسے ملے بطور حق کے نہ بطور احسان اور صدقہ و خیرات کے ... (پس) ہر فرد بشر کی سب جائز ضرورتیں اسلام کے اقتصادی نظام میں پوری ہوں گی۔ اور اس کے سارے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔ ... مثلاً مزدور کو نقصان پہنچانے کے لئے سرمایہ دار کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ لاک آؤٹ (Lock out) تالہ بندی کر دے۔ دنیا نے ظالمانہ غصہ نکالنے کا ایک طریق یہ بھی ایجاد کیا ہے کہ جس وقت مزدور اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کو تنگ کرنے کے لئے سرمایہ دار اپنے دروازوں پر تالے ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نہ تم سے کام لیں گے اور نہ مزدوری دیں گے۔ ایسا کرنے کی اجازت اسلام کا اقتصادی نظام نہیں دے گا۔ اسی مزدور کو بھی سٹرائیک (Strike) کے ذریعہ اپنے حقوق حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کیونکہ اسے بغیر سٹرائیک کے حقوق مل رہے ہوں گے۔ غربت اور حقیقی ضرورتوں سے محرومی کی زنجیروں نے اسے شکنجہ میں نہ جکڑا ہوگا کہ وہ انہیں توڑنے کی

ضرورت محسوس کرے"

(الفضل ۳۰ وفا ھش ۱۳۴۸ ص ۳ (۳۰ جولائی ۱۹۶۹ء)

اب سوال یہ ہے کہ مزدور کی ضرورت کیا ہے تاکہ اسے مدنظر رکھکر اسے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس بارہ میں بھی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

" میرا دعویٰ ہے کہ اسلام کے سوا کوئی اور اس کا صحیح جواب نہیں دے سکتا۔ اسلام نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہر مزدور ہر فرد بشر کی ضرورت کی تعیین اس کی قوتیں اور استعدادیں کرتی ہیں۔ پس اس کی قوت اور استعداد کی نشوونما کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے دراصل وہ اسکی ضرورت ہے اور وہی اس کا حق ہے۔ اسلام نے ضرورت کی یہ تعریف کی ہے اور چونکہ بعض Needs افراد کے مجموعہ کے ہوتے ہیں اس لئے ہم کہیں گے ہر فرد کو ہر خاندان کو اور ہر قوم کو (کیونکہ بین الاقوامی معاشرہ اور نظام جو ہے اس پر بھی یہ اصول اثر انداز ہوتا ہے) وہ سب کچھ ملنا چاہیئے کہ جو اس کی قوت اور استعداد کے مطابق ہو جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے تاکہ اس کی صحیح نشوونما ہو سکے یہ اس کی ضرورت اور حق ہے اور یہ تعریف آپ کو اور کہیں نہیں ملے گی"

(الفضل ۶ ظہور ھ ۱۳۴۸ ش ۶ اگست ۱۹۶۹ء ص ۴-۸)

ایک اور موقعہ پر حضور نے فرمایا کہ :-

" میرے نزدیک اب وقت آگیا ہے کہ ہم اسلام کے اس نظریہ کو جہاں تک ہماری طاقت اور اختیار میں ہو عملی شکل میں قائم کرکے دکھائیں ہم نے ربوہ میں کسی حد تک اس پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے ربوہ کے ۴۴۸ خاندانوں کو سستی گندم اور نقدی کی صورت میں امسال مدد دی ہے۔ احمدی کارخانہ داروں اور زمینداروں کو چاہیئے کہ وہ اپنے مزدوروں، اور مزارعین کی اجرت اور ان کے حقوق اسلامی اصولوں کے مطابق ادا کریں

حضور نے اس سلسلے میں ایک کمیٹی کے تقرر کا بھی اعلان فرمایا جو احمدی کارخانہ داروں اور زمینداروں کے حالات اور دیگر امور پر غور کر کے ایسی معین تجاویز مرتب کرے گی جن سے اسلامی اصولوں کے مطابق غرباء کے حقوق کی ادائیگی کا انتظام ہو سکے۔" (الفضل ۸ صلح ۱۳۴۹ ہش مطابق ۸ جنوری ۱۹۷۰ء صہ ۱۲)

خطرہ کا الارم!

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ

اس آیت میں اشارہ ہے کہ ابھی یہ قومیں اسلام کے اس پیغام امن کی چنداں قدر نہیں کریں گی اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں گی۔ بلکہ مفسد طبائع تو پہلے آسمانی نشانوں کی طرح اس نشان سے بھی اعراض کرتے ہوئے الٹے اسلامی نظام کے خلاف نئے منصوبے اور جدید سازشیں شروع کر دیں گی۔ چنانچہ واقعات پیش آمدہ اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"اس وقت ایک بڑی وسیع اور گہری سازش اسلام کے خلاف ہو رہی ہے جو دراصل پہلے عیسائیت کے خلاف تھی جو بہت حد تک کامیاب ہو گئی ہے اب اس نے اپنا رُخ اسلام کی طرف پھیرا ہے اور اس سازش کی تفاصیل جب سامنے آتی ہیں تو انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کو اپنی کمزوری اور بے بسی کا شدت سے احساس ہونے لگتا ہے۔ اور انسان کا ذہن پریشان ہو جاتا ہے کہ اتنی بڑی بین الاقوامی سازش کا اسلام ہمارے ذریعے سے (کیونکہ خدا نے ہمیں اس کام کے لئے منتخب کیا ہے) کس طرح مقابلہ کرے گا۔ تب اللہ تعالے ہمت بڑھانے کے لئے اور عزم کو پیدا کرنے کے لئے اور اپنے وعدوں پر پختہ یقین پیدا کرنے کے لئے ان

دعاؤں کی طرف توجہ دلا دیتا ہے اور میرا فرض ہے کہ جماعت کو کہوں کہ یہ دعائیں کرو۔ کیونکہ اللہ تعالے اپنے فضل سے ان دعاؤں کے نتیجہ ہی میں ہمیں ان ذمہ داریوں کو نبھانے کی توفیق عطا کرے گا۔ جو اس نے ہم پر ڈالی ہیں ... ... اگر یہ دعائیں نہ ہوتیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا سہارا نہ ہوتا۔ اگر اللہ تعالٰے کی قدرتوں اور طاقتوں پر یقین نہ آتا تو انسان ایک لحظہ کے لئے سوچ نہ سکتا کہ اسلام کے خلاف اتنی عظیم سازش کیونکر ناکام ہو کر رہ جائے گی۔ مجھے ایک اور سازش کی تفاصیل کا ابھی چند دن ہوئے علم ہوا اور جب میں نے پڑھا میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر جب میں نے قرآن کریم کو دیکھا تو ہر وہ بات جس کا ذکر اس سازش میں کیا گیا ہے اس کا رد میں نے قرآن کریم میں پا لیا۔ اور اس سے دل کو تسلی ہو گئی کہ اُس علاّم الغیوب نے اس سے قبل کہ اسلام کے خلاف اس پرانی سازش کی تفصیل کا اظہار ہو۔ ہمارے دل کی تسلی کے لئے اس سازش کے مختلف پہلوؤں کا ذکر کر کے ان کی ناکامی کے متعلق بشارت یا وعدہ دیا ہوا ہے ...

خدا کرے کہ اس کی تقدیر اور حکم کا اجراء ہمارے ذریعہ سے ہو جو آسمانوں پر ہو چکا اور جس کا زمین پر اجراء ہونے والا ہے یعنی توحید حقیقی کا قیام اسلام کا غلبہ۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل فتح۔" (اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ امان ۱۳۴۹ہش مندرجہ الفضل ۱۹ امان ۱۳۴۹ہش)

۱ؔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ "اس قدر فتنہ کا مٹانا ظاہری اسباب کے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ ہمارا بھروسہ ان دعاؤں پر ہے جو کہ ہم اللہ تعالےٰ کے حضور کرتے ہیں" قرآن مجید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دجال کا فتنہ محض دعا کے ذریعہ سے ہی دور ہو گا۔ اور احادیث میں ہے کہ کفار مسیح موعودؑ کے دم سے مریں گے۔ نیز احادیث میں یہ بھی ہے کہ مسیح موعودؑ اپنی جماعت کو تسبیح و استغفار کا حکم دیں گے اور یہ تسبیح و استغفار اس وقت ان کی غذا ہو گی۔ دیکھیے صحیح مسلم باب نزول عیسٰے بن مریم - ۱۲ منہ -

حضرت مصلح موعودؓ پر ان خطرات کے متعلق آسمانی انکشاف اور حضورؓ کی جماعت کو ھدایات

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر بھی قبل از وقت ان خطرات کے متعلق آسمانی انکشاف ہوا جس پر حضور نے جماعت کو آگاہ اور بیدار فرماتے ہوئے ہدایات دیں اور ارشاد فرمایا۔

"جب کوئی بہت بڑا امر ظاہر ہونے والا ہوتا ہے تو خدا تعالےٰ کا یہ طریق ہے کہ پہلے وہ گذشتہ انبیاء کے ذریعہ اس کے متعلق پیشگوئیاں کراتا ہے اور پھر جب زمانہ قریب آجاتا ہے تو اس زمانہ کے مامور کے ذریعہ سے تفصیلات اسکی دیتا ہے۔ اس زمانہ کے مفاسد کے متعلق پہلے خدا تعالےٰ نے گذشتہ انبیاء سے مجملاً پیشگوئیاں کرائیں پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے وقت کی تعیین کرائی۔ اور پھر جب وہ وقت آیا اور زیادہ قریب آگیا تو خدا تعالےٰ نے کثرت سے نشانات ظاہر کرکے مجھے بتایا۔ میں سمجھتا ہوں اس جنگ (یعنی دوسری عالمگیر جنگ جو ۱۹۴۵ء میں ختم ہوئی) کے متعلق دو درجن سے اوپر نشانات خدا تعالےٰ نے میرے ذریعہ ظاہر فرمائے ہیں۔ جن کو میں نے قبل از وقت بیان کردیا تھا اور پھر وہ نشانات اسی رنگ میں پورے ہوئے (آگے حضور نے ان میں سے دس نشانات کی تفصیل بھی دی ہے ناظرین اصل خطبہ پڑھیں) ۔۔۔ ۔۔۔

پس کثرت کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف سے جو یہ خبریں بتائی گئیں اس کے معنی یہ ہیں کہ فیصلہ کا وقت اب قریب ہے۔ مگر جیسا کہ اور بہت ساری

پیشگوئیوں اور الہامات سے معلوم ہوتا ہے اس زمانہ کے فیصلہ کن حالات اس لڑائی سے ختم نہیں ہوتے بلکہ وہ فیصلہ کن حالات اور ہیں جو تھوڑے دنوں تک رونما ہونے والے ہیں۔ تھوڑے عرصہ سے مراد یہ ضروری نہیں کہ ایک دو سال تک بلکہ ممکن ہے دس پندرہ یا بیس سال تک وہ واقعات ظاہر ہوں۔ بہر حال دُنیا میں ایک عظیم الشّان تغیّر اور آنے والا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو شاید وہ لڑائی جھگڑے دُنیا کے لئے تباہی اور بربادی کا موجب ہو جائیں۔ اس لئے ہمیں اُس خطرے کے وقت سے پہلے اپنی جماعت کو انتہائی طور پر مضبوط کرلینا چاہیئے۔ اور اس وقت سے پہلے اپنے اعمال کو اور اپنے نوجوانوں کے اخلاق کو درست کرلینا چاہیئے۔ اور اس وقت سے پہلے ہمارے تبلیغی مشن جو پہلے ہیں اور جو نئے قائم ہوں وہ مضبوط اور تنظیم میں جکڑے ہوئے ہوں اور اس وقت سے پہلے ہندوستان میں ہماری جماعت اتنی پھیل جائے کہ وہ ایک منیارٹی نہ کہلائے بلکہ ایک میجارٹی ہو۔ اگر میجارٹی نہیں تو کم از کم ایک زبردست منیارٹی ہو اور ان مصائب اور خطرہ کے وقت پہلے ہماری جماعت یورپ کے تمام ممالک انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی۔ اٹلی۔ اور اسپین وغیرہ میں اور افریقہ اور امریکہ کے تمام ممالک میں اتنا اثر و نفوذ پیدا کرے کہ آنے والی مصیبت اور خطرہ میں ہماری آواز بے کار نہ ہو۔ بلکہ وہ ایسی وزنی ہو کہ قومیں اسے سننے پر مجبور ہوں۔ اگر ہم یہ کام کرلیں تو آنے والے فتنے ہمارے لئے بشارتوں اور خوشخبری کا موجب ہوں گے"

(اقتباس از خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۱۸ مئی ۱۹۴۵ء)

یہ ھدایات تو حضور نے اپنی جماعت کو دیں۔ اس کے علاوہ حضور نے دُنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو بھی فریضۂ وقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ یہ ارشاد ایک آسمانی انکشاف کی بنا پر ہے۔

مسلمانانِ عالم کو ایک اہم فریضۂ وقت کی طرف توجہ
اور
بین الاقوامی اتحادی سکیم کے اجراء کی دعوت

حضور فرماتے ہیں :-

" میں نے آج رات ایک ایسی خواب دیکھی ہے جو احمدیت اور مسلمانوں کے لئے نہایت ہی اہمیت رکھتی ہے اور آئندہ آنے والے بعض بہت بڑے خطرات کی طرف اشارہ کرتی ہے اور ہماری جماعت اور دوسرے مسلمانوں کے لئے ایک انذار ہے۔ کاش آنکھیں رکھنے والے دیکھیں اور کان والے سنیں۔ میں نے دیکھا کہ میں قادیان میں اپنے مکان کی دوسری منزل میں ہوں جہاں کہ ہم رہتے ہیں۔ اس کے سامنے کے صحن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گرمیوں میں سویا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ میں اس کمرہ میں ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دشمن گھر میں گھس کر اس صحن کی طرف آرہا ہے میں نے صحن کی طرف کا دروازہ بند کر دیا اور سیڑھیوں کی طرف کا دروازہ کھولا اور یہ ارادہ کیا کہ میں ان سیڑھیوں کے رستہ سے نیچے چلا جاؤں چنانچہ میں ان سیڑھیوں سے نیچے اترا اور نچلے صحن میں سے ہوتا ہوا اس کمرے کی طرف گیا جو گول کمرہ کہلاتا ہے اور مسجد مبارک کے ساتھ واقعہ ہے ... جب میں اس جگہ پر پہنچا تو اس کمرے کے ساتھ ایک کوٹھڑی ہے جس میں سے ہو کر اس کمرے میں جایا جاتا ہے۔ میں نے اس کوٹھڑی کے دروازہ میں سے اندر جھانکا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ بہت سے دوست اس جگہ پر کھانا کھا رہے ہیں۔ اس پر مجھے اندر جانے میں حجاب محسوس ہوا۔ اور میں

اس انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ یہ لوگ کھانے سے فارغ ہو جائیں تو میں جاؤں میں دروازہ کے پاس کھڑا ہی تھا کہ یوں معلوم ہوا کہ وہ لوگ کھانا کھا چکے ہیں اور انہوں نے مجھے ملاقات کے لئے بلوایا ہے۔ جو شخص مجھے اطلاع دینے کے لئے نکلا چونکہ اسے معلوم نہیں تھا کہ میں دروازہ کے پاس کھڑا ہوں وہ دروازہ سے نکل کر سیدھا گھر کے اندرونہ کی طرف چلا گیا۔ اس وقت مجھے یوں معلوم ہوا جیسے وہ شخص مولوی سید محمد احسن ہیں ... میں نے انہیں تو کچھ نہیں کہا وہ تو اندرونی صحن کی طرف چلے گئے اور میں اندر کمرہ میں گھس گیا۔ جب میں اندر گھسا تو میں نے دیکھا کہ وہاں آٹھ نو آدمی رہ گئے ہیں۔ باقی کھانا کھا کر چلے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ قوموں کے سردار یا بادشاہ ہیں ان میں سے ایک شخص بالکل مفتی محمد صادق صاحب کی شکل کا ہے اور وہ عربی لباس میں ہے اس نے سر پہ چھوٹی قسم کی کوفیہ (یعنی عربی قسم کی پگڑی) باندھی ہوئی ہے اور دوسرے لوگ بھی مختلف علاقوں کے بادشاہ اور رئیس ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفتی محمد صادق صاحب اور اس عرب بادشاہ کے درمیان کوئی اتحاد اور صلح کا معاہدہ ہو رہا ہے اور معاہدہ کرانے کے لئے مجھے درمیان میں ثالث کے طور پہ مقرر کیا گیا ہے۔ میں نے ان دونوں سے باتیں کر کے ایک معاہدہ لکھوایا ہے جس کا مضمون اس قسم کا ہے کہ ہم آپس میں صلح اور اتحاد سے رہیں گے یہ معاہدہ جب میں لکھوا چکا ہوں تو میں نے خود پڑھ کر اس مجلس کو سنایا ہے یا جس شخص نے یہ معاہدہ لکھا تھا اس سے سنوایا ہے اور دونوں فریق اس پر متفق معلوم ہوتے ہیں قریب تھا کہ وہ لوگ اس معاہدہ پر دستخط کریں کہ میں نے دیکھا میری بائیں طرف سے ایک شخص اٹھ کر گول کمرہ کے اس دروازہ کی طرف گیا جو مسجد مبارک کی سیڑھیوں میں کھلتا ہے جب وہ اٹھا تو مجھے یوں معلوم ہوا جیسے وہ حضرت خلیفہ اوّلؓ ہیں اٹھتے وقت انہوں نے ایک فقرہ بولا جس کا مطلب میں نے یہ سمجھا کہ اگر کوئی فریق اس معاہدہ کو توڑے گا تو ہم سب مل کر اس کی مخالفت کریں گے۔ یہ فقرہ سنتے ہی مجھے خیال آیا کہ یہ شرط ضرور لکھنی چاہیئے اور میں نے دونوں فریق کو بتایا

کہ یہ خیال میرے دل میں پہلے نہیں آیا۔ مگر حضرت مولوی صاحب نے اُٹھتے
وقت اس طرف اشارہ کیا ہے اور میرے نزدیک یہ شرط ضروری ہے ۔
(خواب میں مجھے یہ خیال آیا کہ مَیں خلیفہ اوّل کا لفظ استعمال کروں مگر پھر مجھے صلح
حدیبیہ کا واقعہ یاد آگیا اور مَیں نے کہا یہ لوگ تو ہماری خلافت کے قائل ہی
نہیں یہ لفظ بولنا ان کے ساتھ مناسب نہیں اور میں نے بجائے خلیفہ اوّل
کے حضرت مولوی صاحب کے الفاظ استعمال کئے) اس پر جس شخص کو میں
مفتی محمد صادق سمجھتا ہوں اس نے کچھ انکار کا پہلو اختیار کیا اور اس شرط کو ماننے
پر آمادگی ظاہر نہ کی تب جو دوسرا فریق ہے اور جو عرب بادشاہ معلوم ہوتا ہے
اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بات ہے اور مَیں نے اس کے سامنے یہی بات
بیان کرنی شروع کی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مَیں پہلے تو اس سے عربی
بولتا تھا اس وقت مَیں نے اس سے اردو بولنی شروع کی اور اس کی
شکل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اردو سمجھ رہا ہے۔ مَیں نے اسے
کہا آخر ہمارے ذریعہ سے معاہدہ کروانا اور دوسرے بادشاہوں کو
جمع کرنا اس کی کوئی غرض ہونی چاہیئے اور وہ غرض یہی ہے کہ ہم لوگ
اس بات کی نگرانی کریں کہ اس اتحاد کے معاہدہ پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ کہ
اگر کوئی عمل نہ کرے تو ہم لوگ پھر اس کی تائید میں ہو جائیں جو معاہدہ
کا پابند رہا ہے اور اس کے خلاف ہو جائیں جو معاہدہ کی خلاف ورزی
کا مرتکب ہوا ہے ۔ اس پر اس شخص نے میری تائید میں سر ہلانا شروع
کیا مگر آخر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس خیال سے کہ فریق ثانی جو اس
کی بات کو نہیں مانتا تو شاید اس میں کوئی بات ہو گی ۔ اس نے بھی تردّد
کا اظہار شروع کر دیا تب مجھے جوش آگیا اور میرے سامنے جو شخص بیٹھا
ہے جس کو میں کوئی بادشاہ اور رئیس سمجھتا ہوں اور اس کی طرز اور شکل سے
یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ یمن کا بادشاہ ہے ۔ میں اس سے مخاطب ہوا

اور مَیں نے بڑے زور سے کہا دیکھو یہ وقت اسلام کے لئے اتحاد کا وقت
ہے۔ (جب یہ فقرہ میں نے کہا تو معًا میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ یہ لوگ
کہیں گے کہ آپ کی جماعت بھی تو دوسرے مسلمانوں سے عقاید میں اختلاف
رکھتی ہے اور نماز وغیرہ امور میں دوسروں سے الگ رہتی ہے۔ پس اس
شبہ کے ازالہ کے لئے میں نے معًا اس کے بعد یہ فقرات بڑھا دیئے کہ)
مذہبی اختلاف باہمی کتنا بھی ہو مگر اسلام کی ظاہری شوکت کی حفاظت کے
لئے تو مسلمانوں کو جمع ہونا چاہیئے کیونکہ اس کا بھی تو اثر اسلام کی آئندہ ترقی
پر پڑتا ہے ۔ پھر میں نے کہا دیکھو جو شخص ایسے نازک وقت میں بھی اتحاد
کے لئے کوشش نہیں کرتا وہ قیامت کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے سامنے گردن اونچی کس طرح کر سکے گا جب میں نے یہ فقرہ کہا تو میرے
دل میں بہت زیادہ جوش پیدا ہو گیا اور رِقّت کے ساتھ میرے گلے میں
پھندا پڑ گیا۔ اور میری آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ اور میں نے اپنے سامنے کے
شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے
بیٹے کے پھٹے ہوئے کپڑے دیکھتا ہے تو اس کے دل میں سوز و گداز پیدا
ہو جاتا ہے اور رقت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی آنکھوں میں آنسو
آجاتے ہیں مگر تمہیں یہ خیال نہیں آتا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
جب اپنی طرف منسوب ہونے والوں کا تفرقہ دیکھتے ہوں گے تو ان کو کتنی
تکلیف ہوتی ہو گی جو شخص ایسے وقت میں بھی باہمی اتحاد کی طرف قدم
نہیں اٹھاتا یقیناً وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گردن اٹھا
کے کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ میرے ان فقرات کو سن کر تمام حاضرین پر بھی رقت
طاری ہو گئی اور وہ شخص جسے مَیں سمجھتا ہوں یمن کا بادشاہ ہے اس کی آنکھوں
میں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگ گئے ۔ اور وہ جوش سے کود کر آگے آیا
اور میرا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور نہایت ہی گرم جوشی کے ساتھ

اس کو بوسہ دیا اور میں نے دیکھا کہ وہ دونوں فریق جن کے درمیان
میں معاہدہ کرا رہا تھا وہ بھی اس بات پر متفق ہوگئے کہ اس شرط کو معاہدہ میں
لکھ لیا جائے۔ اس وقت معاہدہ میرے ہاتھ میں آگیا ہے جو فل سکیپ
سائز کے سفید کاغذ پر خوشنما لکھا ہوا ہے وہ شخص جو معاہدہ لکھوا رہا تھا
میں نے اس کے ہاتھ میں یہ معاہدہ دیا اور کہا کہ اس شرط کو اس میں بڑھا
دو۔ اور ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ جلدی چلے جائیں۔ کل تک یہ معاہدہ ضرور
اصلاح ہو کے لکھا جائے تاکہ ان لوگوں کے دستخط ہو جائیں۔"

(آگے حضور نے خواب کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا)

"یہ جو دوسرے ملکوں کے بادشاہ دکھائے گئے ہیں میں نے
اس کی یہ تعبیر کی کہ شاید ہندوستان[1] کے مسلمانوں کو اپنی نجات کے لئے ایک
بین الاقوامی اتحادی سکیم جاری کرنی پڑے گی۔ واللہ اعلم بالصواب
مگر بہر حال اس رؤیا نے ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اسلام کے
لئے ایک نہایت ہی نازک دور آ رہا ہے اور مسلمانوں کو دنیوی اور سیاسی
معاملات میں اپنے آپ کو متحد کر لینا چاہیئے کیونکہ اس میں مسلمانوں کی نجات
ہے۔ یہ نہایت ہی مشکل بات ہے آسان نہیں۔ اس وقت مختلف مسلمان
گروہوں کی طبائع میں اس قدر اختلاف پیدا ہو چکا ہے کہ وہ اختلافی مسائل پر
زور دینا زیادہ پسند کرتے ہیں بہ نسبت اتحاد کی کوشش کے۔
بحیثیت مجموعی انہیں مسلمانوں کی بہبودی کی اتنی فکر نہیں جتنی ہر پارٹی
کو اپنی پارٹی کی فکر ہے۔

---

[1] چونکہ یہ رؤیا پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کا ہے اس لئے یہ نام لیا گیا ورنہ واقعات نے ثابت
کر دیا ہے کہ دراصل اس کے مخاطب پاکستان کے مسلمان ہیں۔ جن کے سامنے سب سے پہلے بین الاقوامی اتحادی
سکیم کے اجراء کی دعوت پیش کی گئی۔ ۱۲ منہ۔

میں اس خواب کے ظاہر کرتے ہوئے ہر احمدی کو یہ نصیحت کرتا ہوں
کہ وہ اپنے حلقۂ اثر میں مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائے کہ تمہاری پھوٹ
تمہاری تباہی کا موجب ہوگی اس وقت تمہیں اپنی ذاتوں اور اپنے خیالوں اور
اپنی پارٹیوں کو بھول جانا چاہیئے اور ہر ایک مسلمان کہلانے والے کو اسلام کی
حفاظت کے لئے متحد کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اختلاف کو نظر انداز
کر دینا چاہیئے۔ ہر ایک سے یہ مت خواہش کرو کہ وہ سو فی صدی تمہارے
ساتھ مل جائے بلکہ اس سے پوچھو کہ اس جدوجہد میں تم کتنی مدد کر سکتے ہو جتنی مدد
وہ کرنے کے لئے تیار ہو اس کو خوشی سے قبول کر لو اور اس وجہ سے کہ وہ
سو فی صدی تمہارے ساتھ نہیں اس کو دھتکارو نہیں اور اسلام کی صفوں میں
رخنہ پیدا مت کرو۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اس آواز کو اٹھائے اور رات
اور دن اس کام میں لگ جاؤ حتی کہ سیاسی پارٹیاں اتحاد کرنے پر مجبور ہو جائیں
میں یقین کرتا ہوں کہ اگر اب بھی مسلمان اختلاف پر زور دینے کی بجائے اتحاد
کے پہلوؤں پر جمع ہو جائیں تو اسلام کا مستقبل تاریک نہیں رہیگا۔ **ورنہ افق
سماء پر مجھے سپین کا لفظ لکھا ہوا نظر آتا ہے۔"**

(الفضل ۲۸ اگست ۱۹۴۶ء)

آہ۔ مسلمانوں نے دلی سوز و گداز سے نکلی ہوئی اس حقانی آواز کی طرف وقت پر کان نہ دھرا۔ اگر
اسی لمحہ اس فریضہ وقت پر عمل کرنا شروع کر دیا جاتا تو وہ بھیانک واقعات جو بعد میں پیش آئے اور
دجالی منصوبے جو استعماری طاقتوں نے اپنے سیاسی اقتصادی۔ عسکری اور مواصلاتی مفادات کے
پیش نظر عرب ممالک کے وسط میں سرنگ لگا کر ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی حکومت کی بنیاد رکھ دی اگر
اس وقت مسلمان پیکر اتحاد بن کر بنیان مرصوص کا نمونہ پیش کرتے تو یہ روز بد انہیں دیکھنا نہ پڑتا اس
وقت تو اس مرد حقانی کی آواز نہ سنی۔ مگر اب انہیں وہ بھیانک آواز سننی پڑی اور وہ نظارہ انہیں
دیکھنا پڑا جس سے انہیں پہلے سے آگاہ کیا گیا اور ڈرایا گیا تھا۔
چنانچہ ان بھیانک واقعات کے ظہور ہونے پر پھر اس مرد حقانی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے مسلمانانِ عالم کو نئے فرائض اور نئی قربانیوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مسلمانوں کو مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کیلئے نئی قربانیوں کی ضرورت

حضور نے فرمایا:

"وہ دن جس کی خبر قرآن کریم اور احادیث میں سینکڑوں سال پہلے سے دی گئی تھی۔ وہ دن جس کی خبر تورات اور انجیل میں بھی دی گئی تھی۔ وہ دن جو مسلمانوں کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ اور اندیشناک بتایا جاتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ آن پہنچا ہے فلسطین میں یہودیوں کو پھر بسایا جا رہا ہے ... کشمیر کا معاملہ پاکستان کے لئے نہایت اہم ہے لیکن فلسطین کا معاملہ سارے مسلمانوں کے لئے نہایت اہم ہے۔ کشمیر کی چوٹ بالواسطہ پڑتی ہے فلسطین کی چوٹ بلاواسطہ پڑتی ہے۔ فلسطین ہمارے آقا و مولیٰ کی آخری آرام گاہ کے قریب ہے جن کی زندگی میں بھی یہودی ہر قسم کے نیک سلوک کے باوجود بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے ان کی ہر قسم کی مخالفتیں کرتے رہے تھے۔ اکثر جنگیں یہود کے اکسانے پر ہوئی تھیں کسریٰ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کروانے پر انہوں نے ہی اکسایا تھا۔ خدا نے ان کا منہ کالا کیا مگر انہوں نے اپنے خبثِ باطن کا اظہار کر دیا۔ غزوۂ احزاب کی لیڈری یہودی کے ہاتھ میں تھی۔ سارا عرب اس سے پہلے کبھی اکٹھا نہ ہوا تھا مکہ والوں میں ایسی قوتِ انتظام تھی ہی نہیں۔ یہ مدینہ سے جلاوطن شدہ یہودی قبائل ہی کا کارنامہ تھا کہ انہوں نے سارے عرب کو اکٹھا کر کے مدینہ کے سامنے لا ڈالا۔ خدا نے ان کا بھی منہ کالا کیا۔ مگر یہود نے اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصل دشمن مکہ والے تھے مگر مکہ والوں نے کبھی دھوکے سے آپ کی جان لینے کی کوشش نہیں کی۔ آپ جب

طائف گئے اور ملک کے قانون کے مطابق مکہ کے شہری حقوق سے آپ دستبردار ہو گئے مگر پھر آپ کو لوٹ کر مکہ آنا پڑا تو اس وقت مکہ کا ایک شدید ترین دشمن آپ کی امداد کے لئے آگے آیا اور مکہ میں اس نے اعلان کر دیا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو شہریت کے حقوق دیتا ہوں۔ اپنے پانچوں بیٹوں سمیت آپ کے ساتھ ساتھ مکہ میں داخل ہوا اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ محمد ہمارا دشمن ہی سہی پر آج عرب کی شرافت کا تقاضا ہے کہ جب وہ ہماری امداد سے شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے تو ہم اس کے مطالبہ کو پورا کریں ورنہ ہماری عزت باقی نہیں رہے گی۔ اور اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اگر کوئی دشمن آپ پر حملہ کرنا چاہے تو تم میں سے ہر ایک کو اس سے پہلے مر جانا چاہیئے کہ وہ آپ تک پہنچ سکے۔ یہ تھا عرب کا شریف دشمن۔ اس کے مقابلہ میں بدبخت یہودی جس کو قرآن کریم مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر بلایا اور صلح کے دھوکے میں چکی کا پاٹ کوٹھے پر پھینک کر آپ کو مارنا چاہا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کے منصوبہ کی خبر دی اور آپ سلامت وہاں سے نکل آئے۔ یہودی قوم کی ایک عورت نے آپ کی دعوت کی اور زہر ملا ہوا کھانا آپ کو کھلایا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے اس موقع پر بھی بچا لیا۔ مگر یہودی قوم نے اپنا اندرونہ ظاہر کر دیا۔ یہی دشمن ایک مقتدر حکومت کی صورت میں مدینہ کے پاس سر اٹھانا چاہتا ہے۔ شاید اس نیت سے کہ اپنے قدم مضبوط کر لینے کے بعد وہ مدینہ[ؒ] کی طرف بڑھے۔ جو مسلمان

[ؒ] حضور کی یہ دور اندیشی واقعات کی رو سے صحیح نکلی۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہود کے جارحانہ عزائم صرف فلسطین تک ہی محدود نہیں بلکہ یہودی حکومت کا جو نقشہ تل ابیب میں اسرائیلی پارلیمنٹ کی بلڈنگ پر کندہ ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ اسرائیل کے قائدین مسلمانوں کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی زیارت کے لئے بھی اسرائیل کا محتاج بنانے کی سازش کر رہے ہیں عرب ممالک کی معدنی ثروت پر قابض ہونے کے بعد وہ تیل سے
(باقی صفحہ ٢١٣ پر)

یہ خیال کرتا ہے کہ اس بات کے امکانات بہت کمزور ہیں اس کا دماغ خود کمزور ہے
عرب اس حقیقت کو سمجھتا ہے۔ عرب جانتا ہے کہ اب یہودی عرب میں سے عربوں کو

حاشیہ صـ۲۱۳ سے آگے : فرات تک اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کا مقصد بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کرنا ہے۔ چنانچہ یہودی لیڈر ملنشت نے کہا :۔

"آج وہ دن بہت ہی قریب آچکا ہے جس میں ہیکل سلیمان مسجد اقصیٰ کی جگہ دوبارہ بنایا جائے گا۔ میں اپنی بقیہ زندگی مسجد اقصیٰ کی جگہ ہیکل سلیمان کی تعمیر کے لئے وقف کرتا ہوں"

یروشلم پر قبضہ کر لینے کے بعد مسجد اقصیٰ کی جو بے حرمتی کی گئی اور جو تصاویر شائع ہوئیں وہ مسلمانانِ عالم کے لئے ایک المیہ ہے۔ مشہور یہودی عالم "حاخام اکبر" نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کر لینے کے بعد اپنے انتہائی دلآزار بیان میں کہا

"مسجد اقصےٰ پر قبضہ کر لینے کے بعد ہمیں خوشی ہوئی لیکن ہماری یہ خواہش اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک ہم مدینے کے ایک ایک باشندے کے ساتھ قتل و خون کا معاملہ نہ کریں"

مندرجہ بالا بیان یہودی ناپاک سازش کی غمازی کر رہا ہے جو ان کے ارباب حل و عقد عالم اسلام سے متعلق کرنا چاہتے ہیں۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کو گھبرانا نہیں چاہیئے اور نہ ہمتیں پست کریں بلکہ مضبوط قوت اور عزم راسخ کے ساتھ مادی اور روحانی ہتھیاروں سے کام لیتے ہوئے آزاد اور زندہ قوموں کا کردار ادا کریں۔ ایسے نازک وقت کے لئے قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ایک دعا سکھلائی تھی۔ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (انبیاء آیت ۱۱۳) یہ دعا بکثرت تضرعات سے کی جاوے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"اس آیت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اپنی امت کے متعلق ایک دعا سکھائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اے محمد رسول اللہ! تو دعا کر کہ خدایا جس وقت مسلمانوں پر تنزل کا زمانہ آئے اور یہودی بحیرارض مقدس میں آجائیں تو گو میری امت کے لوگ اس وقت کمزور ہوں گے مگر اصل حکومت تو میری ہی ہوگی جو تیری طرف سے قیامت تک کے لئے خاتم النبیین مقرر ہوا ہوں پس مسلمانوں کی شکست میری شکست ہوگی اور میں تیرے حضور میں محبوب ہوں اور یہود تیرے حضور میں مغضوب ہیں۔ پس میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے وقت میں میرا لحاظ کر کے میری

نکالنے کی فکر میں ہے اس لئے وہ اپنے جھگڑے اور اختلاف کو بھول کر متحدہ طور پر یہودیوں کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا ہے مگر کیا عربوں میں یہ طاقت ہے؟ کیا یہ معاملہ صرف عرب سے تعلق رکھتا ہے! ظاہر ہے کہ نہ عربوں میں اس مقابلہ کی طاقت ہے اور نہ یہ معاملہ صرف عربوں سے تعلق رکھتا ہے۔ سوال فلسطین کا نہیں۔ سوال مدینہ کا ہے۔ سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے۔ سوال زید اور بکر کا نہیں۔ سوال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے۔ کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقعہ پر اکٹھا نہیں ہوگا۔ ... ہمارے لئے یہ سوچنے

بقیہ حاشیہ صـ۲۱۴ سے آگے :۔ قوم اور یہودیوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور میری قوم کو یہودیوں پر فتح دے تاکہ پھر میری قوم عبادی الصالحون میں شامل ہو کر فلسطین پر قابض ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ جو دعا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے وہ ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ کیونکہ خدا تمسخر نہیں کیا کرتا پس مسلمانوں کو ایک طرف تو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے کیونکہ قرآن کریم کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ نے ان کو تنبیہہ کر دی ہے اور دوسری طرف انہیں اپنے انجام سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ خدا تعالےٰ نے ان کی دوبارہ کامیابی کے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دعا کروا دی ہے جو پوری ہو کر رہے گی"
(تفسیر کبیر سورۃ انبیاء صـ۵۲۸-۵۲۹)

نیز حضور فرماتے ہیں:۔ "سو خدا تعالےٰ کے عبادی الصالحون محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ لازماً اس ملک میں جائیں گے نہ امریکہ کے ایٹم بم کچھ کر سکتے ہیں نہ ایچ بم کچھ کر سکتے ہیں۔ نہ روس کی مدد کچھ کر سکتی ہے۔ یہ خدا کی تقدیر ہے یہ تو ہو کر رہنی ہے چاہے دنیا کتنا زور لگا لے" (تفسیر کبیر سورۃ انبیاء ۵۲۶)

اسی امر کے لئے صحف اولیٰ میں بھی ایک زبردست پیشگوئی موجود ہے۔ ذکریا ۱۲/۳ میں ہے:۔

"میں اس دن یروشلم کو ساری قوموں کے لئے ایک بھاری پتھر کر دوں گا۔ اور سب جو اسے اٹھائیں گے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے۔ اگرچہ زمین کی ساری قومیں اس کے مقابل جمع ہوں گی۔" ۱۲ منہ

کا موقع آگیا ہے کہ کیا ہم کو الگ الگ اور باری باری مرنا چاہیئے یا اکٹھے ہوکر
فتح کے لئے کافی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ میں سمجھتا ہوں وہ وقت آگیا ہے جب
مسلمانوں کو یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ یا تو وہ ایک آخری جدوجہد میں فنا ہو جائیں
گے یا کلی طور پر اس کے خلاف ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ مصر، شام اور
عراق کا ہوائی بیڑہ سو ہوائی جہازوں سے زیادہ نہیں۔ لیکن یہودی اس سے دس گنا
بیڑہ نہایت آسانی سے جمع کر سکتے ہیں .... میں سمجھتا ہوں
مسلمان اب بھی دنیا میں اتنی تعداد میں موجود ہیں کہ اگر وہ مرنے پر آئیں تو انہیں
کوئی مار نہیں سکے گا۔ لیکن میری یہ امیدیں کہاں تک پوری ہو سکتی ہیں اللہ ہی
اس کو بہتر جانتا ہے۔ آج ریزولیوشنوں سے کام نہیں ہو سکتا۔ آج قربانیوں
سے کام ہوگا۔ اگر پاکستان کے مسلمان واقعہ میں کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اپنی حکومت کو توجہ دلائیں کہ ہماری
جائدادوں کا کم سے کم ایک فی صدی حصہ اس وقت لے لے۔ ایک فی صد حصہ سے
بھی پاکستان کم سے کم ایک ارب روپیہ اس غرض کے لئے جمع کر سکتا ہے اور
ایک ارب روپیہ سے اسلام کی موجودہ مشکلات کا بہت کچھ حل ہو سکتا ہے۔ پاکستان
کی قربانی کو دیکھ کر باقی اسلامی ممالک بھی قربانی کریں گے اور یقیناً پانچ چھ ارب
روپیہ جمع ہو سکے گا۔ جس سے فلسطین کے لئے باوجود یورپین ممالک کی مخالفت
کے آلات جمع کئے جا سکتے ہیں۔ ایک روپیہ کی جگہ پر دو، دو روپیہ کی جگہ پر
تین، تین روپیہ کی جگہ پر چار اور چار روپیہ کی جگہ پر پانچ خرچ کرنے سے کہیں
نہ کہیں سے چیزیں مل جائیں گی۔ یورپین لوگوں کی دیانتداری کی قیمت ضرور
ہے خواہ وہ قیمت گراں ہی کیوں نہ ہو انہیں خریدا جا سکتا ہے خواہ بڑھیا بولی
پر۔ مگر بولی دینے کے لئے جیب بھی بھری ہونی چاہیئے۔ پس میں مسلمانوں
کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس نازک وقت کو سمجھیں اور یاد رکھیں کہ رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ لفظ بلفظ
پورا ہو رہا ہے۔ یہودی اور عیسائی اور دہریہ مل کر اسلام کی شوکت

کو مٹانے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ پہلے فرداً فرداً یورپین اقوام مسلمانوں
پر حملہ کرتی تھیں مگر اب مجموعی صورت میں ساری طاقتیں مل کر حملہ آور ہوئی ہیں
آؤ ہم سب مل کر ان کا مقابلہ کریں کیونکہ اس معاملہ میں ہم میں کوئی اختلاف نہیں
دوسرے اختلافوں کو ان امور میں سامنے لانا جن میں اختلاف نہیں نہایت بیوقوفی
اور جہالت کی بات ہے۔ قرآن کریم تو یہود تک سے فرماتا ہے قُلْ یٰۤا
اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ
اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْـًٔا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (آل عمران آیت ٦٥)
اتنے اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی قرآن کریم یہود کو دعوت اتحاد دیتا ہے کیا
اس موقعہ پر جب کہ اسلام کی جڑوں پر تبر رکھ دیا گیا ہے۔ جب مسلمانوں کے
مقامات مقدسہ حقیقی طور پر خطرے میں ہیں وقت نہیں آیا کہ آج پاکستانی۔ افغانی
ایرانی۔ ملائی۔ انڈونیشین۔ افریقن۔ بربر اور ترکی یہ سب کے سب اکٹھے ہو
جائیں اور عربوں کے ساتھ مل کر اس حملہ کا مقابلہ کریں جو مسلمانوں کی قوت کو توڑنے
اور اسلام کو ذلیل کرنے کے لئے دشمن نے کیا ہے۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی
ایک دفعہ پھر فلسطین میں آباد ہوں گے۔ لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے
آباد ہوں گے فلسطین پر ہمیشہ کی حکومت تو عباد اللہ الصالحون کے لئے مقرر
کی گئی ہے۔ پس اگر ہم تقویٰ سے کام لیں تو اللہ تعالےٰ کی پہلی پیشگوئی ایک
رنگ میں پوری ہو سکتی ہے کہ یہود نے آزاد حکومت کا وہاں اعلان کر دیا ہے
لیکن اگر ہم نے تقویٰ سے کام نہ لیا تو پھر وہ پیشگوئی لمبے وقت تک
پوری ہوتی چلی جائے گی۔ اور اسلام کے لئے ایک نہایت خطرناک دھکا
ثابت ہو گی۔
پس ہمیں چاہیئے کہ اپنے عمل سے اپنی قربانیوں سے اپنے اتحاد سے اپنی

دُعاؤں سے اپنی گریہ وزاری سے اس پیشگوئی کا عرصہ تنگ سے تنگ کر دیں اور فلسطین پر دوبارہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو قریب سے قریب تر کر دیں۔ اور مَیں سمجھتا ہوں اگر ہم ایسا کر دیں تو اسلام کے خلاف جو رَو چل رہی ہے وہ اُلٹ پڑیگی۔ عیسائیت کمزوری و انحطاط کی طرف مائل ہو جائے گی۔ اور مسلمان پھر ایک دفعہ بلندی اور رفعت کی طرف قدم اٹھانے لگ جائیں گے۔ شاید یہ قربانی مسلمانوں کے دل کو بھی صاف کر دے اور ان کے دل بھی دین کی طرف مائل ہو جائیں اور پھر دُنیا کی محبت ان کے دلوں سے سرد ہو جائے۔ پھر خدا اور اس کے رسول اور ان کے دین کی عزت و احترام پر وہ آمادہ ہو جائیں اور ان کی بے دینی دین سے اور ان کی بے ایمانی ایمان سے اور ان کی سُستی چستی سے اور ان کی بدعملی سعی پیہم سے بدل جائے۔

خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ "

(الفضل ۳۱ مئی ۱۹۴۸ء ص ۳ - ۴)

۱۹
انیسویں پیشگوئی
قیام امنِ عالم کی سکیم کی ایک اہم دفعہ

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

اس آیت میں پیشگوئی ہے کہ جب دجالی اقوام کے قائم کردہ فاسد معاشرہ کا دہانہ آتشیں اپنا لاوا

نکالا شروع کردے گا۔ جس کی لپٹوں سے نہ امیر محفوظ ہوگا نہ غریب تو ان کی بھڑکائی ہوئی آگ بجھانے کے لئے انہیں اقوام سے فائر بریگیڈ کا مطالبہ کرتے ہوئے انہیں کہا جائے گا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یہ وقت تمہارے لئے فالتو روپیہ کو تجوریوں یا بینکوں میں رکھنے کا نہیں ہے۔ بلکہ جہاں تک تم سے ہوسکتا ہے اس مال میں سے ان فاقہ مست غرباء پر خرچ کرو۔ کیونکہ یہ اموال تو تمہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے بطور عطیہ کے ملے ہیں۔ تم ان کے ذاتی مالک نہیں بلکہ بطور ایجنٹ یا خزانچی کے ہو جس سے اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا کہ کیا تم اسکی امانت کے حقوق ادا کرتے ہو یا نہیں۔ پس تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ ان اموال میں سے غرباء کا حق ان کے حوالے کرو۔ تا اُس عذاب سے نجات پاؤ جس کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی ان کی زندگی میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا گیا تھا

فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ	پس جس شخص نے تم میں سے اس کے بعد انکار
اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ	کیا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جو دنیا میں
الْعٰلَمِيْنَ ۝ (مائدہ آیت ۱۱۶)	اور کسی کو ایسا نہیں دیا ہوگا۔

یعنی آسمانی مائدہ کے نزول کے وقت جب وہ قومیں اس کا انکار کریں گی اور اس کے حقوق کی خلاف ورزی کرکے اس نعمت کی ناشکری کریں گی تو اس وقت ان اقوام کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو دُنیا میں اور کسی قوم پر نازل نہیں ہوا ہوگا۔ اور سورہ مطففین میں اس کے متعلق تفصیلی اشارات فرماتے ہوئے بتلایا گیا ہے کہ یہ عذاب ان پر تدریجاً آئے گا۔ اور متعدد زمانوں میں مختلف رنگوں میں نمودار ہوگا۔

چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سورۃ تطفیف کی تفسیر کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

" ان چند آیات میں ہی چار جگہ کلّا استعمال کیا گیا ہے ... ... تین دفعہ کلّا کفر کے ذکر کے بعد آیا ہے اور ایک دفعہ کلّا مومنوں کے ذکر سے پہلے ہے اس میں اس طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تین جھٹکے عیسائیت کی تباہی کے لئے لگیں گے اور چوتھا جھٹکا اسلام کے قیام کا موجب ہوگا۔ بظاہر جہانتک عقل کام دیتی ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم جو ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی پہلا

جھٹکا تھا جو عیسائیت کو لگا۔ اب دوسری جنگ شروع ہے یہ دوسرا جھٹکا ہے اس کے بعد ایک تیسری جنگ عظیم ہو گی جو مغرب کی تباہی کے لئے تیسرا اور آخری جھٹکا ہو گا۔ اس کے بعد ایک چوتھا جھٹکا لگے گا جس کے بعد اسلام اپنے عروج کو پہنچ جائے گا اور مغربی اقوام بالکل ذلیل ہو جائیں گی۔ کیونکہ چوتھے کلّا کے بعد ہی یہ ذکر آتا ہے کہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ۔

(تفسیر کبیر سورۃ تطفیف صـ ۳۰۶)

کفّار کا مایوس کُن جواب

قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطْعَمَہٗۤ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

ان کفار کا یہ جواب بھی صاف بتلا رہا ہے کہ یہ قومیں ابھی اپنی اصلاح حال کے لئے تیار نہیں جب تک کہ ان پر صاعقہ الٰہی نازل ہو کر ان کے دماغوں میں بھرے ہوئے متکبرانہ جوش کو ٹھنڈا نہ کر دے اب تو وہ سیاسی اور اقتصادی اقتدار کے نشہ میں بدمست ہو کر غرباء کے حقوق کو تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ اور مال و دولت کو عزت کا معیار قرار دینے کے باعث اپنے آپ کو معزز و مکرم اور غرباء کو حقیر و ذلیل سمجھ رہے ہیں۔ بلکہ جہاں تک ہو سکتا ہے انہیں نقصان پہنچا کر ان کی غربت قائم رکھنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ پہلی عالمگیر جنگ ختم ہونے پر جب عوام غرباء پر ٹیکسوں وغیرہ کا غیر معمولی بوجھ کندھوں پہ آن پڑا تو ذات ارحم الراحمین نے ان کی نصرت و دستگیری کے بھی غیب سے نئے سامان پیدا فرمائے۔ ملک میں سامان خوراک غلہ و اناج کی پیداوار بکثرت ہوئی جس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ غلہ سستا ہو کر عوام غرباء کو مفت یا سستے داموں کھلے بندوں مل جاتا مگر ان اقوام کے سنگدل امراء خونخوار بھیڑیوں نے غلہ مہنگے داموں بیچنے کی خاطر جتنی مقدار کا انہیں اندازہ تھا رکھ کر باقی ہزاروں ٹن غلہ کے امریکہ والوں نے کئی جہاز بھر بھر کر سمندر میں ڈبو دیئے مگر غرباء کو مفت دینا تو کجا سستے داموں

دینا بھی گوارا نہ کیا۔[۱] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ ہے ان قوموں کی ذہنیت مگر دعویٰ یہ ہے کہ ہم دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ یہ لوگ جو غیر ترقی یافتہ اقوام کو اقتصادی امداد بطور قرض دیتے ہیں تو اس میں بھی ایک خاص منصوبے کے تحت ایک قسم کا عنکبوتی جال تیار کیا جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"ایک کتاب (WATER FLOWING EAST) (دی ہے دیکھی ہے)
اس میں اس بات پہ روشنی ڈالی گئی ہے کہ بعض منصوبے دنیا میں اس لئے بھی بنائے گئے ہیں کہ تمام انسانوں کو اقتصادی زنجیروں میں (جکڑ کر) غلام بنا دیا جائے اور اس کے لئے ایک طریق یہ اختیار کیا گیا ہے کہ بین الاقوامی سطح پہ امدادی قرضے دیئے جائیں۔ اس کتاب میں اس پہ بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ ان قرضوں سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور کس قسم کی زنجیریں انسان یا قوموں کے گرد لپٹ جاتی ہیں ... بین الاقوامی قرضوں کی بنیاد جیسا کہ اس کتاب نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے سود پہ ہے۔ سودی قرضے دیئے جاتے ہیں مثلاً دس کروڑ روپیہ قرض دیا اور اسکی میعاد تیس سال مقرر کر دی۔ یعنی وہ بڑی

۱؎ اس سال ۱۹۷۰ء کا تازہ واقعہ بھی سُن لیجئے۔ حکومت کینیڈا کی طرف سے پاکستان ٹائمز میں بعنوان ذیل ایک اشتہار شائع ہوا اسے پڑھ کر ان قوموں کی انسانیت کُش حالت و ذہنیت کا اندازہ کیجئے:۔

"کینیڈا کو اپنا فاضل گندم تلف کرنا پڑے گا۔ زمینداروں کو دس کروڑ ڈالر کی پیش کش"

اٹاوا ۲۸ فروری۔ کینیڈا کی وفاقی حکومت نے مغربی کینیڈا کے زمینداروں کو دس کروڑ ڈالر (۳۹ لاکھ انگلش پونڈ) اس مقصد کے لئے دینا منظور کئے ہیں کہ ۱۹۷۰ء کی گندم کی فصل کے ایک کثیر حصہ کو تباہ کر دیا جائے جو کہ اس قدر فاضل اناج کی صورت میں پیدا ہو گیا ہے کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوا تھا۔ گیہوں کی تباہی کے پروگرام مسٹر آٹو لینگ نے کیا جو ملک میں امور گندم کے وزیر ہیں۔ یہ پروگرام اس لئے بنایا گیا ہے کہ بین الاقوامی مارکیٹ میں غلہ کی قیمت کو استحکام دیا جا سکے۔"

(پاکستان ٹائمز لاہور مورخہ یکم مارچ ۱۹۷۰ء)

رعایت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تیس سال میں واپس کر دینا اور تیس سال پانچ فی صد سود دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہر کروڑ پر ڈیڑھ کروڑ روپیہ سود ادا کیا جائے گا۔ اور سرمایہ اسیطرح باقی رہے گا۔ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ ہم نے جان بوجھ کر یہ منصوبہ بنایا ہے تا اقوامِ عالم کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔"

(الفضل ۳۰ وفا ۱۳۴۸ھش/۳۰ جولائی ۱۹۶۹ء ص ۶)

بیسویں پیشگوئی

طلوع سحر

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

اب تک تو ان قوموں کے دماغی قوائے بوجہ نشہ عروج و اقبال دنیوی کے سنگلاخ زمین کی حیثیت رکھتے تھے اور غرور اور تکبر سے اپنے ملک کو بلند و بالا سمجھتے ہوئے مشرق کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کے ہاں یہ مقولہ زبان زد عام تھا کہ "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے اور یہ دو کبھی نہیں ملیں گے۔" مگر جب ان قوموں پر خدائے ذوالجلال کی جلالی تجلیات کے پیہم وار ہونے لگے۔ بلکہ پہلی عالمگیر جنگ پر ہی یہ سنگلاخ زمین کچھ نرم ہو چلی تب جنگ کے بعد اسلام کے منّاد۔ طیور ابراہیم۔ علم توحید ہاتھ میں لے کر نکل کھڑے ہوئے اور ان کے شرک و کفر کے منبعوں میں پہنچ کر اسلام کی آواز ان تک پہنچانے لگے اور پھر جب ان ممالک میں اسلامی قلعے (مساجد) بھی تعمیر ہو کر ان کے مناروں سے اللہ اکبر کی صدائیں گونجنے لگیں تب یکلخت ان قوموں کی ذہنیت میں تبدیلی ہوئی اور محو حیرت ہو کر متعجبانہ نگاہ سے حالات پیش آمدہ کا جائزہ لیا تو اپنے اس پہلے نظریہ کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ جب سوتھ فیلڈ لندن میں پہلی مسجد

احمدیہ کی تعمیر کا چرچا ہونے لگا تو ایڈیٹر ڈیلی میل عنوان بالا (یعنی مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے۔ اور یہ دو کبھی نہیں ملیں گے) دے کر لکھتا ہے:-

"مندرجہ بالا مقولہ کے ہم اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے ہم اس کو ٹھیک مان لیتے ہیں۔ لیکن جب ہم پڑھتے ہیں کہ ایک احمدیہ مسجد سوتھ فیلڈ لندن میں کھولی جائے گی تو ہم شک کرنے لگ جاتے ہیں کہ کیا واقعی مشرق مغرب سے اتنا دور ہے جتنا کہ ہم خیال کرتے تھے"

(دی ڈیلی میل ۲۳ ستمبر ۱۹۲۶ء بحوالہ تاریخ مسجد فضل لندن ص ۸۳)

اور جب مسجد فضل لندن کا افتتاح ہوا تو ایڈیٹر اخبار ڈیلی کرانیکل کو یہ لکھنا پڑا کہ :-

"مشرق و مغرب کا ایک عجیب اور دلفریب ملاپ شاذ و نادر کبھی ہوا ہو۔ جیسا کہ دیکھنے میں آیا۔ جب کہ لندن کی طبعی تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں کی اذان سوتھ فیلڈ کے چمکدار مناروں سے سنائی دی"

(ڈیلی کرانیکل مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۲۶ء بحوالہ تاریخ مسجد فضل لندن ص ۹۹)

اس موقعہ کے متعلق حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ مؤلف تاریخ مسجد فضل لندن کا نوٹ بھی ملاحظہ ہو۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"مشرق نے لاانتہا دفعہ مغرب کی عظمت کے لئے اپنی ٹوپی اتاری ہوگی مگر آج وہ پہلا دن تھا جب مغرب نے مشرق کی اقتدا میں خدائے واحد کی تعظیم کے لئے نہ صرف اپنی ٹوپیاں بلکہ بوٹ بھی اتار دیئے۔"

(تاریخ مسجد فضل لندن ص ۱۰۷)

اس کے بعد جب قلب یورپ میں پہنچ کر احمدی منادوں نے اسلامی گونج اقطاعِ عالم میں پھیلا دی تو چونکہ ان ممالک کے لوگوں کی ذہنیت تبدیل ہو چکی تھی۔ اب ان ملکوں کے متعصب سے متعصب عیسائی بھی متاثر ہو کر ہمارے مبلغوں سے اس قسم کے سوالات کرنے لگے کہ اچھا بتاؤ کہ ان ممالک میں اسلام کب غالب آئے گا۔ یعنی اکثریت اسے اختیار کرنے کے لئے کب تیار ہوگی۔

يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ اس کا جواب اگلی آیت میں دیا جاتا ہے۔
ہاں سنو! عیسائیت اس وقت ایک نئے موڑ پر ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا وقت آگیا ہے جیسے ڈال پر آم پک جاتے ہیں اور ہر آم آپ ہی آپ ٹوٹ کر نیچے گرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اب عیسائی دنیا اسلام قبول کرنے کے لئے بالکل تیار ہے۔ صرف درختوں کی ٹہنیاں ہلانے کی ضرورت ہے۔"

(الفضل ۲۷ اگست ۱۹۵۸ء ص۳)

۲۱ اکیسویں پیشگوئی

تیسری عالمگیر جنگ کے متعلق اعلامیہ

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۔

پچھلی آیت میں جو انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ تمہارا جو یہ دعویٰ ہے کہ ان ممالک میں اسلام پھیل جائے گا اور یہ قومیں اسے بآسانی قبول کریں گی۔ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اس کا جواب ان آیات میں دیا جاتا ہے کہ یہ انقلاب اس وقت کے بعد مقدر ہے۔ جب کہ ایک تیسری جنگ عظیم ہوگی۔ اور وہ مغرب کی تباہی کے لئے آخری جھٹکا ہوگا۔ اس امر کی طرف سورۃ قٓ میں بھی یوں توجہ دلائی گئی ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ	اور سن لے کہ جس دن پکارنے والا قریب کی
قَرِيْبٍ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ	جگہ سے پکارے گا اس دن لوگ حقانی آواز کو

بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ	سنیں گے یہ دن (ان کی پہلی حالت سے) نکلنے کا دن ہوگا۔

(قٓ آیت ۴۱-۴۲)

اس میں اشارہ ہے کہ ایک وقت آسمانی منادی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز آپ کے خلفاء کے ذریعے سے جب ان قوموں کو ان کے علاقوں میں قریب ہی سے سنائی دے گی۔ تو اس وقت اس کے شنوا ہو کر اگر اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں گی تو بہتر ہے۔ ورنہ پھر اس جمالی آواز کی بجائے جلالی آواز بھی ان کے کانوں میں ڈالی جائے گی جس کو انہیں مجبور ہو کر سننا پڑے گا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پہلی دفعہ ۱۹۲۴ء میں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۹۶۷ء و ۱۹۷۰ء میں دو دفعہ ان اقوام کو اس طرف توجہ دلا چکے ہیں۔ ابھی موقعہ ہے ورنہ ربوبیت الٰہیہ کی جلالی تجلی بھی اپنی تاک میں ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ اس تجلی کے ظہور پر اس سرزمین کی بالآخر کایا پلٹ جائے گی۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ۔ اور دنیا وہ نظارہ دیکھے گی جو نظارہ اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں فتح مکہ کے بعد دنیائے عرب و عجم نے دیکھا تھا۔

یہ تیسری جنگ جو غالباً اٹمی جنگ ہوگی۔ قرآن مجید نے اسے زلزلۃ الساعۃ کا نام دیا ہے اور اس کا نقشہ سورۃ حج میں نہایت ہی بھیانک پیش کیا ہے۔ فرمایا

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ	اے لوگو! تم اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ
زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ	فیصلہ والا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے اس دن تم دیکھو گے
يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ	ہر دودھ پلانے والی عورت جس کو دودھ پلا رہی ہوگی اس
عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ	کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ عورت اپنے حمل کو گرا دے گی اور تو
حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى	لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ بدمستوں کی طرح ہیں حالانکہ وہ بدمست
وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ	نہیں ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب بڑا
اللّٰهِ شَدِيْدٌ (الحج آیت ۲-۳)	سخت ہے۔

اس عذاب کا اقوام یاجوج ماجوج کے ساتھ خاص تعلق ہے جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں توجہ دلائی:۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ	ابو سعید خدری سے روایت ہے وہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول
اللہ تعالیٰ یا ادم فیقول لبیک و
سعدیک والخیر کلہ بیدیک
قال فیقول اخرج بعث النار
قال وما بعث النار قال من کل الف
تسعمأة وتسعۃ وتسعین فعندہ
یشیب الصغیر وتضع کل ذات
حمل حملھا وتری الناس سکاری
وما ھم بسکاری ولکن عذاب اللہ
شدید ۔

صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا
کہ اس وقت اللہ تعالےٰ آدم علیہ السلام سے مخاطب
ہو کر فرمائے گا۔ اے آدم وہ جواب میں کہے گا لبیک
وسعدیک والخیر کلہ بیدیک۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ بعث النار کو
نکال۔ تو آدم کہے گا کہ بعث النار کیا ہیں اللہ تعالےٰ
فرمائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے تب وہ اس ہولناک منظر کو
دیکھ کر لوگوں پر اس قدر دہشت طاری ہو گی کہ اس وقت بچے بوڑھے
ہو جائیں گے۔ اور ہر حاملہ عورت حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو مدہوش
دیکھے گا مگر درحقیقت وہ مدہوش نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہو گا۔

(بخاری کتاب الانبیاء، مسلم کتاب الایمان)

اور صحیح مسلم میں ہے:-

فقال البشروا فان من یاجوج وماجوج
الفاً ومنکم رجل ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا۔ تمہیں
بشارت ہو کہ تمہارا ایک تو اور یاجوج ماجوج کا
ہزار کا ہو گی۔

(باب قولہ یقول اللہ لادم اخرج بعث النار)

واضح ہو کہ حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے یہ واقعہ قیامت کا نہیں۔ یہاں آدم سے مراد آخری زمانہ کا
آدم حضرت امام مہدی ہے جسے اللہ تعالےٰ نے وحی میں بھی آدم فرمایا۔

اردت ان استخلف فخلقت
ادم ۔ (تذکرہ ص ۶۸)

میں نے خلیفہ بنانا چاہا تو آدم کو
پیدا کیا۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس قیامت خیز زلزلہ کے متعلق خبر دی اور آپ نے اس بھیانک
منظر کا جو نقشہ دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا اسے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز
نے اقوام یورپ کو پیغام امن کے ضمن میں ان کے سامنے پیش فرما دیا۔ دیکھئے کتاب ہذا ص ۱۹۲-۱۹۳
اور حضور نے اس تیسری عالمگیر تباہی کے ذکر کے بعد ان قوموں کو اسلام کی فتح کی بشارت سناتے ہوئے

فرمایا:-

"تب عالمگیر تباہی کی انتہا اسلام کے عالمگیر غلبہ اور اقتدار کی ابتداء ہو گی اور
اس کے بعد بڑی سرعت کے ساتھ اسلام ساری دُنیا میں پھیلنا شروع ہو گا اور
لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کریں گے اور یہ جان لیں گے کہ صرف اسلام ہی
ایک سچا مذہب ہے اور یہ کہ انسان کی نجات صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے پیغام کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے"

(امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ)

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ
الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ ۝۵۲
قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ
ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۳
اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ
جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۵۴ فَالْیَوْمَ
لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا
مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۵ اِنَّ اَصْحٰبَ
الْجَنَّۃِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰکِھُوْنَ ۝۵۶
ھُمْ وَاَزْوَاجُھُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ
مُتَّکِـُٔوْنَ ۝۵۷ لَھُمْ فِیْھَا فَاکِھَۃٌ
وَّلَھُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ۝۵۸ سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا
مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۝۵۹ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ
اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۶۰ اَلَمْ اَعْھَدْ
اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ
اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۶۱ وَّاَنِ

اور صور پھونکا جائے گا تب وہ اچانک
قبروں میں سے نکل کر اپنے رب کی طرف
دوڑ پڑیں گے۔ (اور ایک دوسرے سے) کہیں گے
ہائے افسوس کس نے ہم کو ہماری خواب گاہ سے
اٹھایا۔ یہ وہی بات ہے جس کا خدائے رحمٰن
نے وعدہ کیا تھا۔ اور رسولوں نے سچ کہا تھا
وہ تو صرف ایک آواز ہو گی تب اچانک
سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے سو اس دن
کسی جان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور تمہیں تمہارے
اعمال کے مطابق جزا دی جائے گی جنتی لوگ اس دن ایک اہم کام میں
مشغول ہوں گے (اور بڑے) خوش خوش ہوں گے وہ
اور ان کے ساتھی (ظلّ کے) سایوں میں تختوں پر تکیے لگائے
بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لئے ان میں میوے (موجود) ہوں گے
اور جو کچھ وہ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا۔ انہیں سلام کہا جائے گا
یہ رب رحیم کی طرف سے پیغام ہو گا اور (اس دن یہ بھی کہا جائے گا کہ)
اے مجرمو! آج تم مومنوں سے الگ ہو جاؤ اے بنی آدم کیا میں نے تم پر

اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۲﴾
وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ
تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ هٰذِهٖ
جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۴﴾
اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۵﴾
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ
تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ
اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۶﴾
وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ
فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۷﴾
وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ
فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۸﴾
ع ۴

یہ ذمہ داری نہیں ڈالی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے اور صرف میری ہی عبادت کرو کہ یہی سیدھا راستہ ہے اور شیطان نے تو تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر رکھا ہے کیا تمہاری سمجھ میں نہیں آتا؟ (دیکھو) یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ آج تم اس میں اپنے کفر کی وجہ سے داخل ہو جاؤ۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کرتوتوں پر گواہی دیں گے۔

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیں پھر وہ (اے دیکھیے) رستہ کی تلاش میں چل پڑیں تو اس حالت میں وہ (دیکھو) رستہ کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان کو اپنے مرتبہ پر رکھتے ہوئے انہیں عقل سے محروم کر دیں پھر وہ نہ تو آگے جا سکیں اور نہ واپس لوٹ سکیں۔

۲۲
بائیسویں پیشگوئی
مشرقی اور مغربی دنیا میں اسلام کا زبردست نفوذ

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ

ایک نفخ صور تو فنائے دنیا کے بعد عالم آخرت میں ہوگا۔ نؤمن بہ و نصدقہ مگر ایک نفخ صور اسی دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ خدا کے انبیاء و مرسلین خدائی قرنا ہوتے ہیں۔ جن کے وجود میں سے آسمانی بگل بجایا جاتا اور مردے زندہ کئے جاتے ہیں اور وہ جو قبروں میں پڑے ہوتے ہیں اٹھائے

جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"صور پھونکنے سے اس جگہ یہ اشارہ ہے کہ اس وقت عادت اللہ کے موافق خداتعالیٰ کی طرف سے آسمانی تائیدوں کے ساتھ کوئی مصلح پیدا ہوگا اور اس کے دل میں زندگی کی روح پھونکی جائے گی اور وہ زندگی دوسروں میں سرایت کرے گی۔ یاد رہے کہ صور کا لفظ ہمیشہ عظیم الشان تبدیلیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے گویا جب خداتعالیٰ اپنی مخلوقات کو ایک صورت سے منتقل کرکے دوسری صورت میں لاتا ہے تو اس تغیر صُوَر کے وقت کو نفخ صور سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اہل کشف پر مکاشفات کی رو سے اس صُور کا ایک وجود جسمانی بھی محسوس ہوتا ہے۔ اور یہ عجائبات اس عالم میں سے ہیں جن کے سر اس دنیا میں بجز منقطعین کے اور کسی پر کھل نہیں سکتے۔ ... اور اس جگہ یہ بات بھی یاد رہے کہ زمانہ کے فساد کے وقت جب کوئی مصلح آتا ہے اس کے ظہور کے وقت پر آسمان سے ایک انتشار نورانیت ہوتا ہے یعنی اس کے اترنے کے ساتھ زمین پر ایک نور بھی اترتا ہے اور مستعد دلوں پر نازل ہوتا ہے تب دنیا خود بخود بشرط استعداد نیکی اور سعادت کے طریقوں کی طرف رغبت کرتی ہے اور ہر ایک دل تحقیق اور تدقیق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور نامعلوم اسباب سے طلب حق کے لئے ہر ایک طبیعت مستعدہ میں ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض ایک ایسی ہوا چلتی ہے جو مستعد دلوں کو آخرت کی طرف ہلا دیتی ہے اور سوئی ہوئی قوتوں کو جگا دیتی ہے اور زمانہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک انقلاب عظیم کی طرف حرکت کر رہا ہے۔ سو یہ علامتیں اس بات پر شاہد ہوتی ہیں کہ وہ مصلح دنیا میں پیدا ہو گیا۔ پھر جس قدر آنے والا مصلح عظیم الشان ہو غیبی تحریکات قوت سے مستعد دلوں میں اپنا کام کرتی ہیں۔ ہر ایک سعید الفطرت جاگ اٹھتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کو کس نے جگایا

ہر ایک صحیح الجبلت اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اور نہیں معلوم کر سکتا کہ یہ تبدیلی کیونکر پیدا ہوئی۔ غرض ایک جنبش سی دلوں میں شروع ہو جاتی ہے اور نادان خیال کرتے ہیں کہ یہ جنبش خود بخود پیدا ہو گئی لیکن در پردہ ایک رسول یا مجدد کے ساتھ یہ انوار نازل ہوتے ہیں۔"

(شہادۃ القرآن طبع اول صـ۱۶، ۱۹)

نیز فرمایا :۔

"نفخ صور سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تا معلوم ہو کہ مسیح موعود ارضی اور زمینی ہتھیاروں کے ساتھ ظاہر نہیں ہوگا۔ بلکہ آسمانی نفخ پر اس کے اقبال اور عروج کا مدار ہوگا۔ اور وہ پُر حکمت کلمات کی قوت سے اور آسمانی نشانوں سے لوگوں کو حق اور سچائی کی طرف کھینچے گا۔ کیونکہ وہ معقول فتنوں کے وقت آئے گا نہ سیفی فتنوں کے وقت اور اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ ہر ایک فتنہ کی طرز کے موافق نبی اور مجدد کو بھیجتا ہے۔"

(شہادۃ القرآن صـ۶۵)

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صور پھونکنے والے دو وجود ہوں گے۔

اخرج احمد والحاکم عن عبداللّٰہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال النافخان فی السماء الثانیۃ رأس احدھما بالمشرق ورجلاہ بالمغرب ینتظران متی یؤمران ان ینفخا فی الصور فینفخا۔

امام احمد اور حاکم نے یہ حدیث عبداللّٰہ بن عمرو سے روایت کی ہے اور وہ نبی کریم صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا صُور پھونکنے والے دو وجود ہیں۔ جو دوسرے آسمان میں ہیں جن میں سے ایک کا سر تو مشرق میں ہے اور پاؤں مغرب میں ہیں۔ وہ دونوں اس انتظار میں ہیں کہ ہمیں صور پھونکنے کا حکم کب ملتا ہے تا حکم پاتے ہی ہم صور پھونکیں۔

(در منثور تحت آیت سورہ انعام ولہ الملک یوم ینفخ فی الصور)

اس کشف کی تعبیر اس دنیا میں یوں ظاہر ہوئی کہ ان دو فرشتوں کے مظہر دو بزرگ وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے پسر موعود خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ ظاہر ہوئے۔ اور اس دوسرے وجود کا قدم مغرب میں پڑا۔ سر مشرق میں ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کا مقام پیدائش مشرق میں ہوگا۔ اور قدم مغرب میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضور بذات خود بھی مغربی ممالک میں تشریف لے جائیں گے اور آپ کے مشن بھی وہاں قائم ہوں گے جو مغربی اقوام کی زندگی کا باعث بنیں گے۔ اور السماء الثانیہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے دور میں ہوگا۔ نیز احادیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ ان دو نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم) سو اس کی بھی واقعات نے تصدیق کر دی۔ پہلا نفخ صور تو مکی مرکز قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہوا۔ اور پھر جب حضور کی وفات سنہ ۱۹۰۸ء میں ہوئی تو اس کے ٹھیک چالیس سال بعد سنہ ۱۹۴۸ء میں دوسرا مدنی مرکز سلسلہ بنا۔ اس مرکز سے دوسرا نفخ اس زور سے ہوا کہ اقوام مغرب کی آنکھیں کھل گئیں۔ قرآن مجید کے تراجم جگہ جگہ پھیلا دیئے گئے اور متعدد مساجد یورپ میں تعمیر ہو کر ان پر سے اللّٰہ اکبر کی صدائیں گونجنے لگیں اور اسلامی مشن بکثرت کھل گئے جن میں آزاد طبائع نوجوانوں کے گروپ کے گروپ پہنچ کر اسلامی تحقیقات کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے فالحمد للہ الذی صدق وعدہ۔ اس مدنی مرکز ربوہ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کو ایک عرصہ پہلے نظارہ بھی دکھایا گیا۔ حضور فرماتے ہیں :

"ہم مدینہ منورہ جانے والے ہیں اور ایک بڑا سا جہاز کھڑا ہے ہم اس جہاز میں اسباب بھی رکھ رہے ہیں کہ اتنے میں میں نے حکم دیا ہے کہ ابھی سامان اتار لو۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم مدینہ منورہ جائیں"۔ (حضور آگے اس کی تعبیر فرماتے ہیں کہ) "مدینہ جانے سے مراد کسی ایسے مقام کا میسر آ جانا ہے جو احمدیت کے لئے اسکی ترقیات اور فتوحات اور کامیابیوں کا ذریعہ ہو۔ جیسے مدینہ منورہ اسلام کی شان و شوکت کا مقام ثابت ہوا۔"

(الفضل ۶ جون ۱۹۴۴ء صـ۳)

اس مدنی مرکز کو احادیث میں طور بھی کہا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ مسیح کو کہے گا "حرز عبادی الی الطور" (صحیح مسلم باب نزول عیسیٰ بن مریم)
(ترجمہ) میرے بندوں کو طور کی طرف لے جا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس طور کا
نظارہ دکھایا گیا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"میں ایک پہاڑ کی طرف جا رہا ہوں اور ایک شعر میری زبان پر جاری
ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا وہ طور پہاڑ ہے اور میں اس مضمون کا شعر
پڑھ رہا ہوں کہ دیکھو طور پر خدا جلوہ گر ہے میں اس جلوہ کو خود دیکھتا ہوں
اور دوسروں کو دکھاتا ہوں۔"

(الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء ۲ جنوری ۱۹۲۳ء ص۱)

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں عیسائیت کے تین جھٹکوں کے بعد اب یہ چوتھا جھٹکا ہوگا جس
کے بعد اسلام اپنے عروج کو پہنچے گا۔ اب ان قوموں میں زندگی کی لہر دوڑ پڑے گی۔ اور ان میں روح
ڈال دی جائے گی۔ تب مُردے اچانک قبروں میں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔
فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ۔
ینسلون کا لفظ قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے ایک یہاں دوسرا سورہ انبیاء میں یاجوج ماجوج کے
تذکرہ میں فرمایا۔ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (انبیاء:۹۷)
وہاں تو ان کے دنیوی عروج و اقبال کے متعلق پیشگوئی تھی۔ اب یہاں ان کے روحانی عروج کی پیشگوئی ہے کہ
آخر یہ قومیں زندہ ہوں گی اور اسلام قبول کر کے دنیوی عروج کے ساتھ روحانی عروج بھی حاصل کریں گی
چنانچہ سورہ فاتحہ میں بھی اس طرف اشارہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سورہ انبیاء کی
آیت وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"حدب کے معنی بلندی (کے ہیں) نسل کے معنے ہیں دوڑنا۔ یعنی ہر بلندی پر
سے دوڑ جاویں گے۔ کل عمومیت کے معنے رکھتا ہے۔ یعنی ہر بلندی کو کود جاویں گے۔ بلندی پر چڑھنا
قوت اور ہمت کو چاہتا ہے۔ نہایت بڑی بھاری اور آخری بلندی مذہب کی بلندی ہوتی ہے ساری
زنجیروں کو انسان توڑ سکتا ہے مگر رسم اور مذہب کی ایک ایسی زنجیر ہوتی ہے کہ اس کو کوئی

ہمت والا ہی توڑ سکتا ہے۔ سو میں اس ربط سے ایک مذہبی بشارت معلوم ہوتی ہے
کہ وہ آخرکار اس مذہب کی رسم کی بلندی کو اپنی آزادی اور جرأت سے پھلانگ
جاویں گے۔ اور آخرکار اسلام میں داخل ہوتے جاویں گے۔ اور یہی خیال کے لفظ
سے بھی ٹپکتا ہے۔"

(الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۳ء ص۱۴)

نیز حضور کو الہام الٰہی سے یہ بھی بتایا گیا کہ عیسائی انگریز وغیرہ سچائی کی قدر کریں گے۔ چنانچہ حضور
نے فرمایا کہ:۔

"ہمارے مخالف دو قسم کے ہیں ایک تو مسلمان ملّا مولوی وغیرہ
دوسرے عیسائی انگریز وغیرہ۔ دونوں اس مخالفت میں اور اسلام پر ناجائز
حملے کرنے میں زیادتی کرتے ہیں۔ آج ہمیں ان دونوں قوموں کے متعلق ایک
نظارہ دکھایا گیا۔ اور الہام الٰہی کی صورت پیدا ہوئی۔ مگر اچھی طرح یاد نہیں رہا۔
انگریزوں وغیرہ کے متعلق اس طرح سے تھا کہ ان میں بہت لوگ ہیں جو سچائی
کی قدر کریں گے۔ اور ملا مولویوں وغیرہ کے متعلق یہ تھا کہ ان میں سے اکثر
کی قوت مسلوب ہو گئی ہے۔" (تذکرہ ص ۱۱۴)

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ یہ کہنے والے کون ہوں گے؟ کیونکہ ایسا
قول حقیقی روحانی زندگی پانے والوں کا تو ہو نہیں سکتا۔ سو اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا ارشاد پڑھیے۔ حضور سورہ زمر کی آیت وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ الخ
کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں۔ قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے
بھی۔ ... اس عالم کے لحاظ سے ان آیتوں کے یہ معنے ہیں کہ آخری
دنوں میں دو زمانے آئیں گے ایک ضلالت کا زمانہ اور اس زمانہ میں ہر ایک
زمینی اور آسمانی یعنی شقی اور سعید پر غفلت سی طاری ہوگی مگر جس کو خدا محفوظ
رکھے اور پھر دوسرا زمانہ ہدایت کا آئے گا۔ پس ناگاہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے

اور دیکھتے ہوں گے یعنی غفلت دُور ہو جائے گی۔ اور دلوں میں معرفت داخل ہو جائے گی۔ اور شقی اپنی شقاوت پر متنبہ ہو جائیں گے گو ایمان نہ لاویں گے"

(شہادۃ القرآن صفحہ ۲۵-۲۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے کہنے والے بھی شقی ہوں گے۔ جن پر ان کی شقاوت کا انکشاف تو ہو جائے گا۔ مگر ایمان لانے سے محروم رہ جائیں گے اور اسلامی معاشرے کی طیبہ و پاکیزہ فضا ان کے مزاج کو راس نہیں آئے گی۔ وہ چونکہ پہلے ایک گندے معاشرے کے عادی ہوں گے اور غلاظت کے کیڑوں کی طرح ان کی پرورش غلاظت میں ہی ہوتی رہی ہو گی۔ اس لئے وہ اس نئے پاکیزہ ماحول کو دیکھ کر پکار اٹھیں گے مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۔ یعنی ہماری آرام گاہ تو نفسانی عیاشی کے لئے ناچ گانے۔ قحبہ خانے۔ قمار خانے۔ تھیٹر اور سینما* وغیرہ دل بہلانے کی مجلسیں تھیں اب ہم کہاں آرام پائیں گے

---

* یہ سینما قومی اخلاق کا دیوالیہ نکالنے کے علاوہ قوم کا خون چوس رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے ایک دفعہ حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ کروڑوں روپیہ سینما پر ہر سال خرچ ہوتا ہے۔ لاہور ہی میں کوئی پچیس کے قریب سینما سنا جاتا ہے اور اوسطاً آمد ہر سینما کی ہفتہ وار دو تین ہزار بتائی جاتی ہے اگر اڑھائی ہزار اوسطاً آمد شمار کی جاوے تو ماہوار آمد دس ہزار ہوئی اور سالانہ ایک لاکھ بیس ہزار۔ بیس سینما بھی اگر شمار کئے جائیں تو صرف لاہور کا سالانہ سینما کا خرچ ۲۴ لاکھ ہوا۔ اگر ہندوستان کے تمام شہروں اور قصبات کو سینما کے لحاظ سے پچاس لاہور کے برابر بھی سمجھا جائے گو اس سے بھی زیادہ نسبت ہو گی تو بھی ایک ہزار سینما سارے ہندوستان میں بن جاتا ہے اور بارہ کروڑ کے قریب سالانہ خرچ سینما کا ہو جاتا ہے۔ اور اگر سینما کے لوازمات کو بھی شامل کیا جائے کہ ایسے لوگ بالعموم شراب خوری اور ایک دوسرے کی عیاشانہ دعوتوں میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ تو پچیس تیس کروڑ روپیہ سے زائد خرچ سینما اور اس کے لوازمات پر اُٹھ جاتا ہے۔" (اسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۳۷-۳۸)

آج علی الخصوص صرف ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جو سینما بینی کی لعنت سے پاک ہے اگر کبھی کوئی اکا دکا نوجوان اس گند میں ملوث ہونا بھی چاہے تو اخلاقی احتساب کا پہرہ اسے بے چین کئے رکھتا ہے اور پاکستان کے شہروں میں سے اسلامی نمونے کا شہر صرف ربوہ ہی ہے جس کی پاک فضا سینما گھر سے خالی ہے۔ ۱۲ منہ

اس کا جواب انہیں یوں دو۔ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۔ یہ وہی خدائی وعدہ ہے۔ جس کا اعلان صدیوں پہلے سے کر دیا گیا تھا کہ ایک وقت تمام زمین خدا کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (زمر آیت ۷۰) اور اس وقت انوار الٰہیہ کی تجلیات سے مشرقی اور مغربی ممالک بقعۂ نور بن جائیں گے۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اِنَّا لَقَادِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (معارج آیت ۴۰-۴۱)

اس مبارک دور کے متعلق متعدد انبیاء و مرسلین نے بھی اپنے اپنے اوقات میں بشارات دی تھیں جس کی تصدیق آج تمہارے سامنے ہے وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ

۱۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں مغرب سے اسلام کا سورج طلوع کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ حضرت یسعیاہ نبی فرما گئے:۔

"اے سمندر پر گزرنے والو اور اس میں بسنے والو! اے جزیرو اور ان کے باشندو! خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سرتاسر اس کی ستائش کرو" (یسعیاہ ۴۲ ب ۱۰)

۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی فرمایا۔

"خداوند کے حضور نیا گیت گاؤ اے سب اہل زمین خداوند کے حضور گاؤ۔ ... ... وہ زمین کی عدالت کرنے کو آرہا ہے۔ وہ صداقت سے جہان کی اور اپنی سچائی سے قوموں کی عدالت کرے گا۔"

(زبور ۹۶/۱-۱۳)

یہ انقلاب عظیم اس ایک ہی آسمانی آواز۔ جلال الٰہی کی تجلی کا نتیجہ ہو گا جس کے متعلق یوں خبر دی گئی تھی اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسی آواز کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی ایک ایسی آواز بھی آتی ہے کہ جو صاعقہ کے رنگ میں آسمان سے نازل ہوتی ہے اور انسان سننا چاہے یا نہ سننا چاہے اس کے کان اس آواز سے

پھاڑ دیئے جاتے ہیں اور ان کے سجبوں کو مُردہ کر دیا جاتا ہے اور ایسی قوموں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ دن آئے خدا کرے کہ ساری دُنیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز کو سننے لگے اور قرآن کریم کے معارف اور حقائق کا عرفان حاصل کرے" (الفضل ۱۳ اگست ۱۹۶۶ء ص۵)

نیز حضور اپنی جماعت کو ان فرائض کی طرف جو اس وقت ان پر عاید ہوتے ہیں توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"میں پھر تمام جماعتوں کو تمام عہدیداروں خصوصاً امرار اضلاع کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم کا سیکھنا۔ جاننا اس کے علوم حاصل کرنا اور اس کی باریکیوں پر اطلاع پانا اور ان راہوں سے آگاہی حاصل کرنا جو قرب الٰہی کی خاطر قرآن کریم نے ہمارے لئے کھولی ہیں ازبس ضروری ہے۔ اس کے بغیر ہم وہ کام ہرگز سرانجام نہیں دے سکتے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے"
(الفضل ۲۷ جولائی ۱۹۶۶ء ص۳)

اور حضور یہ بھی فرماتے ہیں :-

"میں پھر اپنے دوستوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم پر واجب ہے کہ ہر احمدی کا مرد اور ہر احمدی عورت۔ اور ہر احمدی بچہ ہر احمدی جوان اور ہر احمدی بوڑھا پہلے اپنے دل کو نور قرآن سے منور کرے۔ قرآن سیکھے قرآن پڑھے اور قرآن کے معارف سے اپنا سینہ و دل بھر لے اور معمور کر لے۔ ایک نور مجسم بن جائے۔ قرآن کریم میں ایسا محو ہو جائے۔ ایسا گم ہو جائے۔ ایسا فنا ہو جائے کہ دیکھنے والوں کو اس کے وجود میں قرآن کا ہی نور نظر آئے اور پھر ایک معلم اور استاد کی حیثیت سے تمام دُنیا کے سینوں کو انوار قرآنی سے منور کرنے میں ہمہ تن مشغول ہو جائے۔"

(الفضل ۱۰ اگست ۱۹۶۶ء ص۲)

عدل وانصاف کا شاہکار
اور
آسمانی بادشاہت کا مثالی دور

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

پس آج اس مبارک دور میں عدل وانصاف کی میزان قائم کی جائے گی۔ کوئی کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ نظام عدل اس وقت ایسا زبردست ہوگا کہ کسی کے لئے کسی قسم کی رو رعایت کی گنجائش نہیں ہوگی۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ مل رہا ہوگا اس بناء پر احادیث میں آیا ہے کہ آخری زمانہ میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر اکٹھا پانی پئیں گے۔

اسی مبارک زمانہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی الہام ہوا

ثُمَّ يُغَاثُ النَّاسُ وَيَعْصِرُوْنَ

یعنی پھر لوگوں کی دعائیں سنی جائیں گی۔ اور وقت پر بارشیں برسیں گی اور باغ اور کھیت پھل دیں گے اور خوشی کا زمانہ آجائیگا اور غیر معمولی آفتیں دور ہو جائیں گی"
(تجلیات الٰہیہ ص۷)

۲۳ تیئسویں تا ۲۸ اٹھائیسویں پیشگوئی
اصحاب الجنت کے متعلق چھ پیشگوئیاں

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ۔ هُمْ وَأَزْوٰجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ۔ لَهُمْ فِيْهَا فٰكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ

ان آیات میں جنتیوں کے متعلق چھ پیشگوئیاں ہیں۔ یہ جنتی کون ہیں!

بے شک عالم آخرت میں تو سب جنتی ان انعامات کے مستحق ہوں گے جن کی حقیقت اُس عالم میں کھلے گی۔ مگر اس دُنیا میں بھی ایک ایسے جنتی گروہ کے متعلق ان آیات میں پیشگوئیاں ہیں جن کا ہم موجودہ زمانہ میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور اس گروہ کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادِ ذیل سے فرمائی تھی۔ فرمایا۔

تفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قالوا من ھم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔	میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جو وہ سب کے سب ناری ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون ہوں گے فرمایا وہ فرقہ وہ ہو گا جو اس طریق پر ہو گا جس پر کہ میں اور میرے صحابہ ہیں۔

(ترمذی ابواب الایمان باب ما جاء فی افتراق ھذہ الامۃ)

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسا طریق اور نظام تھا جس پر صحابہ کرام قدم زن تھے اور زمانہ صحابہ کے بعد وہ نظام جاتا رہا۔ سو واضح ہو کہ وہ وحدت و اتحادِ ملت کا جماعتی نظام تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے دور تک جاری رہا۔ عہد خلافت راشدہ تک مسلمان ہر قدم امام کی ماتحتی میں اٹھاتے رہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمیشہ ان کے پیش نظر رہا کہ

الامام جُنّۃ یقاتل من ورائہ (مسلم کتاب الامارۃ)	امام وہ ڈھال ہوتی ہے جس کے پیچھے ہو کر لڑائی کی جا سکتی ہے۔

خلافت کے اٹھ جانے پر امت میں افتراق و شقاق پیدا ہو کر آپس میں ان کے جنگ و جدال جاری ہو گیا۔ پھر سیاسی اختلافات بڑھتے بڑھتے مذہبی تفرقوں کا شکار ہو کر امت

---

[1] اس کی طرف اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں تصریح ہے چنانچہ فرمایا ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ (مشکوٰۃ باب الاعتصام) یعنی ۷۲ فرقے تو جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں اور وہ وہی فرقہ ہے جو جماعتی نظام سے وابستہ ہے۔

مختلف فرقوں میں بٹ گئی جس کے بعد ان کا اتحاد ناممکن ہو گیا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی امت کے لئے رؤف و رحیم تھے باوجود ایسے حالات پیدا ہونے کی خبر دیتے ہوئے امت کو مایوس نہیں ہونے دیا بلکہ اس کے زبردست اجتماع و اتحاد کی پیشگوئی فرمائی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہونے سے ظہور پذیر ہونے والی تھی۔ چنانچہ فرمایا

کیف تھلک امتی انا فی اولھا والمسیح فی اٰخرھا۔	میری امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اول میں میں ہوں اور اس کے آخر میں مسیح ہوں گے۔

(ابن ماجہ باب الاعتصام بالسنۃ)

اس مقدس وجود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا وجود قرار دے کر اس کے ذریعہ پھر خلافت راشدہ کے دور جاری ہونے کی بشارت فرمائی۔ ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

اس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام ہی اس دُنیا میں جنتی نظام ہے۔ اور اس سے وابستہ نفوس جنتی ہیں۔

جنتی نظام سے وابستہ نفوس کے متعلق ۶ پیشگوئیاں

۱۔ پہلی پیشگوئی: فِیْ شُغُلٍ فٰکِھُوْنَ

شُغُلٍ میں تنوین تعظیم کی ہے۔ اشارہ ہے کہ احمدیہ جماعت دینی خدمات، اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبۂ اسلام اور کسرِ صلیب کے عظیم الشان اہم کاموں میں مصروف ہو گی۔ اور ان کاموں میں مصروفیت کے باعث یہ لوگ اکتائیں گے نہیں بلکہ فٰکِھُوْن وہ خوش خوش ہوں گے اور اس سے لطف اندوز ہوں گے۔ سورۂ طور میں آیا ہے فاکھین بما اٰتاھم کہ اللہ تعالیٰ انہیں جو کامیابیاں عطا فرمائے گا ان کی وجہ سے وہ بہت ہی خوش ہوں گے۔

مذہبی جماعت کا اہم مشغلہ مذہبی تبلیغ اور اسلام کے حقائق و معارف کا اظہار کر کے مذہب کے حسین چہرے کو نمایاں کرنا اور مخالفین کی طرف سے جو اس پر اعتراض کئے جاتے ہیں ان

کی باحسن طریق مدافعت کرکے دشمن کا منہ بند کرنا ہوتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ جماعت احمدیہ اس کام کے لئے خصوصیت سے دنیا میں شہرت پا چکی ہے اور یہی اس کی زندگی کا بہترین مشغلہ ہے۔

(فی شغل کی دوسری تفسیر) واضح ہو کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے فی شغل کی تفسیر میں منقول ہے کہ جنتی لوگ قرآن مجید کے حقائق و معارف کے حصول اور اس کے مشکل مقامات کے حل کرنے میں مشغول ہوں گے۔ عن ابن عباس قال فی افتضاض الابکار وعن ابن مسعودؓ قال شغلھم افتضاض العذاریٰ (در منثور) اور روح المعانی میں ہے وھو المروی عن جعفر الصادقؓ۔ یعنی یہ تفسیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ظاہر پرستوں نے الفاظ کی حقیقت نہ سمجھنے کے باعث ایسی روایتوں سے ٹھوکر کھائی اور قرآن مجید کو غیروں کا ہدف مطاعن بنا دیا۔ درحقیقت یہ اقوال ایک قیمتی موتی تھے۔ جس کی حقیقت کا کھوج لگانا ان کا فرض تھا۔ اصل میں یہ تمثیلی کلام اور ایک روحانی استعارہ ہے۔ قرآن مجید اس قسم کے استعاروں اور تمثیلوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو مشہور ہے کہ آپ عموماً تمثیلوں میں بات کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی آمد ثانی کے وقت مشعل بردار کنواریوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے[1]۔ پھر کیوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے ایسے رنگ میں کلام کرنا معیوب قرار پائے۔ پس ان کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ قرآن حکیم کے ان

[1] چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مثیل مسیح تھے آپ کو بھی رؤیا میں یہی تمثیلی کلام الٰہی حکمت تامہ کے ماتحت کہنا پڑا چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔ "اس تمثیل میں حضرت مسیح ناصریؑ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب دوبارہ دنیا میں آؤں گا تو کچھ قومیں جو ہوشیار ہوں گی وہ مجھے مان لیں گی۔ لیکن کچھ اپنی غفلت کی وجہ سے مجھے ماننے سے محروم رہ جائیں گی۔ پس اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رؤیا کی حالت میں میں ان سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جس کے ظہور کے لئے انیس سو سال سے کنواریاں منتظر بیٹھی تھیں۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں ... تو کچھ نوجوان عورتیں جو سات یا نو ہیں اور جو کنارہ سمندر پہ بیٹھی ہوئی میری طرف دیکھ رہی تھیں ان الفاظ کے سنتے ہی دوڑتے ہوئے میری طرف آئیں اور انہوں نے میرے ارد گرد گھیرا ڈال لیا اور کہا ہاں ہاں تم سچ کہتے ہو۔ ہم انیس سو سال سے تمہارا انتظار کر رہی تھیں۔"
(الفضل ۱۹ فروری سنہ ۱۹۶۰ء)

حقائق و معارف کے کھوج لگانے میں منہمک ہوں گے جو پہلے لوگوں پر منکشف نہیں ہوئے ہوں گے۔ اس لئے وہ آیتیں بمنزلہ عذاریٰ ہوں گی۔ پس مضامین قرآن کو عذاریٰ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے۔ حضورؑ قرآن مجید کی آیات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

اذا ما نعت استارھا فکأنھا
عذاریٰ ارین الوجہ منی تحنن
فظلّ العذاریٰ ینتھبن بجلوۃ
لماع قلوب المبصرین بمازق
(حجۃ اللہ ص ۸۲)

جب ان کے پردے اٹھائے گئے تو گویا وہ باکرہ عورتیں تھیں جنہوں نے برقعہ میں سے منہ نکالا۔ پس ان باکرہ عورتوں نے عارفوں کے دلوں کے مال کو کھلم کھلا لوٹنا شروع کیا۔

نیز حضور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

وما القرآن الّا مثل دُرَرٍ
فرائدُ زانھا حسن البیان
وما مست اکف الکاشحینا
معارفہا التی مثل الحصان
بہ ما شئت من علم وعقل
واسرار وابکار المعانی
(نور الحق ص ۶۵/۱۲)

اور قرآن تو حقیقت میں بیش قیمت موتیوں کی طرح ہے جس کے حسن بیان نے اس کو زیب دے کر اور بھی خوبصورت بنا دیا ہے اور دشمنوں کی ہتھیلیاں ان معارف کو چھوئی بھی نہیں جو قرآن میں ایسے طور پر چھپے ہوئے ہیں جیسے پاکدامن عورتیں اور اس میں ہر قسم کا وہ علم و عقل ہے جس کی تمہیں خواہش ہے، اور انواع و اقسام کے بھید اور اچھوتے مضامین اور نئی صداقتیں ایسی بھری پڑی ہیں گویا نئی نویلی باکرہ عورتیں ہیں۔

قرآن مجید کی آیات و سُوَر کا کشف میں طبقہ اناث کی شکل میں متمثل ہونا

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ اخلاص کے متعلق فرماتے ہیں:۔

تجلت لنا هذه السورة بمدينة حلب وقيل لي لما رأيتها هذه السورة لم يطمثها انس ولا جان فرأيت لها ومنها ميلاً عظيماً الى جانبي . وقد مثلت لي في شبه هذا المنزل الذي كنت دخلته قبل ذلك ثم قيل لي هي خالصة لك من دون المؤمنين ... وذلك انه لما نزل الالهام بتلاوة سورة الاخلاص لذفت عين الفهم في تسميتها بهذا الاسم دون غيرها من السور"	ایک دفعہ حلب شہر میں یہ سورۃ متمثل ہو کر میرے سامنے نمودار ہوئی جب میں نے اسے دیکھا تو مجھے کہا گیا کہ یہ وہ سورۃ ہے جس کو اس سے پہلے (کسی انسان نے چھوا اور نہ کسی جن نے۔ میں نے اسے دیکھا تو اس کا میری طرف بڑا میلان تھا اور ایک دفعہ اس سے پہلے بھی اسی جگہ جہاں میں داخل ہوا تھا اس کے مشابہ یہ سورۃ مجھ پر متمثل ہوئی تھی اور مجھے کہا گیا کہ یہ تیرے لئے خاص ہے (اس ذات) دوسرے مومنوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور یہ یوں کہ جب مجھ پر سورۂ اخلاص کی تلاوت کے متعلق الہام نازل ہوا تو میری توجہ سورۃ کے اس نام سے موسوم ہونے کی وجہ تسمیہ پر مرتکز ہو گئی یعنی اس سورۃ کا یہ نام کیوں رکھا گیا۔ دوسری سورتیں اس نام سے موسوم کیوں نہ ہوئیں۔

(فتوحات مکیہ ص ۲۰۳-۲۰۴ / ۳۶۰ باب ۲۷۵)

اس جگہ خاکسار بھی اپنا ایک آپ بیتی واقعہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہے۔ بعض بزرگان سلف کی میں نے تحریر پڑھی کہ ان پر قرآن مجید کی بعض سورتوں کے متعلق انکشاف ہوا کہ ان میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہے۔ چنانچہ شیخ کامل ابن معتوق مصری نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے محامد میں جو قصیدہ نعتیہ لکھا ہے اس کے دو شعر درج ذیل ہیں۔ ان میں حضرت امام مہدی اور آپ کے خلفاء کی بابت لکھتے ہیں:۔

كذا هم بالعم والضحى شرفنا والنور والنجم من اتى اتت بهم سل الحواميم هل في غيرهم نزلت وهل اتى هل اتى الا بمدحهم	سورۂ عم۔ سورۂ ضحیٰ اور سورۂ نور اور سورۂ نجم میں سے جس سورۃ کو بھی تو دیکھے ان کے شرف کے لئے کافی ہے حوامیم کے متعلق بھی تو اہل علم سے پوچھ لے کیا وہ ان کے سوا کسی اور کے بارہ میں اتری ہیں اور سورۂ ھل اتی بھی انہیں کی مدح میں آئی ہے۔

ان میں سے سورۂ ہل اتی کا جب خاکسار نے بغور مطالعہ کیا تو بفضلہ تعالیٰ اس کا حل بخوبی پالیا۔ اور خاکسار نے اس کے نوٹس بھی قلمبند کر لئے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو کسی وقت انشاء اللہ اس کی تفسیر پیش کر دی جائے گی۔ اور بعض سورتوں کے متعلق ایک دفعہ خاکسار جناب الٰہی کی خدمت میں دعا کر رہا تھا کہ اس کا انکشاف ہو تا انشراح صدر سے انہیں دنیا کے سامنے پیش کر سکوں۔ اسی اثنا میں کشفی حالت طاری ہوئی اور دیکھا کہ ایک مستورہ برقعہ پہنے بیٹھی ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ بہشتی حور ہے۔ تب مجھے شوق پیدا ہوا کہ اس کے حسن و جمال کا بھی اگر کہیں مشاہدہ ہو جاتا تو بہتر تھا۔ تب دیکھتا ہوں کہ وہ اپنا چہرہ دکھانے کے لئے منہ سے نقاب ہٹانا چاہتی ہے کہ یکدم دل میں خیال آیا کہ آخر یہ حور کسی مرد خدا کی منسوبہ ہے۔ میرے لئے اس کے چہرہ پر نگاہ ڈالنا کیونکر جائز ہے۔ فوراً ہی آیت قل للمومنين يغضوا من ابصارهم سامنے آ گئی۔ تب میں نے آنکھیں نیچے کر لیں۔ اس پر اس مستورہ نے بھی نقاب نیچے کر دیا۔ اس کے بعد وہ حالت جاتی رہی۔ تب میں سمجھا کہ ان سورتوں کے حقائق کی نشاندہی شاید کسی اور بندۂ خدا کے لئے مقدر ہے۔

ایک اور لطیف تفسیر

فی شغل کی ایک اور لطیف تفسیر بھی بعض مفسرین نے کی ہے چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

قيل ضيافة الله وهي يوم الجمعة في الفردوس الاعلى عند كثيب المسك وهناك يتجلى سبحانه لهم عيانا جل شانه جميعا (روح المعانی)	شغل کی ایک تفسیر کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی مہمانی ہے اور وہ جمعہ کے دن فردوس اعلیٰ میں مشک کے ٹیلے کے پاس ہوگی اور اس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا۔ تب وہ سب اللہ جل شانہ کا دیدار کریں گے۔

اس ضیافت الٰہیہ کے متعلق حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے بھی بشارت دیتے ہوئے فرمایا

"جب تم ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب اور سب نبیوں کو خدا کی بادشاہت میں شامل اور اپنے آپ

کو باہر نکلا ہوا دیکھو گے تو وہ رونا اور دانتوں
کا پیسنا ہوگا۔ لوگ پورب۔ پچھم۔ اُتر۔ دکھن
سے آکر خدا کی بادشاہت کی ضیافت
میں شریک ہوں گے " (لوقا ۱۳: ۲۸-۲۹)

اس تفسیر کے ضمن میں چار امور غور طلب ہیں :۔

۱۔ یہ ضیافت الٰہیہ کیا ہے ۔
۲۔ اس ضیافت کا یوم الجمعہ کے ساتھ خاص تعلق کیوں ہے ۔
۳۔ کثیب المسک کیا ہے ۔
۴۔ چوتھا امر تجلی الٰہی ہو کر دیدار الٰہی ہونا ۔

بے شک اس پیشگوئی کی حقیقت کا انکشاف اعلیٰ اور اکمل طور پر تو عالم آخرت میں ہی ہوگا۔ جس پر ہمارا ایمان ہے۔ اُن کوائف کے فہم و ادراک کی استعداد ہمارے ذہنوں میں اس عالم میں تو ہو ہی نہیں سکتی۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے مالاعین رأت ولا اذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر۔ (مشکوٰۃ باب صفۃ الجنۃ واھلھا) مگر جہاں تک اس پیشگوئی کے ظہور کا اس دنیا کے ساتھ تعلق ہے اس پر تو ایک مومن کو غور کرنا کوئی امر ممنوع نہیں ۔ بلکہ یہ تو اسکی فطری تڑپ اور روحانی پیاس کا تقاضا ہے۔ پس جہانتک واقعات نے اس تفسیر کی عملی شہادت ادا کر کے اس کی حقیقت کا اظہار کیا ہے خاکسار اسے اپنے فہم ناقص کے مطابق آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

امر اوّل یہ کہ ضیافت الٰہیہ کیا ہے۔ اس کے لئے آپ حدیث نبوی کا بغور مطالعہ فرمائیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا ایک رؤیا بیان فرماتے ہیں۔ رؤیا میں دیکھا کہ فرشتے حضور کے متعلق ایک تمثیل بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص نے مکان بنایا اور اس میں ضیافت کا انتظام کیا اور اس ضیافت میں شریک ہونے کی خاطر لوگوں کو بلانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا بعض لوگ تو اس کی دعوت قبول کر کے اس مکان میں داخل ہوئے اور ضیافت کھائی اور بعض بدقسمت نکلے اور دعوت قبول نہ کی اور اس ضیافت سے محروم رہے۔ اس کے بعد فرشتوں نے اس رؤیا کی تعبیر بتلاتے ہوئے کہا کہ مکان جنت ہے اور ضیافت الٰہیہ کے لئے بلانے والا مقدس وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

پس جس نے محمد کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔
(بخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اس حدیث سے واضح ہے کہ ضیافت الٰہیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش فرمودہ وہ عالمگیر شریعت اور کامل و مکمل دین اسلام ہے جس کے آپ داعی تھے۔ آپ کے زمانہ میں نزول شریعت اور دین الٰہی کی تکمیل تو ہوگئی مگر اشاعت دین کی تکمیل آپ کے وقت میں نہ ہو سکی۔ کیونکہ اس دور میں انسانی دماغ بڑے جوش میں تھے مادی زمین کی طرح اس وقت اذہان انسانی گویا کرۂ آتشین بنے ہوئے تھے۔ جس طرح تخلیق زمین کی تکمیل دو دوروں میں ہوئی خلق الارض فی یومین۔ (حم سجدہ ۲) پہلے دور میں زمین کرۂ آتشین تھا۔ نباتی۔ حیوانی اور انسانی آبادی کے قابل نہیں تھا۔ آخر آہستہ آہستہ ٹھنڈے ہو کر دوسرے دور میں یہی کرہ انسانی آبادی کے قابل ہو گیا۔ اسیطرح اذہان انسانی کی زمین کی تبرید اور تکمیل کے لئے بھی دو سلسلہ دور مقدر تھا جس میں اشاعت اسلام عالمگیر حیثیت سے اکناف عالم تک ہونی تھی۔ پہلا دور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر اسلام کی نشأۃ اولیٰ کا تھا اس وقت کفار جذبات نفسانی سے اس قدر مشتعل تھے کہ اسلام کے مقابل تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوئے جس کی بناء پر آخر حضور رحمۃ للعالمین کو بھی جہاد سیفی کی اجازت مل گئی۔ مگر دوسرا دور اذہان انسانی کا ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت بشری دماغ ٹھنڈے ہو کر بڑے آرام و سکون سے مذہب اسلام کی باتیں سننے کے لئے تیار ہوں گے۔ یہی زمانہ موعود اقوام عالم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا تھا جس میں اسلام کی اشاعت عالمگیر حیثیت سے مقدر تھی۔ اسی کے متعلق ارشاد الٰہی ہے

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی — وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ
وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ — اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر
وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۔ (الصف ۱۰) — غالب کرے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں ۔

مفسرین اس آیت کو حضرت امام مہدی کی آمد پر چسپاں فرماتے ہیں ۔

پس اظہار علی الادیان کے لئے یہی زمانہ موزون تھا۔ کیونکہ یہی زمانہ قوموں کے اجتماع اور ملاپ کا زمانہ تھا۔ اسی کو قرآن مجید کی سورۃ تغابن میں یوم الجمع کہا گیا ہے اسی یوم الجمع کے ساتھ ضیافت الٰہیہ کا خاص تعلق تھا۔ چنانچہ اس زمانہ کی ضروریات اور لوازمات کی تکمیل کے لئے سورہ جمعہ میں آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کی خبر دی گئی کہ اس وقت اللہ تعالےٰ ابناء فارس میں سے اس مرد کو کھڑا کریگا جس کے وجود کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا وجود قرار دیا وہ آکر اشاعت اسلام کے کام کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ خیر القرون کے بعد بند ہو گیا تھا اسے از سر نو جاری کرے گا۔ اور اکناف عالم میں ضیافت الٰہیہ کی دعوت اس زور شور سے دی جائے گی۔ جس کی گونج سے خطہ ارضی کا کوئی حصہ خالی نہیں رہے گا۔ ادھر حالاتِ زمانہ بھی کچھ اس قسم کے پیش آ جائیں گے جن کی وجہ سے قوموں کو اس آواز کی طرف کان دھرنا ہی پڑے گا۔ اور زمانہ کی تھپیڑیں انہیں سننے کے لئے مجبور کریں گی۔ کیونکہ دُنیا میں قیام امن اور تسکین قلب کے لئے ان کی روحیں تڑپ رہی ہوں گی۔ ان کو اپنی بھوک اور پیاس بجھانے کی جگہ کہیں نظر نہیں آ رہی ہوگی۔ ان حالات میں جب ان متلاشیان امن کے کانوں میں اس ضیافت الٰہیہ کی دعوت کی صدا ایک نہایت ہی سریلی اور محبت بھری آواز میں پڑے گی جو ان کی ہر قسم کی بھوک و پیاس بجھانے کی ضامن اور راحت و آرام اور تسکین قلب کی ذمہ دار ہوگی تب وہ بے تحاشا اسکی طرف لپکیں گے اور لواء اسلام کے نیچے پناہ لے کر جب اس دار الضیافت میں پہنچیں گے تب اپنی ہر قسم کی بھوک و پیاس بجھا کر راحت و آرام پائیں گے اسی موقعہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما گئے ہیں۔ ؎

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے متعلق یہ بشارت فرمائی تھی کہ

لا یبقیٰ علیٰ ظہر الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ اللّٰہ کلمۃ الاسلام بعز عزیز او ذل ذلیل۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)	روئے زمین پر کوئی گھر بھی ایسا نہیں رہے گا نہ شہروں میں سے اور نہ بستیوں میں سے جن میں اسلام کا نفوذ نہ ہو چکا ہو بعض تو اسلام بخوشی قبول کر کے عزت پائیں گے اور بعض زمانہ کے مصائب جھیل کر اور ذلت کے دور میں سے گزر کر اپنی عزت اسلام اختیار کرنے میں ہی پائیں گے۔

یہی زمانہ روحانی دنیا میں یوم الجمعہ کہلاتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

ان یومنا ھذا یوم الجمعۃ حقیقۃ وقد جمعت فیہ اناس دیار واضین وجمعت فیہ ما تحتاج الیہ نفوس الناس من سعادۃ الدنیا والدین ومن انواع العلوم والمعارف واسرار الشرع المتین وزوجت النفوس ... وفی آخر الامر یجمع اللہ فیہ شمل دیننا رحمۃ علیٰ ھذہ الامۃ وعلی العالمین وینجی الخلق من شفا حضرۃ کانوا علیہا وعد من اللّٰہ وھو اصدق الصادقین ویظھر الاسلام علی الادیان کلہا وتریٰ جمعًا من کل قوم سیدخلون فیہ تو ابین ... والی خلقت فی ھذہ الجمعۃ فی ساعۃ العصر والعسر للاسلام والمسلمین۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۶۰-۱۶۲)	ہمارا یہ دن درحقیقت جمعہ کا دن ہے کیونکہ اس میں ہر ملک اور ہر زمین کے آدمی جمع کئے گئے ہیں اور نیز اس دن میں دنیا اور دین کی سعادت میں سے ہر ایک چیز جمع کی گئی ہے جس کی طرف لوگوں کو حاجت پڑتی ہے اور نیز ہر طرح کے علوم اور معارف اور شرع متین کے اسرار جمع ہو گئے ہیں۔ اور لوگوں کے تعلقات آپس میں بڑھ گئے ہیں ... اور امید ہے کہ آخرکار رحیم خدا ہمارے دین کی پراگندگی کو دور کر دے گا۔ اور خلقت کو اس گڑھے کے کنارے سے ہٹا لے گا جس کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ یہ خدا کا وعدہ ہے اور وہ سب سچ بولنے والوں سے زیادہ سچ بولنے والا ہے اور اسلام سب دینوں پر غالب آئے گا اور ہر قوم کی جماعتیں توبہ اور خلوص دل کے ساتھ اس میں داخل ہوں گی ... اور میں اس جمعہ میں عصر کے وقت اور ایسے وقت میں جب کہ اسلام اور مسلمانوں کو تنگی اور عسر نے گھیر لیا تھا۔ پیدا کیا گیا ہوں۔

نیز حضور نے فرمایا:۔

" خدا تعالےٰ کی حکمت کاملہ نے اس بات کا التزام فرمایا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی چھٹے دن ہوئی تھی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت قرآنی کے لئے الف ششم مقرر کیا گیا۔ جو بموجب نص قرآنی چھٹے دن کے حکم میں ہے۔ اور جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن جمعہ تھا ایسا ہی ہزار ششم

میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے جمعہ کا مفہوم مخفی ہے۔ یعنی جیسے کہ جمعہ کا دوسرا حصہ تمام مسلمانوں کو ایک مسجد میں جمع کرتا ہے اور متفرق ائمہ کو معطل کر کے ایک ہی امام کے تابع کر دیتا ہے اور تفرقہ کو درمیان سے اٹھا کر اجتماعی صورت مسلمانوں میں پیدا کر دیتا ہے ... اس کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے کہ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا۔ پس یہ جمع کا لفظ اس روحانی جمعہ کی طرف اشارہ ہے ... سو ایک تو وہ روز جمعہ تھا جس میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور دوسرے وہ روز جمعہ ہے جس کی نسبت آیت لیظہرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا۔"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹)

دوسرے امر کا حل

پس تحریر بالا سے دوسرا امر بھی حل ہو گیا جو یہ سوال تھا کہ اس ضیافت کا یوم الجمعہ کے ساتھ خاص تعلق کیوں ہے۔

تیسرے امر کا حل

اب رہا تیسرا امر کہ کثیب المسک کیا ہے۔ پس اس کے متعلق بھی سنئے۔ کثیب ٹیلے کو کہتے ہیں۔ اور عربی میں اس کا مترادف یعنی ہم معنے لفظ ربوہ ہے۔ ربوہ بھی ٹیلے کو کہتے ہیں۔ یہی ربوہ ضیافت الٰہیہ کی دعوت کا خصوصی مرکز ہے۔ جہاں سے تمام اکناف عالم میں مبلغین اسلام دعوت اسلام کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ یہ دعوت اسلام کا مدنی مرکز ہے۔ جس طرح اسلام کی نشاۃ اولیٰ میں ایک وقت تک مکہ معظمہ مکی مرکز تھا۔ مگر جب بامر مجبوری وہاں سے ہجرت کرنی پڑی تو بعد ہجرت مدینہ مدنی مرکز قرار پایا۔ اسی ربوہ کو تفسیری روایت میں کثیب المسک کا خطاب دیا گیا ہے۔ اور یہ خطاب اس لئے دیا گیا کہ یہی خطہ صفحۂ ارضی پر اس وقت دعوتِ اسلام کا مرکز ہے۔ جہاں سے صحیح اسلامی تعلیم اور اعلیٰ اخلاق و روحانیت۔ اسلامی برکات اور آسمانی نشانات کی عطر و عبیر کی خوشبو دنیا کی مہک تمام عالم میں پھیل رہی ہے۔ دنیا میں حقیقی امن قائم کرنے کی تحریک کا یہی منبع ہے۔ مغربی تہذیب

دجالی اقوام نے جو معاشرۂ انسانی کی پاکیزہ فضا کو متعفن اور مسموم بنا دیا تھا اس کی ہیئت مٹانے اور تعفن دور کرنے کا علاج اسی مرکز اشاعت اسلام اور روحانی شفاخانہ سے ہی ہو گا۔ جیسا کہ احادیث میں بھی اس کی بشارت دی گئی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج کی لاشوں سے جو تعفن دنیا میں پھیل چکا ہو گا مسیح موعود نبی اللہ عیسٰے اور آپ کے صحابہ کی دعاؤں سے ہی وہ تعفن دور کیا جائیگا دیکھیں صحیح مسلم باب ذکر الدجال اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس ربوہ کی روحانی طاقت کے متعلق یہ ارشاد فرما گئے ہیں:۔

"(یہ) ربوہ جو ایک گدڑ سے زیادہ حیثیت نہیں
رکھتا۔ ایک شور زمین والا جس میں اچھی طرح
فصل بھی نہیں ہوتی۔ جس میں پانی بھی کوئی نہیں۔
اس ربوہ میں سے وہ لوگ نکلیں گے جو واشنگٹن
اور نیویارک اور لندن اور پیرس کی اینٹ سے
اینٹ بجا دیں گے۔"

(الفضل ۲۸ اخاء ۱۳۳۴ ہش ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۵)

امر چہارم

اب رہا چوتھا امر کہ تجلی الٰہی ہو کر دیدار الٰہی ہو نہ سو اس کے متعلق یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تو وراء الوراء ہستی ہے۔ اس کا دیدار ان جسمانی آنکھوں سے ممکن ہی نہیں۔ لا تدرکہ الابصار اس کی شان ہے۔ ہاں اس کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ وھو یدرک الابصار کہ وہ اپنے وجود کی تجلیات کو آنکھوں کے سامنے لانے کے لئے مقدس ہستیاں انبیاء و مامورین کی پیدا فرماتا رہتا ہے۔ انہیں کے وجود میں اس کا چہرہ نظر آتا ہے وہ آئینۂ خدا نما ہوتے ہیں۔ ان کے وقت میں بکثرت علوم غیب کا اظہار ہوتا ہے۔ اور آسمانی نشانات اور الٰہی تجلیات کا نزول بارش کی طرح ہوتا ہے جس سے سوتی دنیا جاگ اٹھتی ہے۔ اندھوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ یقین کی آنکھوں سے وہ ان جلووں کے مشاہدے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس مشاہدہ عین الیقین کا نام دیدار الٰہی

ب۔ امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا۔

هل رأيت ربك يا امير المومنين فقال عليه السلام افاعبد مالا ارى قال كيف تراه. قال لاتدركه العيون بمشاهدة العيان ولكن تدركه القلوب بحقائق الايمان قريب من الاشياء غير ملامس بعيد منها غير مباين متكلم لا بروية۔

(نہج البلاغۃ ص۱۲۷ مطبوعہ طہران)

اے امیرالمومنین! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا بھی ہے آپ نے فرمایا کیا میں ایسی ذات کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے اب تک دیکھا ہی نہیں سائل نے پھر کہا آپ اسے کس طرح دیکھتے ہیں فرمایا اگرچہ ظاہری آنکھیں تو اسے نہیں دیکھ سکتیں۔ لیکن دل کی آنکھیں حقائق ایمانی کے ذریعہ اس کا روحانی مشاہدہ کرتی ہیں کیونکہ وہ ذات سب چیزوں کے قریب ہے مگر چھوئی نہیں جاسکتی ایک لحاظ سے ان سے بعید بھی ہے مگر بغیر فاصلہ کے ہمارا خدا اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اس کے عاشق روحانی کانوں سے اس کا کلام سنتے ہیں مگر مادی آنکھوں سے اسے دیکھ نہیں سکتے۔

پس ان انبیاء و مامورین کے ساتھ جو ہستیاں وابستہ ہو جاتی ہیں وہ تو ہمیشہ ان جلووں کے مشاہدے کرتے ہی ہیں انہیں ہستیوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے لتکونوا شھداء علی الناس پس وہ ان کے عینی شاہد بن کر اور علی وجہ البصیرۃ ہو کر دوسروں کو بھی دعوت دیتے ہیں۔ پس ان انوار تجلیات الٰہیہ کا مظہر اصل میں تو انبیاء کا وجود ہوتا ہے ان کی وفات کے بعد خلفاء کا وجود گرامی بھی مظہر تجلیات بنتا ہے۔ ان کے ذریعہ ان انوار کی شعاعیں اکناف عالم میں دور دور تک پھیلائی جاتی ہیں۔ دیکھو اس وقت ان انوار کا مرکز ربوہ ہے جلسہ سالانہ کے ایام میں جب کہ مذہبی دربار لگتا ہے خصوصیت سے ان انوار کا مشاہدہ کرنے کے لئے دور دور کے علاقوں سے لوگ آتے ہیں۔ اور مشرقی اور مغربی دنیا اس میں شمولیت کرتی ہے اسی مرکز انوار تجلیات الٰہیہ کی طرف اس تفسیری کلام میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وھناک یتجلی سبحانہ لھم فیرونہ جل شانہ جمیعًا اسی حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرما گئے ہیں ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

دوسری پیشگوئی ھُمْ وَاَزْوَاجُھُمْ فِیْ ظِلَالٍ۔

وہ اور ان کے ساتھی الٰہی حفاظت اور پناہ میں ہوں گے۔ چنانچہ اس حفاظت الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا کہ:۔

"آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے"۔ (تذکرہ ص۳۹۷)

اور اس کی ہماری جماعت میں بے شمار مثالیں ہیں۔

الف: جن دنوں دمشق میں فسادات کی آگ نہایت زوروں پر تھی اور دمشق کا ایک بڑا حصہ کھنڈر بنا دیا گیا تھا۔ انہی دنوں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ دمشق میں نہایت انہماک سے مصروف تبلیغ تھے۔ اس وقت ان کے لئے حفاظت الٰہی کا نشان نمایاں طور پر ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہر دو مجاہدین اسلام کی غیر معمولی طور پر حفاظت فرمائی۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان ہر دو حضرات کے جذبۂ اخلاص کی قدر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"میرے نزدیک علاوہ اس اخلاص کے جو شام کے مبلغین نے کیا اور عین گولہ باری کے نیچے تبلیغ کی اس پر ہمارے دشمن بھی حیران ہیں"

(الفضل ۱۸ جون ۱۹۲۶ء)

حضرت مولانا شمس صاحب نے خود بھی اپنا واقعہ یوں تحریر فرمایا۔

"خاکسار اپنی طاقت کے موافق ان حالات میں جب کہ لوگوں کو رات دن اپنی جانوں کا فکر رہتا تھا۔ شہر میں جنگ ہوتی تھی۔ توپیں دندناتی مشین گنیں چلتیں اور بم کے گولوں کے پھٹنے کی آوازیں ہر طرف سنائی دیتی تھیں۔ کام کرتا رہا۔ دو سال تک یہی حالت رہی"

(الفضل ۲۰ اپریل ۱۹۲۸ء ص۶)

اس کے بعد بھی جب دوسری جنگ چھڑ گئی۔ حضرت مولانا شمس صاحبؓ ان دنوں لندن میں

مصروفِ عمل تھے۔ انگلستان میں بمباری ہونے لگی۔ لاکھوں بچے اور عورتیں لندن چھوڑ کر دور کے دیہات میں چلے گئے۔ اور بمباری کی وجہ سے کئی دفعہ لیکچروں کا سلسلہ بند کرنا پڑا۔ مگر ان نامساعد حالات میں بھی آپ نے اپنا کام جاری رکھا۔ دار التبلیغ میں مذہبی مسائل پر لیکچر دیے۔ ملک کی مشہور سوسائٹیوں میں شمولیت کی۔ بیرونی ممالک سے آنے والی اہم شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں اور پیغامِ حق پہنچایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۴۰ - ۴۱ تا ۴۴ - ۴۵ء

(ب) ۱۹۴۴ء میں مغربی جاوا میں بغاوت ہوئی۔ بعض مقامی علماء نے جاپانی حکام سے احمدیوں کے متعلق شکایت کی کہ بغاوت میں ان کا ہاتھ ہے اس پر بعض دوسرے احمدیوں کے علاوہ ملک عزیز احمد خان، مولوی عبد الواحد صاحب سماٹری اور سید شاہ محمد صاحب گرفتار کر لئے گئے اور سماٹرا میں تو مولوی محمد صادق صاحب کو سزائے موت کا حکم صادر کر دیا گیا۔ اس طرح احمدی مبلغین جاپانی مظالم کا نشانہ بنائے گئے اور بظاہر نجات کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ مگر اس سے پہلے کہ جاپانی اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوتے اس ظالم حکومت کا تختہ الٹا دیا گیا۔ اور قدرتِ الٰہی کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس انقلاب کی نسبت احمدی مبلغوں کو قبل از وقت بشارت بھی مل چکی تھی۔

تفصیل کے لئے دیکھئے (تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۵۱۹-۵۲۰)

ج:- محترم مولانا ابو العطاء صاحب مبلغ بلاد عربیہ حال ناظر اصلاح و ارشاد نے خاکسار کو اپنے ایک خاص واقعہ کے متعلق مطلع فرمایا جو دورانِ تبلیغ میں خادمِ احمدیت کے قیمتی وجود کی حفاظتِ خاص کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزانہ نشان ظاہر ہوا۔ فرماتے ہیں:-

"اس عاجز نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے قریباً پانچ سال کا عرصہ (۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک) بلاد عربیہ میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرتے ہوئے گزارا۔ اوائل فروری ۱۹۳۶ء سے ایک دو ماہ پہلے کی بات ہے ایک رات میں حیفہ سے کبابیر کو عزیزم محمد صالح صاحب العودہ احمدی کی معیت میں جا رہا تھا۔ اندھیری رات تھی۔ ان دنوں یہ راستہ بالکل غیر آباد تھا۔ راستے میں جو کھیت تھے انہیں پتھروں کی دیواروں سے محفوظ کیا گیا تھا۔ آدھا راستہ ہم گئے تھے کہ ایک کھیت

کے پتھروں کی دیوار سے پتھر جلد جلد گرے۔ اور یوں محسوس ہوا کہ چند اشخاص وہاں سے دوڑ رہے ہیں۔ ہم نے اس احساس کے باوجود اپنی رفتار کو جاری رکھا۔ اور بخیر و عافیت کبابیر پہنچ گئے اور اس واقعہ کو ہم نے کچھ اہمیت نہ دی۔ جب میں قادیان واپس پہنچا تو چند روز کے بعد مجھے عزیزم مکرم السلیم الربانی المرحوم کا خط موصول ہوا۔ اخویم سلیم الربانی موضع الطیرۃ نزد الکبابیر کے رہنے والے تھے۔ نہایت درجہ مخلص احمدی تھے۔ ان کے خط کا مضمون یہ تھا کہ الطیرہ کے بعض لوگوں نے آپ کے متعلق سازش کی تھی کہ آپ کو قتل کر دیا جائے چنانچہ وہ اس رات جب کہ آپ حیفا سے کبابیر کو جا رہے تھے بندوق لے کر جبل الکرمل پر کبابیر کے راستہ میں کچھ اوٹ میں بیٹھ گئے۔ جب آپ اور السید محمد صالح وہاں سے گزرے تو انہوں نے بندوق سے فائر کرنے کی کوشش کی مگر بندوق نہ چلی۔ جب وہ اس کوشش میں ناکام ہو گئے تو یہ کہتے ہوئے وہاں سے چل دیے کہ یہ شخص تو ولی اللہ ہے ہمیں اپنا ارادہ ترک کر دینا چاہیئے۔ لہٰذا ان لوگوں نے اپنے گاؤں الطیرہ میں بعض لوگوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا جس کا پرچا پھیل گیا۔"

د:- محترم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر (جنہوں نے ربع صدی سے زائد عرصہ بسلسلہ تبلیغ بیرونی ممالک میں گزارا) اپنے تحریری بیان میں جو خاکسار کو دیا تحریر فرماتے ہیں:

"۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے جب کہ دوسری عالمگیر جنگ جاری تھی اور میں فریضہ تبلیغ گولڈ کوسٹ (غانا) میں بجا لا رہا تھا ایک دن رومن کیتھولک فرقہ کے ایک گاؤں میں میں نے ابطال الوہیت مسیح کے موضوع پر لیکچر دیا اس کے دو تین دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سانپ میرے چیمبر پاٹ (پیشاب والے برتن) پر اس طرح چڑھا ہے کہ اس کا منہ اس کے پیندے کی طرف ہے اور دم باہر لٹکی ہوئی ہے۔

صبح کو بعد نماز فجر میں نے افریقین طلباء کو یہ خواب سُنائی اور بتایا کہ مجھ پہ یا جماعت پہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ میں یہ خواب بتا ہی رہا تھا کہ ایک طالب علم نے کہا کہ دیکھیئے آپ کی خواب پوری ہو گئی۔ چنانچہ پولیس کے متعدد افراد ہمارے مشن ہاؤس کو گھیرے میں لے رہے تھے۔ اس اثناء میں مشن ہاؤس کے شرقی گیٹ سے ایک شخص خفیہ پولیس کے عملہ کا جو عام کپڑوں میں ملبوس تھا۔ میری طرف بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا وہ مجھے دے دیا۔ میں نے جب اسے دیکھا تو وہ میری خانہ تلاشی کے متعلق وارنٹ تھا اس میں مجھ پر الزام لگایا گیا تھا کہ میرا جرمنی کے ساتھ تعلق ہے اور یہ کہ میں بذریعہ خط و کتابت اور ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ان سے رابطہ قائم رکھتا ہوں اور میرے متعلق اسلحہ و بارود رکھنے کا بھی الزام درج تھا۔ چنانچہ پولیس نے میری اچھی طرح تلاشی لی۔ چونکہ ڈپٹی کمشنر سالٹ پانڈ خود رومن کیتھولک عیسائی تھا۔ اس نے مجھے محض تنگ کرنے کے لئے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا کیا اور پولیس مجھ پہ ہاتھ نہ ڈال سکی۔ اور میرے خلاف کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا جب سپرنٹنڈنٹ پولیس مع اپنے عملہ کے میری تلاشی کر چکا تو انہیں اطلاع ملی کہ قریب کے گاؤں میں بعض غیر مسلم لوگ شراب بنانے کے کاروبار میں مصروف ہیں۔ یہ اطلاع پاتے ہی وہ اس گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے اور موقعہ پر مجرموں کو پکڑ لیا۔ جب سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے ایک بوتل شراب کو اپنے ہاتھ میں پکڑا تو ایک مجرم نے اس بوتل کو توڑ دیا جس کے ٹوٹنے سے سپرنٹنڈنٹ پولیس کا ہاتھ بری طرح زخمی ہو گیا۔ اسے کار میں بٹھا کر بغرض علاج سالٹ پانڈ ہسپتال میں لے جایا گیا۔ جب وہ واپس ہو رہا تھا تو غیر مسلم باشندگان کے منہ سے یہ کلمات نکل رہے تھے کہ یہ سزا اسے اس لئے ملی ہے کہ اس نے خواہ مخواہ احمدی مبلغ کو جو خاموش طبع اور بے گناہ ہے۔ بلاوجہ

تلاشی لے کر تنگ کیا۔ اس واقعہ سے دوسرے دن میں اپنے مشیر قانون کو ہمراہ لے کر بمقام کیپ کوسٹ گیا اور چیف کمشنر سے مل کر حقیقت حال سے اسے آگاہ کیا اس وقت گولڈ کوسٹ میں برطانوی راج تھا چیف کمشنر نے قصہ سُن کر مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کس کا کام ہے۔ میں نے بتایا کہ یہ ڈپٹی کمشنر سالٹ پانڈ ہی کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ تحقیقات شروع ہوئی اور اس ڈپٹی کمشنر کا تبادلہ سالٹ پانڈ سے دوسری جگہ کر دیا گیا۔ اور تبادلہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ بلیک واٹر فیور سے بیمار ہو کر دو دن کے اندر ہی راہی ملک عدم ہو گیا۔"

۵۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ پاک و ہند کے دوران ایک احمدی بہن نے حفاظت پاکستان کے لئے فرشتوں کے نزول اور اپنے بیٹے کی حفاظت کی بشارت پا کر اطمینان قلب حاصل کر لیا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے سفر یورپ کے دوران ہڈرز فیلڈ میں ایک انگریز عورت نے سوال کیا کہ ایک سچے عیسائی اور ایک سچے مسلمان کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس کے جواب میں حضور نے اسے بتایا کہ:۔

"ایک سچا مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو۔ جو اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق رکھتا ہو۔ (فرمایا) اور اس فقرہ کے معنی تم اس وقت تک سمجھ نہیں سکتیں جب تک میں کسی مثال کے ذریعہ سے اسے واضح نہ کروں۔ میں اس بات کی وضاحت کے لئے تمہیں ایک مثال بتاتا ہوں بعد اور وہ یہ ہے کہ پاکستان میں ہماری ایک احمدی بہن تھیں جنگ کے دن تھے ۱۹۶۵ء کا زمانہ تھا اس کا ایک بیٹا سیالکوٹ کے محاذ پر تھا۔ ماں کی مامتا متفکر تھی۔ اس نے رات کو مصلّٰی بچھایا اور اپنے خدا کے حضور عاجزانہ دعا شروع کی کہ اے میرے رب! تو میرے بچے کی حفاظت کر اور مجھے تسلی اور تسکین دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ خبر دی کہ ہم نے پاکستان کی حفاظت کا انتظام کر دیا ہے۔ (میں مفہوم بتاؤنگا

اصل الفاظ تو اس وقت میرے ذہن میں نہیں۔ سنہ ۱۹۶۵ء میں جنگ کے زمانہ میں یہ رپورٹ میرے پاس آئی تھی) اس نے کہا۔ اے میرے رب ! میں تیرا شکر تو ادا کرتی ہوں کہ تو نے پاکستان کی حفاظت کا انتظام کر دیا ہے لیکن جہاں تک میرے بچے کا تعلق ہے میری تسلی نہیں ہوئی۔ کیونکہ پاکستان کی حفاظت میں بہت سے محبان وطن شہید بھی ہوں گے اور پاکستان کی حفاظت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مجھے تو فکر ہے اپنے بچے کی۔ اس کے متعلق مجھے بتایا جائے چنانچہ وہ مزید دعاؤں میں لگی رہی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اسے یہ بتایا کہ ہم نے سیالکوٹ کے محاذ پر فرشتوں کو نازل کیا ہے اور وہ وہاں محاذ کی حفاظت کریں گے اس بہن کے دل میں پھر شکریہ کے جذبات پیدا ہوئے۔ لیکن اس نے کہا اے میرے رب ! اب بھی میری تسلی نہیں ہوئی۔ میرے بچے کے متعلق بتایا جائے جس کے متعلق میں فکرمند ہوں۔ تب ایک ہی رات میں تیسری دفعہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل اور رحم سے اس کو یہ بتایا کہ تیرے بیٹے کی حفاظت کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے۔ اس نے خدا تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ ... ... اس کے بعد وہ بالکل بے فکر ہو گئی اور مطمئن ہو گئی۔ (آگے حضور فرماتے ہیں) یہ مثال اس کے سامنے رکھکر میں نے اس عیسائی عورت سے کہا کہ تم ساری دُنیا میں ایسی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتیں۔ میں تمہیں اس وقت صرف ایک مثال بتا رہا ہوں ورنہ اس قسم کی ہماری ایک بہن نہیں بلکہ ہزاروں بہنیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق رکھتی ہیں۔ اور ہمارے ہزاروں بھائی ایسے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ زندہ تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ ان سے ہمکلام ہوتا ہے وہ ان کو بشارتیں دیتا ہے۔ وہ ان کے دلوں پر تسکین کی پھوار نازل کرتا ہے۔ وہ ان کو ہر طرح مطمئن اور خوش کر دیتا ہے "

ق : سنہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بھی اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں :

" سنہ ۱۹۴۷ء کی آگ میں سے بھی (ہم) ہنستے ہوئے نکل آئے تھے حالانکہ حکومت بھی ظالم اور لوگ بھی خونخوار بنے ہوئے تھے سکھوں کو بھی ایک جنون تھا۔ آخر کار دنوں میں مسجد مبارک کی دیواروں پر قریباً روزانہ ہی گولیاں آکر لگا کرتی تھیں گرمیوں کے دن تھے۔ ہم اوپر بیٹھے قہقہے لگا رہے ہوتے تھے کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی تھی "

(الفضل ۲۲ اخاء ۱۳۴۸ہش - ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۹ء صٓ)

ر : واقفین زندگی مجاہدین پر آگ کے ٹھنڈا ہونے اور برداً و سلاماً کا نمونہ بننے کا نظارہ بھی ایک موقع پر خاکسار کو رؤیا میں دکھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک میدان میں تشریف فرما ہیں۔ اور حضور کے سامنے واقفین زندگی صف بستہ کھڑے ہیں اس میدان میں بہت سے تنور زمین میں گڑے ہوئے ہیں۔ عام طور پر تو تنور مٹی کے ہوتے ہیں مگر وہ تنور لوہے کے معلوم ہوتے تھے ان میں آگ بھڑکا کر انہیں خوب گرم کیا ہوا تھا۔ حضور اقدس ایک ایک واقف کو باری باری ان تنوروں میں کود جانے کا اشارہ فرماتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ اشارہ پاتے ہی وہ واقف فوراً اس بھڑکتے تنور میں کود جاتا ہے اندر جا کر وہ واقف صحیح سلامت خوش خوش ہشاش بشاش ہے آگ اسے کچھ نہیں کہتی بلکہ وہ کھڑا مسکرا رہا ہوتا ہے۔ البتہ بعض واقفوں کو دیکھا کہ انہیں کچھ معمولی سی گرمی محسوس ہوئی مگر ایسی نہیں جو ناقابل برداشت ہو۔ اور بعض واقفین کو تو ایسا دیکھا جیسے کوئی شخص موسم سرما میں باہر سے ٹھٹھرا ہوا اندر مکان میں آجائے تو اسے بڑی راحت معلوم ہوتی ہے ان نظاروں کو دیکھکر جب میری توجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام مذکورہ بالا کی طرف ہوئی تو روح فرط مسرت سے لبریز ہو کر سجدہ ریز آستانہ الٰہی ہو گئی۔

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

اصل الفاظ تو اس وقت میرے ذہن میں نہیں ۔ ۱۹۶۵ء میں جنگ کے زمانہ میں یہ رپورٹ میرے پاس آئی تھی) اس نے کہا ۔ اے میرے رب ! میں تیرا شکر تو ادا کرتی ہوں کہ تو نے پاکستان کی حفاظت کا انتظام کر دیا ہے لیکن جہاں تک میرے بچے کا تعلق ہے میری تسلی نہیں ہوئی ۔ کیونکہ پاکستان کی حفاظت میں بہت سے محبان وطن شہید بھی ہوں گے اور پاکستان کی حفاظت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ۔ مجھے تو فکر ہے اپنے بچے کی ۔ اس کے متعلق مجھے بتایا جائے چنانچہ وہ مزید دعاؤں میں لگی رہی ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اسے یہ بتایا کہ ہم نے ریالکوٹ کے محاذ پر فرشتوں کو نازل کیا ہے اور وہ وہاں محاذ کی حفاظت کریں گے اس بہن کے دل میں پھر شکریہ کے جذبات پیدا ہوئے ۔ لیکن اس نے کہا اے میرے رب ! اب بھی میری تسلی نہیں ہوئی ۔ میرے بچے کے متعلق بتایا جائے جس کے متعلق میں فکرمند ہوں ۔ تب ایک ہی رات میں تیسری دفعہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل اور رحم سے اس کو یہ بتایا کہ تیرے بیٹے کی حفاظت کا بھی انتظام کر دیا گیا ہے ۔ اس نے خدا تعالےٰ کا شکر ادا کیا ۔ ... ... اس کے بعد وہ بالکل بے فکر ہو گئی اور مطمئن ہو گئی ۔ (آگے حضور فرماتے ہیں) یہ مثال اس کے سامنے رکھکر میں نے اس عیسائی عورت سے کہا کہ تم ساری دنیا میں ایسی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتیں ۔ میں تمہیں اس وقت صرف ایک مثال بتا رہا ہوں ورنہ اس قسم کی ہماری ایک بہن نہیں بلکہ ہزاروں بہنیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق رکھتی ہیں ، اور ہمارے ہزاروں بھائی ایسے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ زندہ تعلق رکھتے ہیں ۔ اور وہ ان سے ہمکلام ہوتا ہے وہ ان کو بشارتیں دیتا ہے ۔ وہ ان کے دلوں پر تسکین کی پھوار نازل کرتا ہے ۔ وہ ان کو ہر طرح مطمئن اور خوش کر دیتا ہے ۔ "

ق : ۱۹۴۷ء کے فسادات کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بھی اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں :

" ۱۹۴۷ء کی آگ میں سے بھی (ہم) ہنستے ہوئے نکل آئے تھے حالانکہ حکومت بھی ظالم اور لوگ بھی خونخوار بنے ہوئے تھے سکھوں کو بھی ایک جنون تھا ۔ آخری دنوں میں مسجد مبارک کی دیواروں پر قریباً روزانہ ہی گولیاں آکر لگا کرتی تھیں گرمیوں کے دن تھے ۔ ہم اوپر بیٹھے قہقہے لگا رہے ہوتے تھے کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی تھی "

(الفضل ۲۲ اخاء ۱۳۴۸ہش ۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۹ء ص)

ر : واقفین زندگی مجاہدین پر آگ کے ٹھنڈا ہونے اور برداً و سلاماً کا نمونہ بننے کا نظارہ بھی ایک موقع پر خاکسار کو رؤیا میں دکھایا گیا ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ایک میدان میں تشریف فرما ہیں ۔ اور حضور کے سامنے واقفین زندگی صف بستہ کھڑے ہیں اس میدان میں بہت سے تنور زمین میں گڑے ہوئے ہیں ۔ عام طور پر تو تنور مٹی کے ہوتے ہیں مگر وہ تنور لوہے کے معلوم ہوتے تھے ان میں آگ بھڑکا کر انہیں خوب گرم کیا ہوا تھا ۔ حضور اقدس ایک ایک واقف کو باری باری ان تنوروں میں کود جانے کا اشارہ فرماتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ اشارہ پاتے ہی وہ واقف فوراً اس بھڑکتے تنور میں کود جاتا ہے اندر جا کر وہ واقف صحیح سلامت خوش خوش ہشاش بشاش ہے آگ اسے کچھ نہیں کہتی بلکہ وہ کھڑا مسکرا رہا ہوتا ہے ۔ البتہ بعض واقفوں کو دیکھا کہ انہیں کچھ معمولی سی گرمی محسوس ہوئی مگر ایسی نہیں جو ناقابل برداشت ہو ۔ اور بعض واقفین کو تو ایسا دیکھا جیسے کوئی شخص موسم سرما میں باہر سے ٹھٹھرا ہوا اندر مکان میں آجائے تو اسے بڑی راحت معلوم ہوتی ہے ان نظاروں کو دیکھکر جب میری توجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام مذکورہ بالا کی طرف ہوئی تو روح فرط مسرت سے لبریز ہو کر سجدہ ریز آستانہ الٰہی ہو گئی ۔

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

تیسری پیشگوئی عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ

کہ وہ دینی خدمات کے اعلیٰ مراتب و مناصب پر فائز ہوں گے۔ ان کے انہی آسمانی تختوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے:

"آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت
سب سے اوپر بچھایا گیا"۔ (تذکرہ صفحہ ۶۴۳)

حضرت مسیحؑ نے بھی ان تختوں پر فائز ہونے والوں کے فرائض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا
"تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ گھرانوں
کی عدالت کروگے" (لوقا ۲۲ : ۳۰)

یہ تخت دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے خلفاء کے ہیں اور ان کے ماتحت وہ نفوس جو ان کی نیابت میں دینی خدمات کے عہدوں اور مناصب پر فائز کئے جاتے ہیں وہ بھی مراد ہیں۔

علی الارائک متکئون۔ میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کا تختوں پر فائز ہونا ذاتی بناء پر نہیں بلکہ ان کی پشت پناہ خلفاء کے مقدس وجود ہوتے ہیں۔ جن کی نیابت میں اور ان کے وسیلے اور سہارے سے ان کا قیام و مقام ہوتا ہے وہ اپنے وجود کو خلیفۂ وقت کی اطاعت و محبت میں فنا کرکے اور کلیتہً بے نفس ہوکر اللہ کا ظل بن جاتے ہیں اور ظل کا وجود اصل سے جدا نہیں بلکہ اس کا عکس ہے۔ ایسے پاک نفوس اور ان تختوں پر فائز ہونے والے وجودوں کو سورۃ تطفیف میں ابرار کا خطاب دیا گیا ہے۔ اور ان کے کام اور مقام کا پتہ دیتے ہوئے فرمایا

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ عَلَى الْأَرَائِكِ	نیکی میں بڑھے ہوئے لوگ یقیناً نعمت کے مقام میں رکھے
يَنظُرُونَ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ	جائیں گے چھپر کھٹوں پر بیٹھے سب حال دیکھ رہے ہوں گے تو ان کے
نَضْرَةَ النَّعِيمِ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ	چہروں میں نعمت کی شادابی محسوس کرے گا۔ انہیں خالص سر بمہر
مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ	شراب پلائی جائے گی جس کے آخر میں مشک ہوگا۔ اور چاہیے
فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ	کہ خواہش رکھنے والے انسان ایسی ہی چیز کی خواہش کریں۔ اور اس

وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ عَيْنًا يَشْرَبُ	میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ (ہماری مراد اس سے) وہ چشمہ
بِهَا الْمُقَرَّبُونَ۔	ہے جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔

(آیت ۲۳ تا ۲۹)

اس میں ان تختوں پر فائز ہونے والے مقدس نفوس کے متعلق فرمایا کہ وہ فرائض مفوضہ کی ادائیگی میں سست اور غافل نہیں ہوں گے بلکہ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ۔ ان فرائض کے تمام پہلوؤں پر نہایت بیدار مغزی سے خوب نگاہ رکھتے ہوئے تندہی سے ان کی بجاآوری میں مشغول ہوں گے انہی معززین ابرار کی ایک اور خاص علامت سورۃ عبس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ قرآن مجید ان کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اور وہ اس کی اشاعت و تبلیغ کے لئے دنیا کے دور دور علاقوں میں سفر کر رہے ہوں گے بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (عبس آیت ۱۶-۱۷) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو اس سال مغربی افریقہ کا سفر اختیار فرمایا اور وہاں کے حالات کا جائزہ اور کام کی رفتار کا بذات خود معائنہ فرماکر تبلیغ و غلبۂ اسلام کے کام کو وسیع تر کرنے کا منصوبہ تیار فرمایا۔ اس دوران افریقہ میں کام کرنے والے ان مبشرین مجاہدین اسلام کے کام کو دیکھ کر حضور نے بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ خطبہ جمعہ میں حضور نے سورۃ تطفیف کی آیات بالا کی تلاوت فرمانے کے بعد ان کی لطیف تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا:

"ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو نیکیوں میں آگے بڑھ جاتے اور سبقت لے جاتے ہیں انہیں مقام نعیم میں رکھا جاتا ہے۔ ان کا مقام وہ مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر وقت نعمتوں کا نزول ان پر ہوتا رہتا ہے اور اس مقام نعیم کی وجہ سے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے وہ وافر حصہ پاتے ہیں ان کے چہروں پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی شادابی دنیا دیکھتی ہے۔ محبت الٰہی میں ہر وقت وہ مست رہتے ہیں اور یہ محبت الٰہی ان کے رگ و ریشہ میں کچھ اس طرح سرایت کرجاتی ہے کہ ان کے وجود مشک کی طرح مہک اٹھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو لوگ بھی ان کے وجود سے سونگھتے ہیں۔ فرمایا کہ

یہ وہ مقام ہے کہ ایک خواہش کرنے ایک آرزو کرنے والے کو چاہیئے کہ اس
مقام کی خواہش کرے۔ اس سے نیچے کی خواہش تو کوئی خواہش نہیں۔ انسان
کو اس مقام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور یہی آرزو ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ
اپنے فضل سے مقام نعیم عطا کرے۔ اور یہ وہ مقام ہے کہ حقیقی عزت
اور حقیقی شان انسان کی اسی مقام میں ہے۔ ایک دنیا دار انسان کو ساری
دُنیا کی بادشاہتیں بھی حقیقی عزت عطا نہیں کر سکتیں"۔

(اس کے بعد حضور نے ان مبشرین مجاہدین کے متعلق فرمایا)

"افریقہ کے دورہ میں واقفین مبشرین کے حالات میں نے دیکھے۔ ان
سے ملا۔ جو عزت اللہ تعالےٰ نے ان کی اس مقام نعیم کی وجہ سے قائم کی
ہے وہ میرے مشاہدہ میں آئی ... اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان چھ
ممالک کے تمام مبشر انچارج جو ہیں وہ ظاہری طور پر جو مجھے نظر آیا (دلوں
کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور مستقبل اور غیب کی خبر صرف اسی کو ہے)
لیکن جو میں نے محسوس کیا اور جو میں نے مشاہدہ کیا وہ یہ تھا کہ اللہ
تعالیٰ کا ان پر بڑا فضل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اس مقام نعیم میں
رہنے والے ہیں۔ بے نفس۔ اللہ تعالےٰ کی محبت میں مست۔ اس کی مخلوق
کی خدمت کرنے والے اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے اسی دنیا میں بھی عزت
کو پانے والے ہیں۔ نائیجیریا میں فضل الٰہی صاحب انوری ہیں۔ غانا میں کلیم
صاحب ہیں۔ آئیوری کوسٹ میں قریشی محمد افضل صاحب ہیں جن کو پنجابی
میں "بیبا مبشر" بھی کہا جا سکتا ہے۔ بہت سادہ اور پیاری ان کی طبیعت
ہے۔ بڑی پیار کرنے والی اور آرام سے سمجھانے والی اور اپنے آرام کو اور اپنی
بہت سی ضرورتوں کو دوسروں کے لئے قربان کر دینے والی ہے طبیعت ان کی
لائبیریا نئے مبلغ گئے ہیں امین اللہ سالک۔ ابھی ان کے متعلق پوری طرح
تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا لیکن اس وقت تک جو کام انہوں نے کیا ہے

اس سے یہی پتہ لگا۔ وہاں کے پریذیڈنٹ "ٹب مین" بھی ان کو بڑی
عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سیرالیون میں ہمارے صدیق
صاحب ہیں۔ گیمبیا میں مولوی محمد شریف صاحب ہیں۔ میں نے محسوس
کیا کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے مقام نعیم عطا کیا ہے۔ اور جس طرح اللہ
تعالےٰ کی نگاہ میں میں نے ان کے لئے عزت اور احترام کا مقام دیکھا
اسی طرح دُنیا کی نگاہ میں بھی اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک عزت اور احترام کا مقام عطا کیا
ہے ہمارے سفراء ان کی تعریف کرتے تھکتے نہیں دوسرے ملکوں کے سفراء ان سے بڑے پیار سے
ملتے ہیں اور پیار کے تعلقات ان سے قائم ہیں حکومت ان سے راضی ہے عوام ان پر خوش ہیں
غرض ہر لحاظ سے ان کے چہروں پر اللہ تعالےٰ کی نعمت کی شادابی ہمیں نظر آتی ہے اور ہماری جماعت
کو ان کے لئے بہت دعائیں کرنی چاہئیں اللہ تعالےٰ ہمیشہ انہیں ابرار ہی میں
رکھے اور ہمیشہ اپنی نعمتوں کا وارث انہیں بناتا رہے وہ ابرار کے گروہ میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوں۔
اور ابرار کے گروہ میں ہی اس دُنیا میں وہ اٹھائے جائیں ... ... جن کو میں نے مقام نعیم
پہ اپنے مشاہدہ کے لحاظ سے پایا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے نفس
کو کلیۃً اپنے رب کے لئے قربان کر دیا تھا۔ اور وہ اپنی عاجزی کا ہر وقت
اقرار کرتے رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ہر عزت اور ہر طاقت اور ہر اثر
اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملتا ہے ... ہمارے یہ ابرار مبشر (اللہ
تعالےٰ انہیں جزا دے۔ اور استقامت عطا کرے) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں
علم ہے کہ غلبہ اور اقتدار اور قدرت اور عزت سب اللہ کی ہے اور
حقیقی معنی میں اسی سے ملتی ہے۔ بے نفس ہو کر وہ اللہ تعالےٰ کی طرف
رجوع کرتے اور انتہائی پیار کے ساتھ اللہ تعالےٰ ان کی طرف رجوع کرتا
ہے ... ... غلبہ تو یہ ہے کہ جو Head of the States
(ہیڈ آف دی سٹیٹس) ہیں وہ بھی بڑی قدر کی نگاہ سے ان لوگوں
کو دیکھتے ہیں۔ ان بے نفس اللہ کے پیارے بندوں کے کاموں کا نتیجہ تھا

کہ نائیجیریا کے ہیڈ آف دی سٹیٹ کو جب میں ملنے گیا تو نوجوان جرنیل جس نے امریکہ کے مقابلہ میں سول وار (CIVIL WAR) جیتی تھی ابھی ابھی میرے جانے سے کچھ عرصہ پہلے جیتی تھی بظاہر دنیوی لحاظ سے اس کو بڑا مغرور ہونا چاہیئے تھا لیکن میں جو اس کے لئے بالکل انجان تھا۔ میں مسلمان تھا اور وہ عیسائی۔ اس کے باوجود اس کے ذہن پہ ہمارے کام کا اتنا اثر تھا کہ وہ مجھے کہنے لگا کہ اس ملک کی ترقی کے جو منصوبے ہیں اور جو کوششیں ہیں ان میں ہم اور آپ برابر کے شریک ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے کاموں کی اس سے بڑھ کر اور کوئی تعریف نہیں ہو سکتی ایک غیر ملک کے سربراہ کو ان حالات میں کہ امریکہ کو اس نے شکست دی تھی اور اسے جائز فخر تھا مجھے کہنے لگا کہ ان غیر ملکی حکومتوں اور غیر ملکی عیسائی مشنز نے اپنا پورا زور لگایا کہ ہمارے ملک کو تباہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہمیں بچالیا۔ یہ اس کا فقرہ تھا۔ اس نے عیسائی مشن پر تنقید کی اور ہمارے متعلق یہ کہا کہ ہم اور آپ ملک کی PROGRESS (پروگریس) میں ملک کی ترقی کی جدوجہد اور کوشش میں PARTNER (پارٹنر) ہیں برابر کے شریک ہیں۔ یہ تاثر اس قسم کے دماغوں پر محض اس وجہ سے ہے کہ ہمارے مبلغوں کی بڑی بھاری اکثریت کا اور MISSIONS (مشنز) کے انچارج جو ہیں ان کا نفس باقی نہیں رہا۔ انہوں نے سب کچھ اللہ کے حضور پیش کر دیا اور پھر سب کچھ اس سے وصول بھی کر لیا"

(الفضل ۳۰ وفا ۱۳۴۹ہش ، ۳۰ جولائی ۱۹۷۰ء)

۴ چوتھی پیشگوئی لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ

یعنی وہ قرآنی حقائق و معارف اور آسمانی برکات کے روحانی میووں سے خوب بہرہ ور ہوں گے دوسرے لوگوں کے لئے تو قرآن کریم ایک خشک درخت کی طرح صرف منقول کہانیوں کی کتاب ہے

مگر احمدیوں کے لئے یہ قرآن تازہ تازہ لذیذ پھلوں سے لدا ہوا شجرہ طیبہ ہے جس کی شان میں فرمایا گیا تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ۔ (سورہ ابراہیم آیت ۲۵) اس پیشگوئی کی صداقت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے اور اس سے فائدہ اٹھا رہے ہوں گے۔

۵ پانچویں پیشگوئی وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ

انہیں اپنے مقاصد میں توقعات سے بڑھ کر کامیابیاں ہوں گی۔ مذہبی جماعت کے مقاصد علم اسلام بلند کرنے اور قوموں کو آب حیات پلانے کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں جس میں وہ یقیناً مظفر و منصور ہوتے ہیں۔ ان کی ہر تحریک میں الٰہی نصرت کی شان نمایاں ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"کشتی احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پُر خطر چٹانوں میں سے گزارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچا دے گا۔ میرا ایمان ہے کہ اور میں اس پہ مضبوطی سے قائم ہوں کہ جن کے سپرد الٰہی سلسلہ کی قیادت کی جاتی ہے ان کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خدا سے نور پاتے ہیں۔ اور اس کے فرشتے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس کی رحمانی صفت سے وہ مؤید ہوتے ہیں۔"

(الفضل ۱۱ر نومبر ۱۹۳۴ء)

چھٹی پیشگوئی سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ

اس میں اشارہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف سخت خطرناک منصوبے کئے جائیں گے جن کے توڑنے کے مادی اسباب ان کے پاس نہیں ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان منصوبوں کو خود ہی توڑے گا۔ اور ان کو صحیح سلامت ان سے بچالے گا۔ خدا کا سلام کہنا ایک حقیقت رکھتا ہے یعنی اس میں دشمنوں کے منصوبوں سے بچانے اور اپنی حفاظت میں لانے کی پیشگوئی ہوتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جو حضرت امام مہدی علیہ السلام کو سلام بھیجا اس میں بھی یہی

حقیقت مضمر تھی کہ آپ کے قتل کرنے اور آپ کی جان لینے کے دشمنوں کی طرف سے منصوبے کئے جائیں گے۔ پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو سلامتی کی دعا دے کر یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ آپ کو دشمن کے ہر گزند سے محفوظ رکھے گا۔

انتیسویں پیشگوئی

موعود اقوام عالم کی بعثت کے بعد مجرم اقوام پر فرد جرم لگا دیا جائے گا

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ

یہ آیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی الہاماً نازل ہوئی دیکھو (تذکرہ صـــ ۳۳۱) تا دلالت ہو اس بات پر کہ اس پیشگوئی کے ظہور کا وقت آچکا ہے۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ جب کسی قرآن آیت کی پیشگوئی کے ظہور کا وقت آتا ہے تو اس وقت وہ آیت اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندہ پر نازل فرماتا ہے۔

نیز حضور فرماتے ہیں کہ :۔

" خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے۔ میں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکوکاروں سے الگ کئے جائیں " (تذکرہ صـــ ۵۸۴)

حضرت عیسےٰ نے بھی اسی کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا :۔

" میں جاؤں گا اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دُنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارہ میں قصور وار ٹھہرائیگا گناہ کے بارہ میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور پھر تم مجھے نہیں دیکھو گے۔ عدالت کے بارہ میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا[1]" (یوحنا ۱۶/ ۶ تا ۱۱)

نیز فرمایا :۔

" دُنیا کے آخر میں ایسا ہی ہوگا۔ فرشتے نکلیں گے اور شریروں کو راستبازوں سے جدا کریں گے اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا" (متی ۱۳ : ۴۹)

" جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک دوسرے سے جدا کرے گا "

(متی ۲۵ : ۳۱، ۳۲)

قرآن مجید میں بھی ایک موقعہ پر اس پیشگوئی کا ذکر یوں ہے۔

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ۔ (الروم آیت ۱۵ تا ۱۷)

اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن لوگ الگ الگ ہو جائیں گے پھر وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے مطابق عمل بھی کئے انہی عالیشان باغ میں خوشی پہنچائی جائے گی۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کا اور اخروی زندگی کے حاصل ہونے کا انکار کیا وہ عذاب کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔

---

۱ اس سے مراد آنحضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی تشریف آوری کے متعلق حضرت مسیح نے بایں الفاظ خبر دی تھی کہ " میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دُنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں" (یوحنا ۱۴/۳۰) آہ ! عیسائیوں نے آج اس مقدس ہستی سردار دو عالم پر جس قدر گندے حملے کئے ہیں کسی اور نبی پر ایسے حملے نہیں کئے گئے۔ اس لئے عدالت کا حکم جاری ہونا لازمی تھا۔ ۱۲ منہ۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مذکور پیشگوئی کا ظہور زمانہ مہدی میں ہوگا

بوقوع القیامۃ الصغریٰ ... او القیامۃ الکبریٰ بظہور المہدی (تفسیر ابن عربی)

اب سنو! یہ مجرمین کون ہیں۔ ان کی کیا علامات ہیں۔ اور انہوں نے کب ظاہر ہونا تھا۔ قرآن مجید میں اس پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں فرمایا:۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ
يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۔ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ
اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۔ نَحْنُ اَعْلَمُ
بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً
اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۔

(طٰہٰ آیت ۱۰۳ تا ۱۰۵)

جس دن صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرموں کو اٹھائیں گے جن کی آنکھیں نیلی ہوں گی وہ آپس میں باتیں کریں گے کہ تم تو صرف دس (صدیاں) ٹھہرے۔ ہم خوب جانتے ہیں اس کو جو وہ کہیں گے جب ان میں سے سب سے زیادہ ان کے مذہب پر چلنے والا (پوپ یا ایسا ہی کوئی بڑا شخص) کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن ٹھہرے ہو۔

ان آیات میں ان کی ایک یہ علامت بتائی گئی ہے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی۔ یہ اُن مغربی قوموں کی واضح علامت ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان میں ان کے دنیا میں خروج کا زمانہ بتایا گیا ہے کہ اسلامی اقتدار کے ایک ہزار سال بعد دنیاوی عروج پاکر یہ قومیں نکلیں گی اور ان کی مدت توقف مذہبی اصطلاح کی رو سے ایک دن کی ہوگی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (الحج ۴۸) خدا کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اور ٹھیک ایسا ہی ہوا انہیں اقوام کو حضرت یوحنا نے اپنے مکاشفہ میں ایک حیوان کی صورت میں دیکھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے ایک حیوان کو سمندر میں سے نکلتے ہوئے دیکھا اس کے دس سینگ اور سات سر تھے اور اس کے سروں پر کفر کے نام لکھے ہوئے تھے۔ ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے ہولی۔ کون اس سے لڑ سکتا ہے اور بڑے بول بولنے اور کفر بکنے کے لئے اسے ایک منہ دیا گیا۔ اسے ہر قبیلے اور امت اور اہل زبان اور قوم پر اختیار دیا گیا۔ تب کی کتاب حیات میں

جن کے نام لکھے ہوں گے وہ اس حیوان کی پرستش سے محفوظ ہوں گے۔ ان کے سوا سب اس کی پرستش کریں گے"۔ (مکاشفہ یوحنا ۱۳ تا ۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان قوموں کے متعلق فرمایا:۔

لا یدان لاحد بقتالھم (صحیح مسلم) کسی کو ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔ اور انہی قوموں کو ان کے مذہبی اور سیاسی دجل و فریب کی بنا پر دجال کا بھی نام دیا گیا اور اس کے متعلق یہ خبر دی کہ فیاتی علی قوم فیدعوھم فیؤمنون بہ (صحیح مسلم) جب وہ کسی قوم کے پاس پہنچے گا اور آکر اس کو دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔ انہی قوموں کے زور توڑنے اور ان کے دجل و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ان کے دجل و فریب کے پرخچے اڑا دیئے۔ ان کے پوپ۔ پادریوں۔ بشپوں وغیرہ کو ایسا پچھاڑا جنہیں جان چھڑانی مشکل ہوگئی۔ آپ نے انہیں مقابلہ پر آنے کے لئے چیلنج پر چیلنج دیئے اور ہزاروں روپے کے انعام بھی مقرر کئے مگر کسی کو مقابلہ پہ آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

"مجھے قطعی طور پر بشارت دی گئی ہے کہ اگر کوئی مخالف دین میرے سامنے مقابلہ کے لئے آئے گا تو میں اس پر غالب رہوں گا اور وہ ذلیل ہوگا۔ پھر یہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور میری نسبت شک رکھتے ہیں کیوں اس زمانہ کے کسی پادری سے میرا مقابلہ نہیں کراتے۔ کسی پادری یا پنڈت کو کہہ دیں کہ یہ شخص درحقیقت مفتری ہے اس کے ساتھ مقابلہ کرنے میں کچھ نقصان نہیں ہم ذمہ دار ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا۔ میں اس بات پر راضی ہوں کہ جس قدر دنیا کی جائداد یعنی اراضی وغیرہ بطور وراثت میرے قبضہ میں آئی ہے بحالت دروغ گو نکلنے کے وہ سب اس پادری یا پنڈت کو دے دوں گا۔ ... میں بلاتا بلاتا تھک گیا کوئی پنڈت پادری نیک نیتی سے سامنے نہیں آیا"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۸)

ایک اور موقع پر حضور چیلنج دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اے یورپ اور امریکہ کے پادریو!... آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ مجھ میں اور تم میں ایک برس کی مہلت ہوگی۔ اس مدت میں خدا کے نشان اور خدا کی قدرت نما پیشگوئیاں تمہارے ہاتھ سے ظاہر ہوئیں۔ اور میں تم سے کم تر رہا تو میں مان لوں گا کہ مسیح ابن مریم خدا ہے لیکن اگر سچے خدا نے جس کو میں جانتا ہوں اور آپ لوگ نہیں جانتے مجھے غالب کیا اور آپ لوگوں کا مذہب آسمانی نشانوں سے محروم ثابت ہوا تو تم پر لازم ہوگا کہ اس دین کو قبول کرو۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۲۰)

اور حضور حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب کہ پادریوں کی تکذیب انتہا کو پہنچ گئی تو خدا نے حجت محمدیہ پوری کرنے کے لئے مجھے بھیجا۔ اب کہاں ہیں پادری تا میرے مقابل پر آویں۔ بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی کی۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۲)

نیز حضور نے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند و انگلستان کو تبلیغ فرماتے ہوئے لکھا:۔

"اگر حضور ملکہ معظمہ میرے تصدیق دعوی کے لئے مجھ سے نشان دیکھنا چاہیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ ظاہر ہو جائے اور نہ صرف یہی بلکہ دعا کر سکتا ہوں کہ یہ تمام زمانہ عافیت اور صحت سے بسر ہو۔ لیکن اگر کوئی نشان ظاہر نہ ہو اور میں جھوٹا نکلوں تو میں اس سزا میں راضی ہوں کہ حضور ملکہ معظمہ کے پایہ تخت کے آگے پھانسی دیا جاؤں۔ یہ سب الحاح اس لئے ہے کہ کاش ہماری محسنہ ملکہ معظمہ کو اس آسمان کے خدا کی طرف خیال آجائے جس سے اس زمانہ میں عیسائی مذہب بے خبر ہے۔"

(تحفہ قیصریہ صفحہ ۳۲ - حاشیہ)

حضور کے بعد آپ کے فرزند موعود حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالے عنہ نے بھی عیسائیوں

کو بایں مضمون چیلنج دیا:۔

"اگر مسیحی پوپ یا اپنے آرچ بشپوں کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ میرے مقابل پر اپنے پر نازل ہونے والا تازہ کلام پیش کریں جو خدا تعالے کی قدرت اور علم غیب پر مشتمل ہو تو دنیا کو سچائی کے معلوم کرنے میں کس قدر سہولت ہو جائے گی وہ پوپ اور پادری جو مسیح کی صلح کل پالیسی کو ترک کر کے عیسائی فضا کو صلیبی جنگوں پر اکساتے رہتے ہیں کیا وہ آج اس روحانی جنگ کے لئے اپنے آپ کو پیش نہیں کر سکتے۔ کاش وہ اس کے لئے تیار ہوں۔ یا ان کے اتباع انہیں اس کے لئے آمادہ کر لیں تو دنیا ایک لمبے روحانی مرض سے جلد نجات حاصل کر سکے اور خدا تعالی کا جلال اور اسکی قدرت خارق عادت طور پر ظاہر ہو کر لوگوں کے ایمان اور روحانیت کی اصلاح کا موجب ہوں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۳۲۶)

حضور کی اس گرفت کے متعلق بھی قرآن مجید میں پیشگوئی مذکور ہے۔ سورۂ رحمٰن میں فرمایا:۔

یعرف المجرمون بسیماھم	مجرم اپنے چہروں کی علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے
فیؤخذ بالنواصی والاقدام	اور اپنے ماتھے کے بالوں اور قدموں سے پکڑے جائیں گے

اس آیت کے متعلق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ آیت حضرت قائم آل محمد کے متعلق ہے۔ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو مجرموں کو پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور ان کو گرفتار کرائیں گے۔" (البصائر قائم آل محمد از ابو العباس صفحہ ۳۸۹)

پیشانیوں کو پکڑنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان لوگوں کے سامنے ایسے زبردست عقلی دلائل پیش کریں گے جن سے ان کی عقلیں چکرا جائیں گی اور ان کے ذہنی قواء پریشان اور مبہوت ہو کر رہ جائیں گے۔ جن کا جواب ان سے بن نہیں سکے گا۔ اور قدموں کی گرفت سے اس طرف اشارہ ہے کہ حضور اقدس کے پیش کردہ دلائل استقراء و تاریخ مع کر اور آسمانی نشان

دیکھ کر انہیں کہیں بھی جائے گریز نہیں رہے گی۔

انہیں مجرمین کے بارہ میں سورۂ سبا کی آیت ۳۰ تا ۳۴ میں ان کے چند مقالے درج ہیں ان مقالوں کے متعلق حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

ومقالات الظالمین کلھا تظھر	ان ظالموں کے تمام مقالوں کا ظہور مہدی
عند ظھور المھدی (تفسیر ابن عربی)	کے زمانہ میں ہوگا۔

چنانچہ ان مقالوں میں سے ان کا ایک یہ مقولہ ہے :—

وقال الذین کفروا لن نؤمن بھذا	اور وہ لوگ جنہوں نے حق کا انکار کیا کہیں گے کہ ہم اس
القرآن ولا بالذی بین یدیہ۔	قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ان نشانوں پر جو اس کے سامنے
(آیت ۳۰)	ظہور پذیر ہوئے۔

اس کے ظہور کی کیفیت بھی سن لیجئے۔ ہمارے نزدیک اسلامی عقائد کی بنیاد قرآن مجید کتاب اللہ الحمید ہے جو قطعی اور یقینی طور پر ہم تک پہنچی ہے جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اور یہی ہر مسلمان کا وطیرہ ہونا چاہیئے۔ مگر اس کے برعکس ہمارے مخالفین احادیث واخبار اور روایات جمع کردہ کے ہر قسم کے رطب و یابس انبار کو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کرنے پہ زور دیتے ہیں۔ ہم ان روایات کو اس شرط پر تسلیم کرتے ہیں جب کہ قرآن مجید کے بیان کے خلاف نہ ہوں۔ قرآن ان پر قاضی اور محکم ہے۔ وہی عقائد حقہ کی اساس و بنیاد ہے۔ اور حق و باطل کے فیصلہ کے لئے وہی محک و معیار ہے۔ کیونکہ وہی تمام نظام اسلام کا قانون اساسی ہے۔ احادیث و آثار بائی لاز ہیں۔ خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بھی یہی ارشاد ہے حسبنا کتاب اللہ (بخاری) مگر ہمارے مخالفین روایات و احادیث کو قرآن پر فوقیت دیتے اور قرآن کو ان کے تابع قرار دیتے ہیں۔ اور کہیں مسئلہ نسخ چھیڑ کر قرآنی آیات پر خط تنسیخ پھیر دیتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے اس موضوع پر کئی روز تک مباحثہ جاری رہا۔ حضور اقدس انہیں قرآن مجید کی طرف توجہ دلاتے مگر بٹالوی صاحب حدیث پر اڑے رہے۔ کئی روز گزرنے پر آخر سامعین بھی اکتا گئے۔ بالآخر مباحثہ ادھورا ہی چھوڑنا پڑا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے۔ سنہ ۱۸۹۱ء کا واقعہ ہے کہ مولوی

نظام الدین صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب کے درمیان گفتگو ہوئی مولوی نظام الدین صاحب نے کہا کہ حضرت مسیح کی زندگی پر قرآن شریف میں کوئی آیت ہے! مولوی صاحب نے کہا کہ بیسیوں آیتیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔ مولوی نظام الدین صاحب فوراً حضرت اقدس کی مجلس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر قرآن شریف میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کی کوئی آیت موجود ہو تو آپ مان لیں گے! حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں ہم مان لیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ میں ایک دو نہیں بیس آیتیں قرآن شریف کی حضرت عیسےٰ کی زندگی پر لے آؤں گا۔ آپ اپنی بات پہ پکے رہیں۔ مولوی محمد حسین کے پاس آکر کہا کہ میں مرزا صاحب کو ہرا آیا ہوں۔ آپ مجھے بیس آیتیں قرآن شریف سے نکال دیں۔ مولوی محمد حسین صاحب کھڑے ہو گئے اور گھبرا کر عمامہ سر سے پھینک دیا اور کہا کہ میں تو مدت سے مرزا صاحب کو حدیث کی طرف لا رہا ہوں اور تم پھر ان کو قرآن شریف کی طرف لے گئے۔ تب مولوی نظام الدین صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اور کہا۔ اب تو جدھر قرآن شریف ہے اُدھر ہی میں ہوں۔ اور یہ کہہ کر انہوں نے بیعت کر لی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (تاریخ احمدیت ج ۲ ص ۲۱۴ تا ۲۱۶)

اگر آج ہمارے مخالفین قرآن مجید کو اساسی لاء تسلیم کر لیں۔ تو بہت سے مسائل کا حل بڑی آسانی سے ہو جاتا ہے پس ان غلط کار مولویوں کے اس باطل اقدام کا نقشہ آیت بالا میں کھینچا گیا ہے اس میں اشارہ ہے کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام تشریف لا کر اپنی صداقت کا ثبوت قرآن مجید سے پیش کریں گے۔ اور قرآن حمید کے حقائق و معارف اور ان علامات اور پیشگوئیوں کو جو واقعات کے رنگ میں ظاہر ہو چکیں یا ہو رہی ہوں گی۔ ان کے سامنے لائیں گے تو منکرین حق اس کا انکار کر کے اس امر پہ تُل جائیں گے کہ قرآنی شواہد کو ہم نہیں مانتے اور نہ ہی ان پیشگوئیوں کی طرف التفات کرتے ہیں جب تک کہ ہم وہ علامات و امارات پوری ہوتی نہ دیکھ لیں۔ جو ہم احادیث و روایات میں پڑھتے ہیں۔ اسی حقیقت کا انکشاف آسمانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ایک رؤیا میں کرایا گیا۔ حضورؑ فرماتے ہیں

"آج رات مجھے رؤیا میں دکھایا گیا کہ ایک درخت بار دار
اور نہایت خوبصورت پھلوں سے لدا ہوا ہے اور کچھ جماعت

تکلف اور زور سے ایک بوٹی کو اس پر چڑھانا چاہتی ہے جس
کی جڑ نہیں بلکہ چڑھا رکھی ہے وہ بوٹی افیتمون کی مانند ہے اور جیسے
جیسے وہ بوٹی اس درخت پر چڑھتی ہے اس کے پھلوں کو نقصان
پہنچاتی ہے اور اس لطیف درخت میں ایک کھجواہٹ اور بدشکلی
پیدا ہو رہی ہے۔ اور جن پھلوں کی اس درخت سے توقع کی جاتی ہے
ان کے ضائع ہونے کا سخت اندیشہ ہے بلکہ کچھ ضائع ہو چکے
ہیں تب میرا دل اس بات کو دیکھ کر گھبرایا اور پگھل گیا۔ اور میں نے
ایک شخص کو جو ایک نیک اور پاک انسان کی صورت پر کھڑا تھا
پوچھا کہ یہ درخت کیا ہے اور یہ بوٹی کیسی ہے؟ جس نے
ایسے لطیف درخت کو شکنجہ میں دبا رکھا ہے۔ تب اس نے جواب
میں مجھے یہ کہا یہ درخت قرآن خدا کا کلام ہے اور بوٹی
وہ احادیث اور اقوال وغیرہ ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں یا مخالف
ٹھہرائی جاتی ہیں۔ اور ان کی کثرت نے اس درخت کو دبا لیا ہے
اور اس کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔ تب میری آنکھ کھل گئی۔

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ص۸ حاشیہ)

مولویوں کی اس غلط کاری کو دیکھ کر آنحضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے مہدی کی
زبان سے اللہ تعالےٰ کے دربار میں وہ شکوہ[1] بھی پیش کر دیا جس کے متعلق پہلے سے قرآن مجید

---

[1] بعض بزرگوں کو رؤیا میں اس شکوہ کا نظارہ بھی دکھایا گیا چنانچہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ تعالےٰ
عنہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے دیکھا کہ میدان قیامت ہے اور جہاں تک نظر کام دیتی ہے مخلوق
خدا پریشان حال نظر آتی ہے اور حضرت اقدس جناب مرزا صاحب صلے اللہ علیہ
وسلم قرآن کریم ہاتھ میں لئے ہوئے سب کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں کہ تم نے

(باقی ص۲۷۳ پر)

میں خبر دی گئی تھی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔
اور رسول کہے گا اے میرے رب میری قوم نے تو اس قرآن کو پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے:

(الفرقان آیت ۳۱)

ظالموں کے اس مقالہ کے علاوہ دوسرے مقالوں کا ظہور بھی اگرچہ اس وقت پرائیویٹ مجالس میں تو

(بقیہ حاشیہ ص۲۷۲) اس کلام پاک کی تکذیب کی جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہم پر نازل ہوا اور میری
بھی تکذیب کی۔ اب حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور میں اس کلام کو
پیش کروں گا۔ اس وقت تمام مخلوق سخت کرب اور اضطراب میں نہایت بے تابانہ حالت
سے چلا چلا کر رو رہی تھی۔ جو دیکھا کہ مشرق کی طرف سے ایک عظیم الشان جماعت آئی جن کے
چہرے نورانی ہیں۔ ان میں ہمارے آقا و مولیٰ رسول کریم سیّد العالم محمد مصطفیٰ صلے اللہ
علیہ وسلم جلوہ گر ہیں ان کو دیکھ کر مرزا صاحب ان کے پاس گئے اور مل کر کھڑے ہو گئے
اور میں مرزا صاحب سے ذرا پیچھے کھڑا ہوا۔ پھر مرزا صاحب نے رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ حضور کی امت ہے یا یہ آدمی ہیں جنہوں نے اس قرآن
کی بھی تکذیب کی اور میری بھی۔ اس وقت دیکھا کہ بڑا شور تمام مخلوق میں ہے اور بہت
ہی مضطرب الحال ہیں اور پھر مرزا صاحب نے قرآن کریم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دے
دیا اور شفاعت کے لئے سفارش کی اس اثناء میں مجھ ہول اور رعب ناک پر ہیبت آواز
میں سنا "حساب" یہ سن کر سب بیہوش ہو کر گر پڑے اور حضرت مرزا صاحب اور
شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی دونوں
سجدہ میں گر کر نہایت تضرع سے دعا کرنے لگے پھر بہت عرصہ کے بعد ہر دو خادم و مخدوم
نے سر اٹھایا اور آقا و مولیٰ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت انبساط اور خوشی سے ہنستے
ہوئے کچھ مرزا صاحب سے فرمایا جس سے مرزا صاحب بھی بہت خوش ہوئے پھر مرزا صاحب
نے نہایت خوشی سے ہنس کر مجھ کو خوشخبری دی کہ خداوند کریم نے تم کو بخش دیا مبارک ہو"
(اصحاب احمد ص۲۴۲)

برملا ہو رہا ہے مگر پبلک میں ان کا ظہور زبانِ قال سے تو نہیں البتہ زبانِ حال سے بہت دفعہ ہُوا مگر وہ وقت ابھی دُور نہیں جب دُنیا کی سوسائٹیوں پر ایک انقلاب آنے پر یہ بند ٹوٹ جائے گا۔ اور اس وقت یہ نفوس زبانِ قال سے بھی اس پیشگوئی کو پُورا کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے جس کے متعلق باعلامِ الٰہی خبر پاکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا:۔

"خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو دُنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔"

(تجلیات الٰہیہ صـ۲۳)

واضح ہو کہ یہ مجرمین جن پر فردِ جرم لگ کر فرمانِ الٰہی جاری ہُوا کہ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون یہ در اصل وہی دجالی گروہ اور مغربی اقوام ہیں۔ اور ان کے ماتحت وہ دوسری اقوام بھی جو ان کی تہذیب کے دلدادہ ہو کر ان کے رنگ میں رنگین ہو گئے۔ بحسب ارشادِ نبوی

من تشبہ بقوم فھو منھم

وہ بھی انہیں اقوام میں شمار ہو کر اس وعید کے مستحق قرار پائے[1]۔ ان مجرمین میں وہ نام نہاد مسلمان افراد بھی ہیں جن کی شکلیں تو مسلمانوں کی ہیں مگر دل اور اعمال

---

[1] اس وعیدی عذاب کا نظارہ بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو رؤیا میں کرایا گیا۔ حضور فرماتے ہیں:۔ "دوزخ میں بچھو ہیں لیکن وہ بچھو اس دنیا کی طرح نہیں یہاں تو بچھو عام طور پر انگلی سے چھوٹے ہوتے ہیں لیکن وہ جو میں نے بچھو دیکھے ہیں وہ چھ سات گز کے قریب لمبے ہیں۔ پہلے مجھے صرف وہ بچھو نظر آئے جو علاوہ سات آٹھ گز لمبے ہونے کے موٹے بھی ہیں جیسے ہوائی جہاز ہوتا ہے ایسے لگتے ہیں مگر ہوائی جہاز جتنے جسم نہیں جو کہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے جا رہے ہیں ان میں سے ایک دوسرے پر گرا ہے۔ جس طرح جانور جفتی کے لئے جمع ہوتے ہیں جب ایک دوسرے پر کُودنے کی کوشش کرتا ہے تو میں نے دیکھا کہ دوسرے نے اوپر گرنے والے بچھو کو زور سے ڈنک مارا اور وہ اچھل کر سامنے جا پڑا پھر اس نے دوسرے کی طرف مونہہ کرکے آگ کا شعلہ نکالنا شروع کیا جو کہ دور اوپر تک جاتا ہے اور دوسرے نے بھی اس کے جواب میں آگ کا شعلہ نکالنا شروع کر دیا اور وہ دونوں شعلوں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کرنے ہیں۔ اس کے بعد کچھ اور بچھو پیدا ہو گئے۔ ان کے قد بھی اسیطرح سات آٹھ گز کے قریب ہیں پھر انہوں نے بھی آگ کے شعلوں سے لڑائی شروع کر دی۔ اور ان کے شعلوں کا نظارہ نہایت ہیبتناک تھا۔ میں نے دیکھا کہ یکدم ایک بچھو نے پلٹا کھایا اور آدمی کی شکل اختیار کر لی اور اس نے اسی کمرہ کی طرف بڑھنا شروع کیا جہاں میں بیٹھا تھا۔ میں گھبرا کر وہاں سے چل پڑا ہوں۔ اس وقت مجھے پیچھے سے آواز آئی معلوم نہیں کہ وہ فرشتے کی آواز ہے یا کسی کی۔ "قرآن پڑھو۔ قرآن پڑھو" اس آواز کے آتے ہی میں نے قرآن شریف بلند اور سریلی آواز سے پڑھنا شروع کر دیا میں نے محسوس کیا کہ میری آواز بہت سریلی اور بلند ہے۔ اور میں جس طرف سے گذرتا

(باقی صـ۲۷۶ پر)

ان کے شیطان اور دجال کے آلۂ کار ہیں۔ انہیں کے متعلق احادیث میں آیا ہے دعاۃ علی ابواب

بقیہ حاشیہ صـ۲۷۵ :- ہوں میری آواز پہاڑوں اور میدانوں میں گونج پیدا کر دیتی ہے گویا ساری دنیا میں پھیل رہی ہے اور جس کے کانوں میں وہ آواز پڑتی ہے وہ بھی قرآن کریم پڑھنے لگ جاتا ہے۔ میں چلتا جا رہا ہوں اور قرآن کریم پڑھتا جا رہا ہوں چاروں طرف سے قرآن کریم پڑھنے کی صدائیں میرے کانوں میں آ رہی ہیں۔" (الفضل ۲۰ امان ۱۳۲۶ ہش - ۲۰ مارچ ۱۹۴۷ء ص ۱-۲)

یہ رؤیا ایک آسمانی نشان تھا جس طرح لفظاً لفظاً پورا ہوا اسکی طرف حضور نے توجہ دلاتے ہوئے ایک اور خطبۂ جمعہ میں ارشاد فرمایا:-

"اب دیکھو بعینہٖ یہی نقشہ گذشتہ فسادات میں دیکھنے میں آیا۔ پہلے ہندوؤں اور سکھوں نے لاہور میں جلسہ کیا اور اس جلسہ میں انہوں نے بڑے زور کے ساتھ اعلان کیا کہ ہم مسلمانوں کو تلوار کے زور سے سیدھا کر دیں گے یہاں تک کہ ایک لیڈر کے متعلق میں نے ہندو اخباروں میں پڑھا کہ تقریر کرتے ہوئے جوش سے دروازہ کے پاس آگیا۔ اور اپنی تلوار ہوا میں گھما کر کہا کہ اس تلوار کے ساتھ مسلمانوں کو سیدھا کر دیں گے گویا لڑائی کی ذہنیت کو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ ملک کے ایک طبقہ کے لوگوں کی ذہنیت ایسی ہو چکی ہے کہ وہ بلاوجہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور وہ لوگ نقصان پہنچانے کے لئے کوئی وجہ اور دلیل مدنظر نہیں رکھیں گے بلکہ بلاوجہ ہی وہ بچھو کی طرح ڈنک ماریں گے اور ایسے لوگ ہندوؤں میں بھی ہیں اور مسلمانوں میں بھی۔ پھر خدا تعالیٰ نے رؤیا میں اس طرف بھی اشارہ کیا تھا کہ جو لوگ حملہ میں ابتدار کریں گے انہیں مخالف فریق اٹھا کر پرے پھینک دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہندوؤں اور سکھوں نے مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنے میں ابتدار کی مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ اور مسلمانوں نے انہیں اٹھا کر پرے پھینک دیا پھر دونوں

(باقی حاشیہ صـ۲۷۷ پر)

جہنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا (مشکوٰۃ کتاب الفتن) یعنی جہنم کے دروازوں پہ کھڑے ہو کر وہ لوگوں کو اس جہنمی تہذیب دجالی تحریک کی دعوت کریں گے۔ جب کوئی ان کی بات

بقیہ حاشیہ صـ۲۷۶ :- فریق کی آپس میں لڑائی شروع ہو گئی اور جیسا کہ خواب میں دکھایا گیا تھا آگ کے شعلوں سے لڑائی ہوئی اور یہ نظارہ لاہور۔ امرتسر اور کئی دوسری جگہوں میں دیکھنے میں آیا اور آگ کے ساتھ ایک دوسرے کو اس قدر نقصان پہنچایا گیا کہ اس کی کوئی مثال ہی نہیں مل سکتی۔ ایک انگریزی اخبار کا ایک انگریز نامہ نگار جس نے لاہور اور امرتسر کے تباہ شدہ علاقوں کا دورہ کیا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ پانچ سال کی جرمنوں کی وحشیانہ گولہ باری کے نتیجہ میں جتنے مکانات لندن میں تباہ ہوئے تھے اس سے زیادہ مکانات لاہور اور امرتسر کے دو تین ماہ کے فسادات میں تباہ ہو گئے ہیں گویا پانچ سال کے لمبے عرصہ میں جتنا ظلم جرمنوں نے انگلینڈ کے سب سے بڑے شہر لندن پر کیا تھا اس سے زیادہ ظلم دو تین ماہ کے قلیل عرصہ میں لاہور اور امرتسر میں ہوا۔ ان فسادات کی ابتداء ۴ مارچ سے ہوئی گویا ان فسادات سے چھ یا سات دن پیشتر خدا تعالیٰ نے مجھے بتا دیا تھا کہ اب عنقریب آگ کی لڑائی شروع ہونے والی ہے چنانچہ یہ لڑائی اتنی شدت کے ساتھ ہوئی کہ بعض شہروں میں تو محلوں کے محلے خالی ہو چکے ہیں اور جہاں بڑی بڑی عمارتیں تھیں وہاں اب ملبہ کے ڈھیروں کے سوا کچھ نہیں رہا۔ ... پھر ان فسادات کے دوران میں ایسے ایسے دردناک اور جگر پاش واقعات ہوئے ہیں کہ ان کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ایسے ہیں کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان کو سن کر اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکتا۔ مجھے پرسوں ہی کسی دوست نے بتایا کہ جب آگیں لگی تھیں۔ تو جن گھروں کو آگیں لگائی جاتی تھیں ان کے بچے اور عورتیں ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہو جاتے تھے اور نہایت عاجزانہ طور پر آگ لگانے والوں سے کہتے تھے کہ ہم تو پانچ چھ سو سال سے یہاں رہ رہے ہیں ہمیں کیوں بے در اور بے گھر کرتے ہو۔ مگر اس وقت غصہ کی وجہ سے کسی کو

(باقی حاشیہ صـ۲۷۸ پر)

مان لے گا تو اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔ انہیں لوگوں کو قرآن مجید میں دابۃ الارض کا خطاب دے کر اس کے خروج کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ کے حکم عدل امام زمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"گیارہویں علامت دابۃ الارض کا ظہور میں آنا یعنی ایسے واعظوں کا بکثرت ہو جانا جن میں آسمانی نور ایک ذرہ بھی نہیں اور صرف وہ زمین کے کیڑے ہیں۔ اعمال ان کے دجّال کے ساتھ ہیں اور زبانیں ان کی اسلام کے ساتھ۔ یعنی عملی طور پر وہ دجّال کے خادم اور ممسوخ الصورت اور حیوانی شکل ظاہر کر رہے ہیں مگر زبانیں ان کی انسان کی سی ہیں۔"

(شہادۃ القرآن ص ۲۱)

بقیہ حاشیہ ۲۷۷ :۔ ان درد بھرے الفاظ کی پرواہ نہ ہوتی تھی۔ اور یہ صرف اس لئے ہوتا رہا کہ خدائی فیصلہ صادر ہو چکا تھا کہ آگ کی لڑائی لڑی جائے اور یہ ایک اٹل فیصلہ تھا جو بچھوؤں کی سی ذہنیت والوں کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ پس آگ کی لڑائی ہوئی اور ایسی ہوئی کہ اس نے بہت سے شہروں کو بھسم کر کے رکھ دیا۔ محلوں کے محلے اور گاؤں کے گاؤں تباہ و ویران ہو گئے۔ اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئی نہایت عظیم الشان طور پر پوری ہوئی۔ (حضور نے اس خطبہ کے آخر میں فرمایا کہ) خدا تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ لڑائیاں اور فتنے اور فسادات سوائے قرآن کریم کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے دور نہیں ہو سکتے۔ قرآن پڑھو کا صرف یہی مطلب نہیں کہ قرآن کریم کو کھول کر تلاوت کر لی جائے بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کیا جائے اور اس کے حکمت بھرے احکام کی تمام دنیا میں اشاعت کی جائے۔ کیونکہ یہ آگیں اس وقت تک بجھ نہیں سکتیں جب تک فطرتوں کے اندر تبدیلی پیدا نہ ہو جائے اور بنی نوع انسان کی صحیح معنوں میں اصلاح نہ ہو جائے اور ان کی فطرتوں کے اندر نرم دلی اور رحم دلی نہ پیدا ہو جائے۔"

(الفضل، ربوہ ۱۳ وفا ۱۳۴۶ ہش، ۱۳ جولائی ۱۹۶۷ء ص ۲)

نیز حضور ایک اور موقعہ پر فرماتے ہیں۔

"ہمارا گروہ ایک سعید گروہ ہے جس نے اپنے وقت پر اس بندۂ مامور کو قبول کر لیا ہے جو آسمان اور زمین کے خدا نے بھیجا ہے اور ان کے دلوں نے قبول کرنے میں کچھ تنگی محسوس نہیں کی کیونکہ وہ سعید تھے اور خدا تعالیٰ نے انہیں چن لیا تھا۔ عنایت حق نے انہیں قوت دی اور دوسروں کو نہیں دی اور ان کا سینہ کھول دیا۔ سو جنہوں نے لے لیا انہیں اور بھی دیا جائیگا اور ان کی ترقی ہوگی۔ مگر جنہوں نے نہیں لیا ان سے وہ بھی لیا جائے گا جو ان کے پاس پہلے تھا۔ بہت سے راستبازوں نے آرزو کی کہ اس زمانہ کو دیکھیں مگر دیکھ نہ سکے۔ مگر افسوس کہ ان لوگوں نے دیکھا مگر قبول نہ کیا ان کی حالت کو میں کس قوم کی حالت سے تشبیہ دوں۔ ان کی نسبت یہی تمثیل ٹھیک آتی ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وعدہ کے موافق ایک شہر میں اپنی طرف سے ایک حاکم مقرر کر کے بھیجا تا وہ دیکھے کہ درحقیقت مطیع کون ہے اور نافرمان کون؟ اور تا ان تمام جھگڑوں کا تصفیہ بھی ہو جائے جو ان میں واقع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ وہ حاکم عین اس وقت میں جبکہ اس کے آنے کی ضرورت تھی آیا اور اس نے اپنے آقا نامدار کا پیغام پہنچا دیا اور سب لوگوں کو راہ راست کی طرف بلایا۔ اور اپنا حکم ہونا ان پر ظاہر کر دیا۔ لیکن وہ اس کے ملازم سرکاری ہونے کی نسبت شک میں پڑ گئے۔ تب اس نے ایسے نشان دکھلائے جو ملازموں سے خاص ہوتے ہیں مگر انہوں نے نہ مانا اور اسے قبول نہ کیا۔ اور اس کو کراہت کی نظر سے دیکھا اور اپنے تئیں بڑا سمجھا۔ اور اس کا حکم ہونا اپنے لئے قبول نہ کیا بلکہ اس کو پکڑ کر بے عزت کیا اور اس کے مونہہ پر تھوکا اور اس کے مارنے کے لئے دوڑے اور بہت سی تحقیر و تذلیل کی۔ اور بہت سی سخت زبانی کے ساتھ اس کو جھٹلایا

تب وہ ان کے ہاتھ سے وہ تمام آثار اٹھا کر جو اس کے حق میں مقدر تھے اپنے بادشاہ کی طرف واپس چلا گیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اُس کا ایسا بُرا حال کیا کسی اور حاکم کے آنے کے منتظر بیٹھے رہے اور جہالت کی راہ سے ایسے خیال باطل پر جمے رہے کہ یہ تو حاکم نہیں تھا بلکہ وہ اور شخص ہے جو آئے گا جس کی انتظاری ہمیں کرنی چاہیئے۔ سو وہ سارا دن اس شخص کی انتظار کئے گئے۔ اور اُٹھ اُٹھ کر دیکھتے رہے کہ کب آتا ہے اور اس وعدہ کا باہم ذکر کرتے رہے جو بادشاہ کی طرف سے تھا۔ یہاں تک کہ انتظار کرتے کرتے سورج غروب ہونے لگا اور کوئی نہ آیا۔ آخر شام کے قریب بہت سے پولیس کے سپاہی آئے جن کے ساتھ بہت سی ہتھکڑیاں بھی تھیں۔ سو انہوں نے آتے ہی ان شریروں کے شہر کو پھونک دیا اور پھر سب کو پکڑ کر ایک ایک کو ہتھکڑی لگا دی اور عدالت شاہی کی طرف بجرم عدول حکمی اور مقابلہ ملازم سرکاری چالان کر دیا۔ جہاں سے انہیں وہ سزائیں مل گئیں جن کے وہ سزاوار تھے۔ سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہی حال اس زمانہ کے جفا کار منکروں کا ہو گا۔ ہر یک شخص اپنی زبان اور قلم اور ہاتھ کی شامت سے پکڑا جائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۸۷ تا ۱۸۹)

عہد حاضر میں استحقاق جرم کا اعتراف مفکرین کے قلم سے

الف: علامہ اقبال فرماتے ہیں:—

مسلم از سرّ نبی بیگانہ شد — باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد
از منات و لات و عزّیٰ و ہُبل — ہر یکے دارد بُتے اندر بغل

شیخ ما از برہمن کافر تر است — زانکہ او را سومنات اندر سر است

(رموز بیخودی)

ز کار بے نظام او چہ گویم — تو میدانی کہ ملت بے امام است
شبے پیش خدا بگریستم زار — مسلماناں چرا زارند و خوارند
ندا آمد نمیدانی کہ ایں قوم — دلے دارند و محبوبے ندارند

(ارمغان حجاز)

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں — ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ب:— ایک صاحب بارگاہ الٰہی میں بدیں مضمون التجا کرتے ہیں:—

ع
اپنی پامالی کا یارب ہم کو ہے خود اعتراف
ہم مسلماں ہیں مگر ہم میں مسلمانی نہیں

(رسالہ صوفی ۱۹۲۵ء)

ج:— ابوالکلام صاحب آزاد لکھتے ہیں:—

"رسول عربی کے وقت تین سو ساٹھ بت تھے جن سے بیت خلیل کی دیواریں چھپ گئی تھیں لیکن آج ان کی امت میں ہر چیکیلی ہستی لات و منات کی قائم مقام ہے اور ہر حاکم۔ ہر رئیس۔ ہر حکام رس اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے ہر خوش لباس لیڈر ایک بت رکھتا ہے پوری ملت موحدان کی پوجا اور پرستش میں مشغول ہے۔"

(رسالہ الہر بالمعروف ص ۱۶-۱۷ شائع کردہ الہلال بک ایجنسی لاہور)

د:— فدائے قوم مرحوم سر سید علیگڈھی بھی اپنی قوم کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:—

"ہماری قوم عجیب مذہبی حالت میں گرفتار ہے۔ ہم اہل سنت وجماعت کا ذکر کرتے ہیں جن کے دو فرقے القاب وہابی و بدعتی سے ملقب ہیں پہلے حضرت بلاشبہ عقائد میں نہایت درست اور قریب حق کے ہیں۔ اور ظاہری افعال اور سختی اور سنگدلی اور قساوت قلبی اور تعصب پر اس قدر سرگرم ہیں کہ اندرونی نیکی ایک بھی ان میں نہیں رہی۔ اور ٹھیک ٹھیک وہی حال ہے جو علمائے یہود کا تھا۔ جو دن رات ظاہری رسومات مذہبی میں مبتلا تھے۔ اور دوسرے حضرت اگرچہ اندرونی نیکیوں کی جانب کسی قدر متوجہ ہیں الا رسوم آبائی کے اس قدر پابند ہیں اور بدعات محدثہ کے اس قدر پیرو ہیں کہ رومن کیتھولک کے قدم بقدم ہو گئے ہیں بلکہ ان کو بھی مات کر دیا ہے۔"

(تہذیب اخلاق جلد دوم صفحہ ۱۸۰-۱۸۱)

۵:- مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے اخبار میں یہ شائع کرتے ہیں:-

"سچی بات یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا ہے فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر واللہ دل سے اسے معمولی اور بہت معمولی اور بے کار کتاب جانتے ہیں۔"

(اخبار اہل حدیث ۱۴ جون ۱۹۱۳ء)

۶:- چوہدری ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار نے ہوشیار پور کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:-

"اگر ہمارے اعمال اچھے ہوتے تو ہم سے خلافت وسلطنت نہ چھنتی اور ہم سے اس نعمت عظمیٰ کے حصول کی اہمیت سلب نہ کر لی جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے توحید پرستی کو جو اسلام کا اصل الاصول ہے ہاتھ سے دے دیا ہے۔ اور اس لئے ہم پر وہی جرم عائد ہوتا ہے جو باغی پر ہوتا ہے۔ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر شرک

معاف نہیں کیا جاتا۔ ہم شرک میں مبتلا ہیں اس لئے ہم اس مصیبت میں بھی مبتلا ہیں۔"

(زمیندار ۱۵ اپریل ۱۹۲۸ء)

نیز قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا:-

"عالم اسلام کی تباہی و بربادی... کے روز افزوں ہجوم کے اسباب یہ نہیں کہ تم میں علم و ہنر نہیں یا تمہاری تعداد کم ہے۔ بلکہ اصل سبب یہ ہے۔ (کہ)... تم نے آج تک یہودیت کی راہ اختیار کی اور اسی پر چلے اور اس لئے ضربت علیہم الذلۃ کے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔"

(زمیندار ۱۳ جولائی ۱۹۲۱ء)

(ز) آخر میں ناضل مدیر رسالہ صحیفہ اہل حدیث کا بھی اپنی قوم کے متعلق بے لاگ تبصرہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:-

"آج ہم اپنی حالتوں کو دیکھیں کہ ہم میں اسلام کی کونسی بات پائی جا رہی ہے۔ آج تارک نماز ہم۔ روزہ کے چور ہم۔ زکوٰۃ ہضم کرنے والے ہم۔ حج بیت اللہ کو تکلیف مالایطاق سمجھنے والے ہم۔ ہمارے کردار فرنگی۔ ہمارے اطوار یہودی۔ ہمارا لباس مغربی۔ ہمارا اٹھنا۔ ہمارا بیٹھنا ہمارا پھرنا۔ ہمارا کھانا۔ ہمارا پینا۔ ہمارا بولنا۔ ہماری شکل۔ ہماری صورت ہماری تہذیب، ہمارا تمدن۔ ہماری معاشرت۔ ہماری تربیت۔ ہمارا رہن سہن سب کچھ فرنگی تہذیب کا مرہون منت ہے۔ ہم نے اسلامی اصول و اقدار۔ اسلامی اخلاق و عادات۔ اسلامی احکام و اعمال کو بالائے طاق رکھ کر عیسائیت۔ یہودیت۔ مجوسیت و ہندومت۔ کمیونزم اور سوشلزم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے۔ آج آپ ایک عیسائی اور مسلمان میں ایک یہودی اور اسلام کے نام لیوا میں۔ ایک مسلم اور مشرک میں ظاہری طور پر سرمو فرق نہ پائیں گے۔ اگر ایک عیسائی اور یہودی کے سر پر انگریزی بال ہیں تو مسلمان کے بھی ہیں۔ اس کی ٹیڑھی مانگ ہے تو اس کی بھی ہے

اس نے گلے میں صلیب کا پھندا (نکٹائی) ڈال رکھا ہے تو اس نے بھی ڈال رکھا ہے۔ اگر وہ کھڑے ہو کر موتتا ہے تو یہ بھی کھڑے ہو کر موتتا ہے۔ اگر وہ کاغذ سے ٹٹی صاف کرتا ہے تو یہ مسلمان بھی یہی کرتا ہے۔ اگر وہ بے غیرت و بے شرم ہو کر اپنی بہو بیٹیوں کو غیروں کی باہوں میں باہیں ڈال کر ناچتا اور تھرکتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو مسلمان بھی اپنی بہو بیٹیوں کو دوسروں کی بغلوں میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے اگر وہ شراب پی کر اور بدمست ہو کر حرامکاری کرتا ہے اور غیروں کی بہو بیٹیوں کی عزت خراب کرتا ہے تو مسلمان اس میں بھی پیچھے نہیں رہتا۔ الغرض آج کا مسلمان چور۔ ڈاکو رہزن۔ قاتل۔ شرابی۔ زانی۔ جوئے باز۔ رنڈی باز۔ غلام باز۔ غیروں کی عزت اور ناموس کو لوٹنے والا۔ حرام کھانے والا۔ امانت میں خیانت کرنے والا ہے معصوموں پر ظلم کرنے والا۔ مزدوروں کا خون چوسنے والا۔ بے ایمانی اور دغابازی کرنے والا۔ سود کھانے والا۔ جوا کھیلنے والا۔ سمگلنگ اور ملاوٹ کرنے والا۔ کم تولنے والا اور کم ناپنے والا۔ سب کچھ بنا ہوا ہے۔ دنیا کی کوئی برائی ایسی نہیں جو آج کے مسلمان میں موجود نہ ہو۔ اب آپ ہی بتائیے کہ جب مسلمانوں کی یہ صورت حال ہو تو پھر خداوند تعالے اپنے نافرمانوں کی کیوں مدد فرمانے لگا"

(صحیفہ اہل حدیث کراچی مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۶۹ء صـ۶)

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

آہ! قوم کی حالت زار پہ نوحہ کرنے والے خود اپنی اصلاح کی طرف توجہ کیوں نہیں کرتے! اور یہ نہیں سوچتے کہ مسلمان کہلا کر اس حال پہ کیوں پہنچے۔ ان پہ یہ ناکامی۔ یہ ذلت یہ عذاب کیوں آ رہے ہیں۔ مسلمانوں سے خلافت کیوں چھن گئی۔ سو اس کا جواب قرآن مجید میں موجود ہے۔ اللہ

تعالے فرماتا ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل آیت ۱۶)

کاش کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھلتیں اور سلب خلافت کا عذاب دیکھ کر ان کے دل دہل جاتے اور خدا کے وعدہ بعثت رسول پہ نگاہ ڈالتے تو ان کا بہت حد تک جلد مداوا ہو جاتا۔ کیونکہ خدا کے موعود رسول نے تو مبعوث ہو کر غلبہ اسلام اور مسلمانوں کے عروج و اقتدار اور دجال اور دجالی تحریک کے زوال دفنا کے لئے عدالت الٰہی میں مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"میں نے دیکھا کہ خدا تعالے کی عدالت میں ہوں اور منتظر ہوں کہ میرا مقدمہ بھی (پیش) ہو۔ اتنے میں جواب ملا

اِصْبِرْ سَنَفْرُغُ يَا مِرْزَا [۱]

پھر ایک بار دیکھا کہ کچہری میں گیا ہوں تو اللہ تعالے ایک حاکم کی صورت پہ عدالت کی کرسی پہ بیٹھا ہے۔ اور ایک سرشتہ دار کے ہاتھ میں ایک مسل ہے جو وہ پیش کر رہا ہے۔ حاکم نے مسل دیکھ کر کہا کہ مرزا حاضر ہے! تو میں نے غور سے دیکھا کہ اللہ تعالے کے پاس ایک خالی کرسی پڑی ہے۔ مجھے اس پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر میں بیدار ہو گیا"

(تذکرہ صـ۱۲۹)

اور حضور کو مسلمانوں کے عروج و اقبال کے متعلق بشارتیں بھی ملیں۔ چنانچہ الہام ہوا:-

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و
پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

(تذکرہ صـ۹۹)

اور حضور نے دنیا کو یہ پیغام بھی دیا جو آپ پہ الہاماً نازل ہوا:-

"جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا
وہ کاٹا جائے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ (تذکرہ صـ۳۰۲)

---

[۱] (ترجمہ از مرتب) مرزا! ذرا ٹھہرو ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

گر انہوں نے بحیثیت قوم اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ آخر وہ فیصلہ الٰہی صادر ہوا جس کی کسی قدر تفصیل سورۂ اعراف میں پائی جاتی ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت ۳۶، ۳۷ میں اقوام عالم کو ایک اعلان دے کر متنبہ کیا گیا تھا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

اے آدم کے بیٹو! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول بنا کر بھیجے جائیں جو وہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھ کر سناتے ہوں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اصلاح کریں گے ان کو آئندہ کے لئے کسی قسم کا خوف نہ ہوگا۔ اور نہ وہ ماضی کی کسی بات پر غمگین ہوں گے اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور ان سے تکبر کرکے اعراض کرتے ہیں وہ دوزخی ہیں وہ اس میں ایک لمبا عرصہ پڑے رہیں گے۔

اس اعلان میں ان رسولوں کی آمد کا ذکر ہے جن کی بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگی[1] اور سورۂ مرسلات کی آیت وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ میں اشارہ تھا کہ ان رسولوں کی آمد ایک ایسے وجود کی صورت میں ہوگی جس کے ذریعہ ان رسولوں کی آمد کی حد بست کے لئے ایک وقت مقرر تھا۔ اور اس زمانہ میں سب نبیوں کی پیشگوئیاں پوری ہونی تھیں اور تمام مذاہب عالم کے ماننے والے اس وقت اس موعود اقوام عالم کی آمد کے لئے چشم براہ ہوں گے[2]۔ اس سورۃ میں اس زمانہ کی ایک خاص علامت یہ بھی

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطیؒ نویں صدی کے مجدد لکھتے ہیں کہ:۔

فانہ خطاب لاھل ذلك الزمان ولکل من بعدھم۔ (اتقان ص۳۷ ج۲)

یہ خطاب اس زمانہ والوں کو اور اس کے بعد والوں کو ہے۔

[2] اور سورہ مائدہ میں بھی اس موعود اقوام عالم کی بعثت کے متعلق بشارت دیتے ہوئے اس پیشگوئی کے ایک اور پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ فرمایا:۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ

اس دن کو یاد کر جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کریگا اور کہے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا ہے وہ کہیں گے ہمیں تو

(باقی حاشیہ ص۲۸۷ پر)

بتائی گئی ہے کہ اس وقت حامیان تثلیث عقیدہ تثلیث پھیلانے کے لئے دنیا میں بڑا زور لگا رہے ہوں گے اور لوگ دھڑا دھڑ اس جال میں پھنس رہے ہوں گے۔ انہیں کو مخاطب کرکے انذار کیا گیا۔

بقیہ حاشیہ ص۲۸۶:۔ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۔

تو کوئی علم نہیں غیب کی باتوں کا علم تو صرف آپ کو ہی ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكَ الآیۃ۔

اس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ سے بھی کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم اس نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر اور تیری ماں پر نازل کی تھی الآیہ۔

اس جگہ یہ بیان ہے کہ اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے مقدس وجود میں بروزی رنگ میں تمام رسولوں کی روحانیت کا اجتماع ہوگا۔ اور آپ مبعوث ہو کر جب تمام اقوام عالم کو دعوت اسلام پیش کریں گے تو ابتداءً اکثر قومیں انکار کریں گی۔ اس وقت عالم برزخ اور عالم روحانی میں ان انبیاء سے سوال ہوگا کہ مَاذَآ اُجِبْتُمْ اس سے یہ مراد نہیں کہ جو دعوت تم نے اپنی زندگی میں اپنی امتوں کو دی تھی اس کا کیا جواب ملا۔ کیونکہ اس کا تو انہیں علم تھا پھر لَا عِلْمَ لَنَا کہہ کر ان کے لئے اپنی لاعلمی کا اقرار کیونکر جائز تھا۔ بلکہ اس سے سید الرسل ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس دعوت کا جواب مراد ہے جس کے لئے ان انبیاء سے آنے والے موعود کے حق میں پیشگوئی کرتے ہوئے اس پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی اور نصرت و اعانت کی تاکید کی تھی کہ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران ۸۲) اب جب کہ وہ وقت معہود آگیا اور اس موعود رسل کی دعوت اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے اس کا غلام و برگزیدہ اس منزل دنیا کی رسالت کی دہری چادر اوڑھ کر مبعوث ہو چکا۔ تو اس وقت ان انبیاء کی روحانیت اپنی اجتماعی قوت سے امتوں کی اصلاح کی خواہش مند ہو کر ظہور نتیجہ کی امیدوار ہوگی۔ تب دربار الٰہی سے انہیں ارشاد ہوا کہ اے رسولو! تمہیں پتہ بھی ہے کہ تمہاری امتوں نے تمہاری اس دعوت کا کیا جواب دیا۔ مَاذَآ اُجِبْتُمْ اس پر وہ عرض کریں گے لَا عِلْمَ لَنَا۔ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔ تب خصوصیت سے مسیحی روح کی طرف روئے خطاب ہوگا۔ یٰعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیك۔ یہ اس لئے کہ تمثیلی وجود کے پیرایہ میں اسی کا نزول ہوگا۔ اور اس کے متعلق خارق عادت واقعات ظہور پذیر ہوں گے جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حواریوں نے نزول مائدہ کا ان سے مطالبہ کیا تھا اور انہیں بتلایا گیا تھا کہ ان کا یہ مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ جو مسیح موعودؑ کی بعثت کے ذریعہ نزول ابن مریم ہوگا اور اب ابن مریم پہلی شان سے بڑھ کر نمودار ہوگا۔ پہلی بعثت میں تو ایک خاص قوم کے لئے اس کے مائدہ کا

(باقی حاشیہ ص۲۸۸ پر)

انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب	اس تین شاخوں والے سائے کی طرف جاؤ جو نہ
لاظلیل ولا یغنی من اللھب انھا	تو سایہ دیتا ہے اور شعلوں سے محفوظ رکھتا ہے
ترمی بشرر کالقصر کانہ جمالت	وہ تو ایسے شعلے پھینکتا ہے جو محلوں کی مانند ہیں (اور سادہ وہ ایسے)
صفر۔ ویل یومئذ للمکذبین	گویا زرد اونٹوں کی طرح رستا گراں مایہ ہے ہوں گے۔ اس
	دن جھٹلانے والوں پر تباہی آئے گی۔

سورۂ مرسلات کی ان آیات کو آپ ذہن نشین رکھ کر اب سورۂ اعراف کی طرف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۷ :۔ دامن کشادہ تھا لیکن کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے اور انسان کی روٹی کتوں کو نہیں دی جا سکتی تھی۔ مگر اب جو مائدہ کا نزول ہوگا اس کی وسعت عالمگیر حیثیت سے تمام اقوام عالم کے لئے ہوگی۔ مسیح کی اس روحانیت کے نزول کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکشاف ہوا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"میرے پر کشفاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی حضرت عیسےٰ کو اس کی خبر دی گئی تب ان کی روح روحانی نزول کے لئے حرکت میں آئی اور اس نے جوش میں آکر اور اپنی امت کو ہلاکت کا مفسدہ پرداز پاکر زمین پر اپنا قائم مقام اور شبیہ چاہا جو اس کا ایسا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو۔ سو اس کو خدا تعالیٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہ عطا کیا اور اس میں مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی۔ اور اس میں اور مسیح میں بشدت اتصال کیا گیا گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے ہیں اور مسیح کی توجہات نے اس کے دل کو اپنا قرارگاہ بنایا۔ اور اس میں ہو کر اپنا تقاضا پورا کرنا چاہا۔

پس ان معنوں سے اُس کا وجود مسیح کا وجود ٹھہرا۔ اور مسیح کے پرجوش ارادات اس میں نازل ہوئے۔ جن کا نزول الہامی استعارات میں مسیح کا نزول قرار دیا گیا"۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴ - ۲۵۵)

لہ عن ابن عباس انھا کالمدائن والحصون۔	ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ قصر شہروں اور قلعوں کی طرح ہوں گے۔

(تفسیر در منثور)

توجہ کیجئے۔

سورہ اعراف کی آیت ۳۶ میں دنیا کی تمام اقوام کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

اے بنی آدم! تمہیں متنبہ و بیدار کرنے کے لئے ہم رسول بھیجیں گے (جو بہت سے رسولوں کا مظہر و بروز ہوگا) اگر اس سے وابستہ ہو کر تم میں سے جو شخص بھی تقویٰ و اصلاح کی راہ پر گامزن ہو جائے گا* فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اور جنہوں نے ہمارے نشانات کو دیکھ کر انہیں جھٹلایا اور تکبر اختیار کر کے اس سے اعراض کیا تو وہ ضرور اس عذاب کا شکار ہوں گے

اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون

* [illegible]

پھر آگے انہی مکذبین کے متعلق فرمایا:۔

حتی اذا جاءتھم رسلنا یتوفو	یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کی جانیں نکالنے کے لئے
نھم قالوا این ما کنتم تدعون	ان کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ کہاں ہیں تمہارے
من دون اللہ قالوا ضلوا عنا	وہ شریک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے۔ وہ کہیں گے
وشھدوا علی انفسھم انھم	کہ وہ تو ہم سے غائب ہو گئے اور وہ خود اپنے آپ پر
کانوا کافرین۔ قال ادخلوا فی	گواہی دیں گے کہ وہ منکروں میں شامل تھے۔ تب اللہ تعالےٰ
امم قد خلت من قبلکم	ان سے کہے گا جاؤ تم بھی آگ میں ان امتوں کے ساتھ
من الجن والانس فی النار	شامل ہو جاؤ۔ جو تم سے پہلے جنوں اور انسانوں
کلما دخلت امۃ لعنت اختھا	میں سے گذر چکی ہیں۔ جب کوئی قوم آگ میں داخل ہوگی
حتی اذا ادارکوا فیھا جمیعا	تو اپنی دوسری پارٹی پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ
قالت اخراھم لاولٰھم ربنا	جب سب آگ میں داخل ہو چکیں گے تو ان میں سے آخری
ھٰؤلاء اضلونا فاتھم ضعفا	پارٹی پہلی کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب ان لوگوں
من النار قال لکل ضعف	نے ہم کو گمراہ کیا پس تو ان کو بڑھ چڑھ کر عذاب دے
ولکن لا تعلمون وقالت	اس پر اللہ تعالےٰ فرمائے گا سب کو ہی بڑھ کر عذاب مل رہا
اولٰھم لاخراھم فما کان لکم	ہے لیکن تم نہیں جانتے اور ان میں سے پہلی پارٹی اپنی پچھلی
علینا من فضل فذوقوا العذاب	پارٹی سے کہے گی تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں تھی کہ تم کو عذاب...

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ   دیا جائے۔ پس اپنے اعمال کی وجہ سے عذاب چکھو۔

ان آیات میں ان مکذبین کے انجام کا بیان ہے کہ جب ان پر عذاب کا مقررہ وقت آئے گا تو ہمارے فرستادے ان کی ملی روح کو قبض کر لیں گے۔

واضح ہو کہ جس طرح فرد کے لئے موت کا وقت مقرر ہے اور فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اسی طرح قومی اور ملی حیات کے لئے بھی ایک اجل ہوتی ہے اور فرشتے اس ملی روح کو بھی قبض کرتے ہیں۔ اور شیطانی روح پھیل جاتی ہے اور نیا دور شروع ہو کر اس کے مقابل قوموں اور ملتوں میں آسمانی روح جگہ پاتی ہے اور عام طور پر دلوں میں قبولِ حق کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے تب اس وقت اس روحانی انقلاب کے مدبرین ملائکہ ان سے کہتے ہیں أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اب وہ تمہارے طاغوتی لشکر جن کو تم أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ قرار دے کر انہیں اپنی مدد و نصرت کے لئے پکارتے تھے کہاں گئے۔ تب وہ اس کے معترف ہو کر زبان حال سے پکار اٹھتے ہیں ضَلُّوْا عَنَّا۔ کہ وہ سب ہمیں اکیلا چھوڑ کر ہم سے دور ہٹ گئے اور اپنے مونہوں سے اقبال کریں گے کہ ہم بھی انہیں کافروں کے زمرہ میں شامل تھے۔ تب حکم الٰہی صادر ہوگا۔ اُدْخُلُوْا فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ۔ اب تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلی امتوں کا ہوا کیونکہ تم بھی ان کے مثیل بنے۔ جاؤ عذاب الٰہی کی آگ میں داخل ہو جاؤ۔

یہ آگ کیا تھی اور کیونکر اس دنیا میں اس کا ظہور ہوا۔ اس کے لئے لمحۂ فکریہ کی ضرورت ہے۔ جہاں تک ان آیات میں مذکورہ واقعات کا عالمِ آخرت سے تعلق ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے بے شک عالمِ آخرت میں تو اعلیٰ پیمانہ پر اعمال انسانی کے نتائج ظاہر ہوں گے مگر یاد رکھو۔ وقائع اخروی کی بنیادی[1] عالم اس دنیا سے ہی تیار کی جاتی ہے۔ پس ان واقعات کا جہاں تک

---

[1] صوفیائے کرام اور حکمائے اشراقیین کے ہاں اس علم کا نام نظریۂ امثال ہے اور جس عالم میں اس کا ظہور ہوتا ہے اس کا نام عالم مثال ہے کہ عالم مثال میں واقعات عالم کی نقلیں لی جاتی ہیں آج کل اکثر ماہرین طبیعات و ریاضی کا بھی یہی خیال ہے کہ خلا میں کسی نہ کسی جگہ ہماری اس کائنات کا آئینوی توام یا عکس موجود ہے ان کو یہ بھی یقین ہے کہ کائنات کے اس توام کا وجود لازمی طور پر ہونا چاہیئے۔ ۱۲- منہ۔

اس دنیا سے تعلق ہے اور قرآن مجید کی وہ پیشگوئیاں جو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو کر دنیا کو اس کی صداقت کا قائل کراتی ہیں۔ ایک مومن کے لئے ان پر نگاہ بصیرت ڈالنا بھی ضروری ہوتا ہے

ان آیات میں جو پیشگوئیاں ہیں اور واقعات کے رنگ میں ان کا ظہور ہو کر دنیا نے ان کا مشاہدہ کر لیا اس کی طرف توجہ دلانا بھی ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ پس سنو! ان آیات کا مضمون واقعات کے رنگ میں ایک حد تک ان دو پچھلی جنگوں میں نمایاں طور پر ظاہر ہوا۔ یہی جنگیں عذاب الٰہی کی آگ تھیں جو انہی دجالی اقوام کی بھڑکائی ہوئی تھیں اور عالمگیر حیثیت سے تمام دنیا کو اس میں دھکیل دیا گیا تھا۔ انہی کی طرف سورۂ مرسلات میں ان الفاظ سے اشارہ کیا گیا تھا۔ إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ كَأَنَّهٗ جِمَالَتٌ صُفْرٌ اور اس ارشاد سے دنیا کی قوموں خصوصاً مسلمانوں کو جو مغربی تہذیب اور ان کے دجالی نظام پر فریفتہ ہو رہے تھے خبردار کیا گیا تھا کہ تم ان قوموں کی میٹھی میٹھی باتوں پر فریب نہ کھانا۔ مغربی تہذیب کا معاشرہ تو ایک آتش فشاں پہاڑ ہے جو ایک وقت ایسا لاوا اگلے گا جن کے شعلوں سے دنیا چیخ اٹھے گی إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ۔ خبردار تم غلطی نہ کھانا۔ ان کی ظاہری شان و شوکت کو دیکھ کر فریفتہ نہ ہو جانا اور ان کے نظام کو کہیں اپنے لئے اقتدار و عروج کی اعلیٰ منزل نہ سمجھ لینا اور اسے کہیں آبدار موتی قرار دے کر قیمتی چیز نہ خیال کر لینا۔ كَالْقَصْرِ كَأَنَّهٗ جِمَالَتٌ صُفْرٌ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ عربوں میں زرد اونٹ ایک قیمتی متاع سمجھی جاتی تھی۔

پس جمالۃ صفر میں اشارہ ہے کہ عرب بھی انہیں ایک قیمتی متاع سمجھ کر ان قوموں کے دجالی جال میں پھنس جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انگریزوں اور اتحادیوں نے عربوں کو پچھلی جنگ میں ترکی حکومت سے علیحدہ کر کے عربی ممالک کو اپنے مشؤم سیاسی منصوبوں کے پورا کرنے کے لئے اپنی رہگذر بنایا اور سادہ لوح عربوں کو اپنی اس سیاسی شطرنج کے لئے بطور مہرہ استعمال کر کے آخر انہیں بھی عالمگیر جنگ کی اس بھڑکتی آگ میں داخل کر دیا۔ جب وہ اس آگ میں کود پڑے اور اپنی غلطی کا خمیازہ بھگتا تب انہیں اس کا احساس ہوا اور اب وہ ایک دوسرے کو طعنہ دینے اور لعنتیں ڈالنے لگے كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا

یہ ایک پیشگوئی تھی جس کا انہیں دنوں ظہور ہوا۔ اسکی تصدیق شہادت کے لئے آپ علامہ امیر

شکیب ارسلانؒ کا بیان پڑھیئے۔ جو مسلمانوں کے دینی اور دنیوی زوال کے اسباب پہ بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ مراکش کا صدر اعظم المقریؔ اپنے ہم وطن مسلمان بربریوں کو عیسائی بنانے میں جس قدر کوشش کر رہا ہے شاید ہی کوئی فرانسیسی کرتا ہوگا۔ اسیطرح البغدادی نے جو فاس کا گورنر ہے اس کام کو جس اخلاص سے انجام دیا ہے میرا خیال ہے کہ کوئی کافر بھی انجام نہ دے سکتا۔ لطف یہ ہے کہ ان خائنوں کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ فرانسیسیوں کا اس نئے قانون سے جس میں بربریوں کو اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے کیا منشا ہے۔ اور انہوں نے بربریوں کو اسلام سے الگ کرنے کے لئے کیا کیا تیاریاں کی ہیں۔ نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بے شمار پادری اور مسیحی مشنری کس طرح بربریوں میں گھومتے رہتے ہیں اور ان کے یتیم بچوں کو، غریبوں کو اور کم ایمان والوں کو تلاش کر کے اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ وہ اس کے ساتھ یہ بھی جانتے ہیں کہ فرانسیسیوں نے مسلمانوں کے عالموں اور مبلغوں کا بربریوں میں پھرنا قطعاً بند کر دیا ہے تاکہ مشنریوں کو اپنا کام سرانجام دینے میں آسانی ہو۔ ہمارا قیاس یہ ہے اور یہ کچھ بعید از عقل بھی معلوم نہیں ہوتا کہ المقری اور البغدادی ان لوگوں میں سب سے اول ہوں گے جنہوں نے بربریوں میں علماء اسلام کے پھرنے اور وعظ کہنے کو ممنوع قرار دیئے جانے پر اپنے دستخط ثبت کئے ہوں گے۔ ان سب باتوں کے باوجود المقری کو آپ دیکھیں گے کہ وہ بڑی لمبی نمازیں پڑھتا ہے۔ روزے رکھتا ہے اس کے ہاتھ میں

ے خاکسار کا ضمیر اس بیان کو درج کرنا گوارا نہیں کرتا تھا مگر چونکہ ایک حد تک قرآنی پیشگوئی کے ظہور کی شہادت اس سے وابستہ تھی اس لئے مجبوراً اسے درج کرنا پڑا۔ ۱۲ منہ

تسبیح ہے اور ہمیشہ درود و سلام میں مشغول رہتا ہے اور اس طرح یہ بدبخت البغدادی بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قبروں کے سامنے جھکے رہتے ہیں۔ اولیاء اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں اور خلق خدا پر اس قسم کی جھوٹی پرہیزگاری جتاتے ہیں۔ باقی رہے مفتی صاحب قران کے متعلق تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو بہر حال مفتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دن میں جماعت کے ساتھ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں اور تہجد اور اشراق اور وتر و نفل کے پڑھنے میں بھی حتی الوسع دریغ نہیں کرتے۔ خدا کی لعنت ہو ان سب پر۔

یہ باتیں نہ صرف افریقہ میں ہوئیں بلکہ ہمارے ہاں شام میں بھی فرانسیسیوں کی فتح کے بعد یہاں بھی کئی مولوی اسی قسم کی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اگرچہ ان کی خیانت کسی حد تک مذہبی خیانت نہیں تاہم وطنی خیانت ضرور ہے۔ چنانچہ جب فرانسیسیوں نے بعض مولویوں کو کہا کہ وہ "المؤتمر السوری الفلسطینی" کے خلاف جو شام اور فلسطین کی خود مختاری کے لئے کوشش کر رہی تھی۔ لیگ آف نیشنز کو تاریں بھیجیں اور اس سے اپنی نفرت اور بیزاری اور بے تعلقی کا اظہار کریں تو ان بڑی بڑی پگڑیوں والے لمبی لمبی عباؤں اور موٹی موٹی گردنوں والے مولویوں نے فی الفور اس محضرنامہ پہ دستخط کر دیئے پس اگر میں یہ نہ کہوں کہ ان پہ خدا کی لعنت تو شاید میرے افریقہ کے بھائی مجھ پر ناراض ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے ہمارے صدر اعظم اور مفتی اکبر تو لعنت بھیجی مگر اپنے شام کے مولویوں کو اس لعنت سے بچا لیا۔ پس میں عدل و انصاف کے تقاضے سے ان سب پر لعنت بھیجتا ہوں۔ خدا ان سب پہ لعنت کرے۔ جو اجنبیوں کی ہر خواہش کو بلا لیت و لعل پورا کرتے ہیں اگرچہ وہ دین اور وطن کے لئے کس قدر بھی نقصان دہ کیوں نہ ہوں۔

(اسباب زوال امت ص ۲۶۰-۲۶۱ شائع کردہ سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور)

یہ نتیجہ ہے مغربی تہذیب اختیار کرنے اور دجالی اقوام کی پیروی کا۔ پس ان مغربی اقوام اور ان کے پیروکاروں کو خطاب ہے کہ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ۔ اے مجرمو!

---

۵ مگر یاد رکھو۔ اس لعنت و ملامت کے طعن سے نجات دلانے کا انتظام بھی بارگاہ الٰہی سے ہو چکا ہے۔ اسی سورہ اعراف میں جہاں ان کے لعن طعن کی پیشگوئی کا ذکر ہے وہاں ہی اس کے چند آیات بعد اس کا مداوا بھی مذکور ہے اور نہ صرف یہ ہوا کہ بلکہ اقوام عالم کو اس جہنم سے نکالے جانے کی پیشگوئی کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ ایک وقت ان جنائع کو جو سعید فطرت ہیں اور نظام جنت میں شامل ہونے کی طمع رکھتے ہیں انہیں امن اور سلامتی کی دعا دیتے ہوئے پکارا جائے گا۔ اور وہ لوگ جو دجالی تہذیب کا شکار ہو کر اس جہنم کدہ میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ عذاب کا خمیازہ بھگتنے کے بعد اب ان کا احساس و شعور بھی بیدار ہو گا اور جنتی نظام والوں سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے آب حیات کی استدعا کریں گے۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔۔ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ

(الاعراف آیت ۴۷-۵۱)

اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو کہ سب کو ان کے چہروں کی نشانوں سے پہچانتے ہوں گے اور وہ ان جنتیوں کو پکاریں گے جو ابھی جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے لیکن اس کی توقع رکھتے ہوں گے انہیں کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو۔ اور جب ان کی نظریں دوزخ والوں کی طرف پھرائی جائیں گی تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم کو ظالم قوم میں سے مت بنائیو۔ ۔ ۔ اور دوزخی لوگ جنتیوں کو پکاریں گے اور التجا کریں گے کہ خدا کچھ پانی ہم پر بھی بہائیے۔ یا جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ دیجئے اس پر وہ کہیں گے اللہ نے دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔

یہ اعراف کیا ہے اور اہل اعراف کون ہیں۔ اس کے متعلق مفسرین کے ۲۰ سے زائد اقوال ہیں جو بظاہر اس قدر متخالف اور متضاد ہیں جن کو دیکھ کر بادی النظر میں انسان گھبرا اٹھتا ہے۔ مگر متلاشی حق اور حقیقت شناس

(باقی حاشیہ ص۲۹۵ پر)

اب تم الگ ہو جاؤ۔ تمہیں بہت کچھ مہلت مل چکی ہے۔ تم نے انسانی معاشرہ کو سخت گندہ

بقیہ حاشیہ ص۲۹۴:۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسے اس کے سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کیونکہ دراصل ان میں ایک ہی حقیقت کے مختلف پہلوؤں کا بیان نئے نئے پیرایہ میں واضح طور پر نظر آتا ہے ؎

مضامینا شتّٰی وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

البتہ بعض اقوال ان میں سے از قسم شطحیات بھی ہیں۔

خاکسار کی تحقیق یہ ہے کہ اعراف خلافت و نیابت الٰہیہ کا مقام ہے اور خلافت سے وابستہ نفوس اہل الاعراف ہیں۔ ارباب کشف صوفیاء میں سے عارف باللہ حضرت شیخ عبدالکریم جیلانی رح فرماتے ہیں الاعراف محل القرب الالٰھی المعبر عنہ فی القرآن بقول اللہ تعالیٰ عنہ ملیک مقتدر واھل الاعراف العارفون باللہ وھم) قوم لم یخرجوا من الدنیا الا وقد تجلی اللہ سبحانہ وتعالیٰ علیھم وعرفوہ فیھا (انسان کامل ص$\frac{۲۶}{۲۷}$) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اعراف کی تفسیر یہی فرماتے ہیں کہ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے سور بین الجنۃ والنار (درمنثور) واقعی یہی مقام خلافت ہی جنتیوں اور جہنمیوں کے مابین حد فاصل ہے اور اسلامی نظام کی یہی پناہ گاہ اور سد السبلہ ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں نحن علی الاعراف نعرف انصارنا بسیماھم (مجمع البحرین) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں "اعراف والے ادنیٰ درجہ کے مومن نہیں بلکہ انبیاء و صلحاء کامل کا گروہ ہے" (تفسیر کبیر سورۃ المائدہ ص۲۲۴)

پس سنو! موجودہ وقت میں اعراف کی حقیقت کا مظہر اتم احمدیت ہے۔ جہاں اہل اعراف نے اللہ تعالیٰ کی تجلی موعود اقوام عالم کی لعنت پر بچشم خود مشاہدہ کر کے صحابہ کی طرح عرفان الٰہی کا انعام پایا۔ اور اس وقت احمدیت حفاظت اسلام کے لئے وہ روحانی دیوار اور سد ذوالقرنین ہے جو اسلام پر دجالی حملوں کی مدافعت کے لئے ایک مضبوط قلعہ اور پناہ گاہ ہے جس کی شہادت آج اشد ترین مخالفین بھی دے رہے ہیں اور اہل الاعراف انہی مجاہدین کا خطاب ہے۔ اس کا اشارہ آیت ثلۃ من الاولین و

(باقی حاشیہ ص۲۹۶ پر)

اور مسموم کر دیا ہے۔ اب تمہیں اس تخت اقتدار سے اتار کر یہ تخت ان لوگوں کے حوالے کیا جائے گا جو آسمانی تختوں کے وارث ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں بھی ان تختوں

بقیہ حاشیہ ص۲۹۵ :۔ وثلة من الاخرین میں بھی ہے۔ اسلام کی نشاۃ اولیٰ میں صحابہ ہی اصحاب الاعراف تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مثال کے طور پر ان کے نام گنواتے ہوئے فرماتے ہیں انہم العباس وحمزۃ و علی وجعفر ذوالجناحین (روح المعانی) اور حضرت علیؓ کا قول تو ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں فرماتے ہیں نحن علی الاعراف۔ اب اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں بھی صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مقام پر فائز ہیں خصوصاً اس وقت اس پیشگوئی کے ظہور کے لئے اس کا مظہر اتم حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مقدس وجود ہے جن کے ہاتھوں سے قرآن مجید کی اس پیشگوئی کے بعض پہلو اسی سال نمایاں ہوئے جب کہ حضور نے مغربی افریقہ کا سفر اختیار فرمایا۔ اور توسیع اشاعت اور غلبۂ اسلام کے لئے قوم بلالؓ کی سرزمین پر قدم رکھ کر وہاں کے باشندوں کی ذہنیت کا اندازہ ان کی پیشانیوں کو دیکھ کر لگایا اور نہایت ہی محظوظ ہوئے۔ یہی واقعہ اس آیت وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم کی پیشگوئی کے ظہور کا ایک عینی شاہدہ ہے۔ بحمداللہ وہ تو بہت خوش قسمت نکلے اب انشاءاللہ تعالیٰ وادیٔ حبیب کے باشندوں اہل عرب کا بھی کسی وقت قسمت جاگے گی۔ ان کی باری بھی آنے والی ہے۔ ان کی تڑپتی روحیں بھی اپنی تسکین کا سامان حاصل کرنے والی ہیں۔

بلکہ قرآن مجید کی عملی تفسیر (تاریخ عالم) کا مطالعہ کرنے والا خواہ کسی ہی مذہب وملت کا انسان ہو اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہ مصائب روحانی روشنی والے رہنما سے وابستہ ہوئے بغیر ہرگز دور نہیں ہو سکتے چنانچہ فلسفۂ تاریخ کے مشہور برطانوی آرنلڈ جے ٹائن بی اپنی تصنیف "سولیزیشن آن ٹرائل" (تہذیب امتحان کے ترازو میں) لکھتے ہیں :۔

"انبیاء بنی اسرائیل نے ایک مٹتی ہوئی تہذیب کے بطن سے جنم لیا۔ پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والی یونانی اور روحی دنیا کے مصائب ہی تھے جنہوں نے عیسائیت کو جنم دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ہماری موجودہ دنیا کے خستہ حال لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھی (جوان پیوندوں کے مثل ہیں جن پر ان کی

(باقی حاشیہ ص۲۹۷)

کی طرف اشارہ ہے۔ اب تمہارے اقتدار کی چابیاں انہیں کے ہاتھوں تمہادی جائیں گی۔ جس طرح

بقیہ حاشیہ ص۲۹۶ :۔ اذیت ناک جلاوطنی کے زمانہ میں بابل کے دریاؤں کے کناروں پر بہت کچھ نازل کیا گیا تھا) کوئی الہی یا روحانی روشنی اور تنویر منصۂ شہود پہ آئے گی! اس سوال کا جواب (خواہ وہ جواب کچھ ہی ہو) ہماری عالمگیر مغربی تہذیب کے نامعلوم انجام سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔"

(civiligation on tiied by arnord j- toynbee fourth edition p.15)

پس اے ہمارے پیارے عرب بھائیو! گھبرائیے نہیں۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کی تڑپتی روحوں کو تسکین دلاتے ہوئے فرما گئے ہیں۔

وانی معکم یا نجباء العرب بالقلب والروح
وان ربی قد بشرنی فی العرب
والهمنی ان امونهم واریهم طریقهم
واصلح لهم شیونهم

اے عرب کے شرفاء میں قلب اور روح (دل کی گہرائیوں) کے ساتھ تمہارے ساتھ ہوں۔ اور میرے رب نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی اور الہام کیا ہے کہ میں ان کی خبر گیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور ان کا حال درست کروں۔

(حمامۃ البشریٰ ص۲)

اور حضور کو الہام ہوا۔ "مصالح العرب۔ مسیر العرب" (تذکرہ ص۵۶۳)

(ترجمہ) عرب کی مصلحتیں۔ عرب کا سفر۔ اور حضور کو یہ بھی الہام ہوا۔ یدعون لك ابدال الشام وعباد الله من العرب یعنی تیرے لئے ابدال شام کے دعا کرتے ہیں اور بندے خدا کے عرب میں سے دعا کرتے ہیں (تذکرہ ص۱۳۶)

اور حضور کا ایک کشف بھی اہل مکہ کے بارہ میں ہے فرماتے ہیں۔ وانی اری ان اھل مکۃ یدخلون افواجا فی حزب اللہ القادر المختار وھذا من رب السماء وعجیب فی اعین اھل الارضین (ترجمہ) اور میں دیکھتا ہوں کہ اہل مکہ خدائے قادر کے گروہ میں فوج در فوج داخل ہو جائیں گے اور یہ آسمان کے خدا کی طرف سے ہے اور زمینی لوگوں کی آنکھوں میں عجیب (تذکرہ ص۱۱)

اور حضور کو عرب کے بعض بادشاہ بھی دکھائے گئے جو حضور کی تصدیق کریں گے اور آپ پر ایمان لائیں گے۔ (تذکرہ ۱) خدا کرے وہ وقت جلد آئے

آخر میں میں یہ بھی عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اوپر جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ اپنی ذاتی رائے سے نہیں لکھا بلکہ اس کی حقیقت کا انکشاف مجھ پر رؤیا میں ہوا۔ رؤیا میں مجھے آیت علی الاعراف رجال کی تفسیر یوں بتائی گئی " وعلی الاعراف رجال من ابناء فارس" جس سے بحمداللہ خاکسار تسکین خاطر پا کر مترنم حمد الٰہی ہوا۔ فالحمد للہ ۲۰۔۱۲ منہ۔

لہ مکاشفہ یوحنا میں بھی اس بشارت کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت یوحنا نے اپنے کشف میں دیکھا کہ (۴ تا ۳ ب)

اسلام کی نشاۃ اولیٰ میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کی گئی تھیں ایسا ہی اب بھی ہوگا۔ تمہیں بہت حد تک مہلت دی گئی اب تمہاری مہلت کی میعاد ختم ہے۔ ان قوموں کی مہلت کی میعاد کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ایک جگہ یوں آتا ہے۔

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ (سورۃ ہود آیت ۹)

اس میں اشارہ ہے کہ یہ عذاب مہدی کی بعثت کے بعد ہوگا۔ اور امت معدودہ جو مہدی کی جماعت ہوگی ان کے ذریعہ اقوام عالم پر اتمام حجت کیا جائے گا۔ اور بعد اتمام حجت ان پر عذاب آئے گا۔ یہ ہماری ہی رائے نہیں بلکہ حضرات ائمہ اہل بیت سے بھی یہ تفسیر منقول ہے۔

روی الامامیۃ عن ابی جعفر وابی عبد اللہ رضی اللہ عنہما ان المراد بالامۃ المعدودۃ اصحاب المہدی فی اٰخر الزمان وھم ثلثمائۃ وبضعۃ عشر رجلا۔

حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ امت معدودہ سے مہدی آخر الزمان کے اصحاب مراد ہیں۔ اور وہ تین سو دس سے چند اوپر نفوس ہیں۔ (یعنی ۳۱۳)

(مجمع المعانی علامہ سید محمود آلوسی)

اس زمانہ کو قرآن مجید میں یوم الفتح کہا گیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ:-

قد جاء وقت الفتح والفتح اقرب (تذکرہ صفحہ ۲۰۹)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۷: آسمان پر لڑائی ہوئی۔ میکائیل اور اس کے فرشتے اژدھا سے لڑنے کو نکلے اور اژدھا اور اس کے فرشتے ان سے لڑے لیکن غالب نہ آئے اور اس کے بعد آسمان پر ان کے لئے جگہ نہ رہی اور وہ بڑا اژدھا یعنی وہی پرانا سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور سارے جہان کو گمراہ کر دیتا ہے زمین پر گرا دیا گیا اور اس کے فرشتے بھی اس کے ساتھ گرا دیئے گئے پھر میں نے آسمان پر سے یہ بڑی آواز آتی سنی کہ اب ہمارے خدا کی نجات اور قدرت اور بادشاہی اور اس کے مسیح کا اختیار ظاہر ہوا"

(مکاشفہ یوحنا ۱۲/۷ تا ۱۰)

یعنی فتح کا وقت آگیا اور فتح قریب ہے۔ اور قرآن مجید میں اسی یوم الفتح کے متعلق یہ بھی آیا ہے:-

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ

کہہ دے کہ فتح کے دن حق کے منکروں کو ان کا ایمان کچھ نفع نہ دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت ملے گی۔

(سجدہ آیت ۳۰)

حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو بھی انہیں مجرمین پر چسپاں کرتے ہوئے فرماتے ہیں

یوم الفتح یوم القیامۃ الکبریٰ[1] بظہور المہدی لا ینفع ایمان المحجوبین حینئذ لانہ لا یکون الا باللسان ولا یغنی عنہم العذاب۔

فتح کا دن قیامت کبریٰ کا دن ہے جس میں مہدی ظاہر ہوگا۔ اس وقت محجوبوں کا ایمان کوئی نفع نہیں دے گا کیونکہ وہ صرف زبانی دعویٰ ہوگا۔ اور عملاً ایمان سے خالی ہوں گے لہٰذا عذاب ہٹانے کے لئے وہ کچھ کام نہیں دے سکے گا۔

(تفسیر ابن عربی)

ظہور مہدی کے زمانہ کو جو حضرت شیخ صاحب نے یوم القیامۃ قرار دیا ہے یہ صحیح ہے کیونکہ مامور کا زمانہ ایک قسم کی قیامت ہوتا ہے جس میں قوموں کا احیاء اور حشر و نشر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود

---

[1] یوم القیامۃ کی تفسیر قرآن مجید میں ایک جگہ سورۃ تطفیف میں یوں آئی ہے۔ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یہی علامت مامور کے وقت میں بھی پائی جاتی ہے مامور کی بعثت پر ربوبیت الٰہیہ کی خاص تجلی ہوتی ہے اور لوگ جو غفلت اور گناہوں کی نیند میں پہلے مدہوش ہو کر جہنمی زندگی میں گرے پڑے ہوتے ہیں مامور کی روحانی توجہات اور مساعی جمیلہ سے آخر وہ زندگی پا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس زمانہ کے متعلق ایک اور بھی بڑی واضح علامت قرآن مجید میں بتائی گئی ہے کہ مامور من اللہ کی بعثت کا وقت چونکہ تجلیات خاصہ کا وقت ہوتا ہے اور انوار و برکات سماویہ کے فیضان کے لئے گویا وہ موسم بہار ہوتا ہے۔ اس وقت بکثرت مکالمہ الٰہیہ ہوتا اور تزکیہ نفوس ہوتا ہے اور وہ لوگ جو مامور سے دور رہ کر دنیاوی حظوظ حاصل کرنے کی خاطر کتاب الٰہی کی اصل تعلیم کو چھپاتے ہیں وہ ان برکات سے محروم رہ کر بڑے بڑے حسرتناک عذابوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں چنانچہ اس مضمون کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے سورۃ البقرہ میں فرمایا:- (باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۲ پر)

علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

"ایک مامور کا زمانہ بھی ایک قسم کا حشر ہوتا ہے کیونکہ جیسے قیامت کے دن دوزخی اور بہشتی دو فریق ہو جاتے ہیں ایسے ہی ایک مامور کے زمانہ میں بھی ہو جاتے ہیں"۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۱۸-۱۴ رمئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲۰)

(بقرۂ ۲۹۹) إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ	جو لوگ اس تعلیم کو جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کی ہے
الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا	چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں
أُولٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا	وہ یقیناً اپنے پیٹوں میں آگ ہی ڈالتے ہیں ۵ اور قیامت
النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	کے دن اللہ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے
وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ	گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے

(بقرہ، ۱۷۵)

صحف اولیٰ میں بھی اس مبارک دور کے متعلق یوں پیشگوئی کی گئی ہے ۔

"یہ وہ بات ہے جو یوئیل نبی کی معرفت کہی گئی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ میں اپنی روح میں سے ہر بشر پر ڈالوں گا۔ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی اور تمہارے جوان رؤیا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے بلکہ میں اپنے بندوں اور بندیوں پر بھی اپنی روح میں سے ڈالوں گا اور وہ نبوت کریں گی۔ (اعمال ۲: ۱۶-۱۷)

---

۵ آیت میں یہ جو فرمایا کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈالتے ہیں یہ سچ ہے اور مشاہدہ اس پر گواہ ہے تعلیم حق کے چھپانے کے ارتکاب جرم سے معاشرہ خراب ہوتا ہے الٰہی تعلیم جو قوموں کے لئے امن دینے اور روح کی تسکین بخشنے کے لئے آب حیات کا درجہ رکھتی ہے اس کا فیضان بند ہو کر اس کے بدلے حرص و ہوا اور شہوات نفس، حسد، بغض وغیرہ جیسے تباہ کن آتشیں مواد دنیا میں پھیلنے شروع ہو جاتے ہیں اور ان کا منبع در اصل ان مذہبی رہنماؤں حق پوش نفوس کا وجود ہوتا ہے جو دنیا کا امن برباد کر دینے کے لئے آتش فشاں پہاڑ کا حکم رکھتا ہے اور ان کا معدہ گویا ان آتشیں مواد کے اگلنے کا دہانہ ہوتا ہے اس بناء پر حدیث میں انہیں منبع فتن قرار دیتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علماءھم شر من تحت ادیم السماء منھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود (ابن ماجہ) ترجمہ: ان کے علماء بد ترین مخلوق ہوں گے جو آسمان کے نیچے رہتی ہے انہیں سے فتنہ نکلے گا اور انہی میں لوٹے گا۔ ۱۲

انہیں منکرین حق مجرمین کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یوں خبر دی تھی کہ

تکون فی امتی فزعۃ فیصیر	اور لوگ اپنے علماء کی طرف رجوع کریں گے مگر وہ تو
الناس الی علمائھم فاذا ھم قردۃ	اس وقت بندر اور خنزیر ہوں گے یعنی بندروں اور خنزیروں
وخنازیر۔ (کنز العمال ج ۷ صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ حیدرآباد دکن)	کا کردار ادا کر رہے ہوں گے ۱ ۔

انہی علماء کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی الہام

---

۱ آج ان علماء کا وہ بندر ناچ دنیا کے سامنے ہے جو اس وقت سیاسی سٹیج پر کھیلا جا رہا ہے دین اور دینی تبلیغ کے لئے تو انہیں وقت نہیں مل سکتا مگر ان کھیلوں کے لئے انہیں بہت کچھ فرصت ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور بعض خنزیری صفت علماء تو ایسے نکلے جنہوں نے اسلام سے راہ ارتداد اختیار کر لی اور اسلام کے پاک چشمۂ توحید سے مونہہ موڑ کر صلیب پرستی کے خبیث ترین غلاظت کے سنڈاس پر جا منہ مارا۔ ان خنزیروں میں بعض وہ بھی تھے جو شمس العلماء کا خطاب بھی رکھتے تھے۔ اور بعض خبیث سنیوں کو تو اس غلاظت خوری میں کچھ ایسا نشہ آیا کہ اس نے بدمستی کے جوش میں پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دجّال کہہ دیا استغفر اللہ۔ آخر وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کے مطابق ھاویہ میں گرایا گیا۔

اے سیاست میں انہماک رکھنے والے مولویو! اور سیاست کے نشہ میں مخمور ہو کر یہاں تک کہہ دینے والو کہ "دین ایک سرے سے دوسرے تک سیاست ہے" (ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۵ء) ذرا اسلام کی نشأۃ اولیٰ کے اس دور کی طرف بھی تمہیں نگاہ ڈالنی چاہیئے جب کہ تمہاری طرح کے اس وقت کے علماء نے بھی دین میں سیاست کے غلبہ کی بازی لگائی تھی اور اس کا جو انجام دنیا نے دیکھا وہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ ایک مستشرق لبنانی الاصل امریکی ماہر اسلامیات پروفیسر ہٹی (P. K. Hitti) لکھتا ہے :۔

"ابن زبیر کی موت سے قدیم اسلام کی نمائندگی کا خاتمہ ہو گیا خون عثمان کا بدلہ لے لیا گیا انصار مدینہ کی قوت ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی اسلام کا ایک نیا نقطہ نظر قائم ہو گیا حکومت میں دین پر سیاست کو پورا غلبہ حاصل ہو گیا مکہ اور مدینہ کی سرداری آئندہ سے معزول ہو گئی اور تاریخ عرب میں اب اہمیت اسکی ہو گئی کہ خارج سے کیا اثر اگر عرب پر پڑتا ہے۔ بجائے اس کے کہ عرب کسی حد تک خارج کو متاثر کرتا

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۰۲ پر)

ہؤا کہ :-

"ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی

بقیہ حاشیہ ص۳۰۱ : ام القریٰ کی حاکمیت اب ختم ہو چکی تھی " (ہسٹری آف سیریا ص۵۳ طبع اول)

اسی بناء پر ہمارے مظفر و منصور امام مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جماعت کو سیاست میں گھسنے سے روکے رکھا اور فرمایا :

" جو لوگ سیاست میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ دین سے غافل ہو جاتے ہیں۔ سیاست در اصل کوئی بری چیز نہیں اس وقت وہ ہمارے لئے ترقی کی راہ میں روک ہے ... بعض نے سیاست میں حصہ لینا چاہا اور سیاست میں مزہ رہتا تھی جنہیں کی اس لئے انہوں نے غیر احمدیوں سے ملنا چاہا اس لئے اپنوں سے جدا ہوئے۔ اُدھر جن سے ملے انہوں نے بھی ان کو قبول نہ کیا ... اس زمانہ صرف مذہب ہی ہے جو ترقی دے سکتا ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیاست سے روک دیا تاکہ دین کی طرف سے لوگ غافل نہ ہو جاویں۔ اور دیوانوں اور بچوں کی طرح نہ ہو جاویں کہ ایک روٹی کے بدلے ہیرے دے دیں"۔ (الفضل ۹ جولائی ۱۹۴۴ء ص۳)

سیاست کے غلبہ کی بازی لگانے والوں کی اس شیطانی حرکت کا اشارہ بھی قرآن مجید میں بطور پیشگوئی تمثیل پیرایہ میں ایک جگہ یوں ملتا ہے

فوسوس لهما الشيطان ليبدى لهما ماورى عنهما من سوأتهما وقال ما نهٰكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخالدين۔ (الاعراف ع۲۱)

یعنی شیطان اس وقت کے حکام اداں کے پیروکاروں کو جھانسہ دے کر یہ کہے گا کہ ابتداء میں جو تمہیں ملوکیت کے نظام سیاست سے روکا گیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تمہاری ابتدائی حالت تھی تم دورِ جاہلیت میں سے آئے ہوئے تھے تمہاری اخلاقی اور ذہنی قویٰ کا ارتقاء نہیں ہؤا تھا۔ اگر تم اسی وقت اس نظام ملوکیت

(باقی حاشیہ ۳۰۳ پر)

ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔ عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں جو دُنیا سے بھرے ہوئے ہیں (تذکرہ ص۶۷۱)۔

بقیہ حاشیہ ص۳۰۲ :-

کو اختیار کر لیتے تو تمہاری اخلاقی طاقت کا سکہ قدموں پر نہ بیٹھتا۔ نیز تمہارا ذہنی ارتقاء اس وقت اس قدر نہیں تھا کہ تم سیاست کی باریکیوں کو سمجھ سکو۔ اس لئے اگر تم اس وقت قیصر و کسریٰ کے طرز ملوکیت کی پیروی کرتے تو ضرور شکست کھا جاتے کیونکہ وہ قومیں جو صدیوں سے اس کی مشاق اور ماہر تھیں وہ تمہیں اس میدان میں ہرا دیتیں مگر اب چونکہ تم اس میں خوب ماہر ہو گئے ہو اور تمہاری اخلاقی طاقت کی بھی تو مملک پر دھاک بیٹھ گئی ہے وہ یقیناً تمہیں فرشتہ سیرت سمجھ کر تمہاری پیروی کریں گی۔ اس لئے اب تمہیں سیاست کے میدان میں مذہبی نظام سے الگ ہو کر اس نظام سیاست کی پیروی کرنی چاہیئے۔ جس کی قومیں خوگر ہیں۔ اس طرح تمہاری حکومت و سلطنت کا دوام اور خلود ہو گا (تكونا ملكين او تكونا من الخالدين میں اسی طرف اشارہ ہے) مذہبی تنظیم سے تم نے ملکیت کا سبق تو لے لیا اب حکومت کے بقا اور دوام کے لئے تمہیں شہنشاہیت اور ملوکیت کا نظام جاری کرنا چاہیئے اور تمہیں انتخاب اور شوریٰ کی بجائے رعب و سطوت کے ساتھ حکومت کو اپنے ہی شاہی خاندان میں بطور ورثہ جاری کرنا چاہیئے۔ چنانچہ آج کل کے علماء سوء بھی یہی کہتے ہیں کہ نظام نبوت اور نبی کی بعثت کی ضرورت تو اس وقت تھی جب کہ قوموں کا ذہنی نشوو ارتقاء نہیں تھا۔ اب جب کہ انسان کا ذہنی ارتقاء نقطۂ اعلیٰ تک پہنچ گیا ہے اس لئے نبوت بند ہو گئی پس اب وہ فیضان نبوت کو بند سمجھنے کی وجہ سے میدان سیاست میں مغربی اقوام کی تقلید کو ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ہماری رائے ہی نہیں بلکہ تحقیقاتی عدالت نے جو فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کے اسباب کی تحقیقات کے لئے کمیشن بٹھایا تھا اس کی رائے بھی اسکی تائید میں ہے فرماتے ہیں : "جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام دین و سیاست کا مجموعہ ہے تو اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اسلام ایک ثقافتی مجموعہ ہے جو سیاسی ساخت اور قانونی و معاشرتی روایات پر حاوی ہے جو اسلامی عقائد و عبادات اخلاقیات اور ادارت عائلی سے الگ اور ممتاز ہے۔ اسلام کا یہ تصور جزوی طور پر بیدینی اصطلاحات سے مستعار لیا گیا ہے" (ص۱۹۹)

فردِ جرم لگائے جانے کی دلیل

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

یہ خطاب انہی بنی آدم کو ہے جنہیں سورۂ اعراف میں بعثت رسل کی بشارت دے کر متنبہ کیا گیا تھا کہ اس وقت عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ تمہارے لئے محض یہی ہوگا کہ ان سے وابستہ ہو جانا مگر اب چونکہ تم نے اس حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی۔ اور عبدۃ الشیطان بن کر مجرم قرار پائے اس لئے تم پہ یہ فردِ جرم عاید کیا گیا پس یہ آیت گویا دلیل ہے اس حکم سابق وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ کی۔ وَاَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ تمہاری پیدائش کا مقصد تو یہ تھا کہ تم ہماری عبادت میں اوقات زندگی گذارتے کہ انسانی حیات کے لئے یہی صراط مستقیم تھا جیسے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات آیت ۵۷) مگر تم نے اس مقصد کو نظر انداز کر دیا۔ اور شیطانی راہوں اور نفسانی عیاشیوں میں پڑ کر معاشرہ انسانی کی صحت مند اور پاکیزہ فضا کو بھی گندہ اور مسموم بنا دیا۔

پس ضروری تھا کہ اب نہیں اس منصب سے ہٹا کر ان قوموں کو برسراقتدار[1] کیا جاوے جو محض عبادت گزار ہوں۔ اور صراط مستقیم پہ گامزن ہو کر دنیا کی اصلاح کریں کیونکہ ان کے اقتدار اور تمکین فی الارض کا مقصد یہی ہوگا جیسے دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا — وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں طاقت بخشیں تو

---

[1] چنانچہ حضرت مسیح ناصریؑ بھی اس کی پیشگوئی فرماتے ہوئے فرما گئے ہیں:۔
"اس نے اپنے بازو کا زور دکھایا اور ان کو جو اپنے دل کے خیال میں اپنے تئیں بڑا سمجھتے تھے پریشان کیا۔ قدرت والوں کو تخت سے گرا دیا اور پست حالوں کو بلند کیا۔" (لوقا ۱: ۵۱-۵۲)
اور اعمال ۳: ۲۴ میں ہے کہ "سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے" اور یسعیاہ باب ۶۱ میں ہے کہ "یہ دن خدا کے انتقام لینے کا ہے۔"

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (الحج آیت ۴۲) — وہ نمازوں کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیک باتوں کا حکم دیں گے۔ اور بدی باتوں سے روکیں گے

خالص عبادت جو شرک کی ملونی سے پاک ہو نظامِ خلافت سے وابستہ ہوئے بغیر نہیں ہو سکتی

یہاں تو ان اعبدونی فرما کر انسانی فریضۂ اولین کی طرف توجہ دلائی گئی۔ مگر دوسرے مواقع پر اس کی تفصیل دی گئی ہے کہ حقیقۃً عبادت تب کہلا سکتی ہے جب کہ وہ رسماً نہ ہو اور آباؤ اجداد کی تقلید میں ان کی حرکات صادر نہ ہوں۔ جیسا کہ فرمایا

مَا يَعْبُدُوْنَ كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ (ھود آیت ۱۰۹) — یہ تو اسی طرح کی عبادت کرتے ہیں جس طرح کی عبادت ان سے پہلے ان کے باپ دادا کرتے تھے۔

نیز وہ کسی دنیاوی لالچ کی بنا پر نہ ہو جیسے کہ فرمایا:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (الحج آیت ۱۲) — اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ اللہ کی عبادت بے دلی سے کرتے ہیں اگر ان کو کوئی فائدہ پہنچ جائے تو وہ اس پہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اپنے منہ کی سیدھ لوٹ جاتے ہیں۔ ان کی دنیا بھی گھاٹے میں ہے اور آخرت بھی اور یہی وہ کھلا کھلا گھاٹا ہے۔

بلکہ مخلصانہ ہو اس میں کسی قسم کے شرک کی ملاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (البینہ آیت ۶) — انہیں تو یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔ اور عبادت صرف اسی کے لئے مخصوص کر دیں اور وہ نیک میلانوں میں ثابت قدم رہنے والے ہوں۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا — اور ہم نے یقیناً ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول یہ (النحل ۳۶)

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل آیت ١٠٩) — حکم دے کر بھیجا کہ اے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو اور ہر سرکش سے کنارہ کش رہو۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـئًا (النساء آیت ٣٧) — اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو۔

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (الزمر ٣) — پس تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ دین کو اس کے لئے خالص کرنے والا ہو۔

واضح ہو کہ خالص اور مخلصانہ عبادت جس میں کسی قسم کے شرک کی ملونی نہ ہو نظام خلافت سے وابستہ ہونے کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں وعدہ خلافت دے کر اور خلافت کی برکات کا ذکر فرماتے ہوئے آخر میں فرمایا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـئًا آیت کے اس آخری فقرہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ عبادت جو ہر قسم کے شرک سے پاک ہو وہ انہی لوگوں کو ہی میسر آسکتی ہے جو خلافت کے نظام سے وابستہ ہوں اور جو لوگ نظام خلافت سے باہر ہوں وہ شرک سے بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ مخلصانہ عبادت[1] اور توحید خالص کے لئے ایسے صحیح اسلامی معاشرہ کی ضرورت ہے جو نیک اخلاق پر مبنی ہو اور ہر قسم کے فسق و فجور کے جرائم سے پاک و صاف ہو۔ اور وہ صرف نظام خلافت سے ہی قائم ہو سکتا ہے[2]۔ یہی نظام آسمانی بادشاہت

---

[1] عبادت نام ہے انسان کا اپنی زندگی کے تمام لمحات کو اس سانچے میں ڈھالنے کا جس کی خاطر وہ پیدا کیا گیا ہے یعنی اسماء و صفات الٰہیہ کے رنگ میں رنگین ہونا۔ جیسے فرمایا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (البقرہ ١٣٩) — ہم تو اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور اللہ سے بہتر اور کون رنگ دے سکتا ہے اور ہم تو اسی کی عبادت کرنے والے ہیں

اور ارشاد نبوی ہے تخلقوا باخلاق اللّٰہ کہ اخلاق الٰہیہ کے نقوش اپنے اندر پیدا کرو۔

[2] کیونکہ جب کوئی قوم یا جماعت جنتی نظام (نظام خلافت) کو چھوڑ کر اپنے لیڈروں یا ڈکٹیٹروں کے بل بوتے پر وحدت ملی کا سراب دنیا کو دکھانا چاہتی ہے تو اس وقت ان میں ایسے لوگ بکثرت پیدا (باقی ص٣٠٧ پر)

کا دور کہلاتا ہے اور جماعت مبایعین ان آسمانی انوار و برکات کی حامل بن کر اللہ تعالیٰ کے اس نور کو جو نبی کے ذریعہ سے دنیا میں نازل ہوا اسے دنیا کے کونوں تک پھیلانا قوموں کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے پناہ گزین بنانا اس جماعت کے فرائض میں داخل ہے۔ دنیا میں یہی جماعت بعنہٖ رنگ میں حاملین عرش الٰہی قرار پاتی ہے۔ اور اس نظام خلافت سے الگ رہنے والے اور انکار کرنے والے خدا کی نگاہ میں فاسق اور ان کا نظام فاسقانہ نظام کہلاتا ہے۔ اور ان کا معاشرہ اسلامی اخلاق سے تہیدست ہوتا ہے۔ جس میں کسی شریف سے شریف انسان کی عزت و حرمت محفوظ نہیں رہ سکتی۔ جس طرح شرفاء پر بلا ثبوت تہمت لگانے والوں کو اسی سورۂ نور میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کہا گیا ہے۔ اسی طرح نظام خلافت کے منکرین کو بھی یہی خطاب دیا گیا ہے جس سے صاف طور پر واضح ہے کہ قوموں کی عزت و عصمت منکرین خلافت کے معاشرہ میں ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ واقعاتِ زمانہ بھی اس کی برملا شہادت دے رہے ہیں۔

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۔

بقیہ حاشیہ ص٣٠٦: ہو جاتے ہیں جو اس خود ساختہ جماعت اور قوم کی حقیقت کو راز فاش کرنے کی کوشش کرتے بلکہ اب اس جماعت کے خون میں منافقت کی پیپ پڑھ رہی ہوتی ہے مگر ان کے لیڈروں کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ ایسے گندے مواد کو نکال باہر پھینکیں بلکہ ان گندے سڑے پیپ کے مادوں کو ہی اپنی جماعت اور سوسائٹی میں شامل رکھ کر کثرت پر اتراتے ہیں۔ اسی کا نقشہ قرآن مجید میں ایک موقعہ پر یوں کھینچا گیا ہے۔

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ۔ (سورۂ ابراھیم آیت ١٨) — اسے پیپ والا پانی پلایا جاتا ہے جسے تھوڑا تھوڑا کر کے پیتا ہے لیکن اسے آسانی سے نگل نہیں سکتا اور ہر جگہ سے اس پر موت آتی ہے مگر وہ مرتا نہیں۔ اور اس کے علاوہ اسے اور بھی سخت عذاب ملتا ہے۔

ان کے مقابل نظام خلافت والی جماعت حقہ کا یہ طریق ہوتا ہے کہ ایسے فاسد مواد کو جو قومی وجود کے لئے پیپ کا وجود رکھتے ہوں فوراً باہر نکال کر جماعت کے تن من کو ہمیشہ خالص اور مصفّا رکھتے ہیں۔ کثرت تعداد کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ انہوں نے تو خود ہی اکثریت کو چھوڑ کر خلافت کے نظام سے وابستگی کی ہوتی ہے۔ منہ

نمودار ہیں۔ بلکہ اب تو معاشرہ ایسا فاسد ہو چکا ہے کہ ان شیطانی کمندوں کو شہریت کی تہذیب کے لئے لازمۂ حیات قرار دیا جاتا ہے۔ یہ شیطانی جال ہر قسم کی بدکاری اور خطرناک جرائم کے اس قدر محرک بن چکے ہیں کہ دنیا جہنم کدہ ہو چکی ہے اس جہنم کا ایندھن انہیں جگہوں سے مہیا کیا جاتا ہے۔ پس جب تم اپنی آنکھوں سے اس جہنم کا مشاہدہ کر رہے ہو تو اب تمہیں اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ الٰہی وعدہ کے مطابق اس وقت جنت بھی تمہارے قریب کی جائے۔ سو اگر آپ آنکھیں کھولیں تو وہ جنت بھی تمہیں سامنے نظر آجائے گی بشرطیکہ آپ تقوٰے سے کام لیں جیسا کہ فرمایا وازلفت الجنۃ للمتقین۔

اسی جنت اور جنتی نظام کے قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام موعود اقوام عالم کو بھیجا ہے اور آپ کے ذریعہ سے وہ جنتی نظام خلافت راشدہ کا پھر سے جاری ہو چکا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس فرماتے ہیں:۔

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

آج جو اس جنت سے وابستہ ہوگا وہی دجّال کے شر و فتنہ سے محفوظ و مامون ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار

پشتیٔ دیوار دیں اور مامنِ اسلام ہوں
نارسا ہے دستِ دشمن تا بفرق ایں جدار

پہلے صحیفوں میں بھی یہ پیشگوئی موجود تھی کہ دجّال کے حملوں سے صرف وہی لوگ محفوظ رہیں گے جن کے نام برہ کی کتاب حیات میں درج ہوں گے چنانچہ مکاشفہ یوحنا ۱۳: ۸ میں ہے:۔

"برّہ کی کتاب حیات میں جن کے نام لکھے ہونگے وہ اس حیوان کی پرستش سے محفوظ ہوں گے ان کے سوا سب اس کی پرستش کریں گے۔"

پس جو اس نعمت الٰہی کی ناقدری کرتے ہوئے اس سے جدا ہوں گے۔ وہ دجّال اور اس کی بھڑکائی ہوئی جہنم سے بچ نہیں سکیں گے انہیں کے متعلق فرمایا اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۔

۳۰ تیسویں پیشگوئی

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ[1]

اس پیشگوئی کا ایک اعلیٰ اور اکمل ظہور تو بے شک عالم آخرت میں ہوگا جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں مگر دنیا میں بھی جس حد تک اس پیشگوئی کا ظہور ہوتا ہے جس کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں ایک مومن متقی کے لئے مناسب نہیں کہ اسے نظر انداز کرے۔

اس پیشگوئی کا ایک ظہور تو عام رنگ میں ہوتا ہے۔ جو ہر مامور من اللہ کے وقت میں یہ نشان

لہ بلکہ بعض اوقات اس دنیا میں بھی ارباب کشف کو اس کا نظارہ کشفاً کرایا جاتا ہے چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وقد رأينا ذالك عيانا فی الدنيا فی زمان الاحوال التی کنا فيها اعنی نطق الجوارح اذا اراد العبد ان يصرفها فيما لا يجوز شرعا تقول له الجارحة يا هذا لا تفعل لا تجبرنی علی فعل ما حجر عليك فعله فانی شهيد عليك يوم القيامة فاجعلنی شاهدة لك لا عليك فاذا وقع منه الفعل تقول الجارحة يا رب قد نهيته فلم يسمع اللهم انی ابرء اليك مما وصل اليه من فانظر فالتك بی وعلی كل حال۔"

ہم نے اس زمانہ میں جبکہ ہم پر احوال کی واردات تھی یہ واقعہ کھلے طور پر اسی دنیا میں دیکھا یعنی اعضا کا بولنا۔ جب بندہ کسی عضو کو ایک ایسے کام میں لگانا چاہتا ہے جو شرعاً ناجائز ہے تو وہ عضو اس شخص سے کہتا ہے کہ مجھے ایسے ناجائز فعل پر مجبور نہ کر کیونکہ میں قیامت کے دن تیرے خلاف گواہی دوں گا۔ پس تجھے چاہئے کہ مجھے اپنے حق میں شاہد بنائے اپنے خلاف نہیں۔ پھر اگر وہ ایسا نہ کرے اور جب اس شخص سے فعل کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو وہی عضو جناب الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ اے میرے رب میں نے اسے منع کیا تھا مگر اس نے میری بات نہ سنی۔ الٰہی میں تیری جناب میں اس سے برکلی الذمہ ہونے کی التجا کرتا ہوں۔ (فتوحات مکیہ باب ۵۶۰ صفحہ ۵۲۵ جلد ۴)

نمایاں ہوتا ہے۔ جب مامور مبعوث ہو کر دنیا کے سامنے اپنا دعوےٰ پیش کرتا ہے تو معاندین حق کی زبانوں پر بوجہ انکار و عناد کے مُہر لگ جاتی ہے اور وہ زبان سے تو کبھی بھی مامور کی صداقت کی تصدیق نہیں کرتے مگر ان کے ہاتھ پاؤں اور ان کی تگ و دَو اور مخالفانہ تحریکیں بعثت مامور کی غمازی کر رہی ہوتی ہیں۔ جس کا اظہار کبھی کبھی ان کے ہاتھوں اور قلموں سے ہو ہی جاتا ہے چنانچہ اسکی تصدیق کے لئے چند شہادتیں پیش ہیں۔

(الف) مولانا حالی مرحوم موجودہ زمانہ کی اصلاح کے لئے نبی کی بعثت کی ضرورت کا اعتراف ان کھُلے الفاظ میں صاف طور پر فرماتے ہیں ؎

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر — کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر

ا؎ سورۃ حٰم سجدہ آیت ۲۱ میں فرمایا:

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ حَتّٰى إِذَا مَا جَاؤُهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

اور جس دن اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لے جایا جائیگا تو ان کو مختلف درجوں میں تقسیم کر دیا جائے گا یہانتک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

اس میں بیان کیا گیا ہے کہ معاندین کے متعلق جو پہلے سے پیشگوئیاں کی جاری ہوتی ہیں اس وقت تو وہ انہیں نہیں سنتے مگر واقعات نمودار ہونے پر مجبوراً انہیں وہ خبریں سُننی پڑتی ہیں اور اس وقت ان کے کان ان خبروں کی صداقت پر گواہی دے رہے ہوتے ہیں اور ان کے سامنے جو واقعات ظاہر ہوتے ہیں آنکھیں ان کی صداقت کی گواہی دیتی ہیں اور ان کی کھالوں پر جو ضربیں پڑتی ہیں ان کی شہادت بھی ان کو بدلا ادا کرنی پڑتی ہے موجودہ دور میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشانات واقعات کی صورت میں نمودار ہوئے تو آپ کے منکرین کی قلمیں اور زبانیں اُنکی شہادت پر مجبور ہو گئیں سیلابوں کے آنے پر اخباروں میں شور پڑ گیا کہ طوفان نوح آگیا۔ زلزلوں کے وقت کہا گیا کہ قوم لوط والا عذاب دہرایا گیا۔ کسوف و خسوف کا نشان جب رمضان المبارک میں ظاہر ہوا تو ایک مولوی سخت گھبرا کر یہ کہنے لگا۔ "ہائے ہائے اب تو لوگ مرزا قادیانی کو مہدی مان لیں گے"۔ ۱۲ منہ

تو ہے جیسے مذکور قرآن کے اندر — ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر
یوں ہی جو کتاب اس پیمبر پہ آتی — وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

(ب) سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"سب سے پہلی بنیادی خرابی یہ ہے کہ اکثر لوگ اقامتِ دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مردِ کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصورِ کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں۔ کوئی پہلو کمزور نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں کہ اس کی قیادت میں دین کی اقامت کے لئے جدوجہد کریں۔"

(ترجمان القرآن دسمبر و جنوری ۱۹۴۲-۴۳ء صفحہ ۲۰۶)

(ج) مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:۔

"ہاں ایک وقت آنے والا تھا اور وہ آگیا۔ ایک یوم الفصل تھا جس کا آفتاب طلوع ہو گیا۔ پرانی پیشگوئیوں میں کہا گیا تھا کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکل چکا ہے اور توبہ کا دروازہ (کہ فقط مایہ امید ما بدبختان عالم بود) روز بروز ہم پہ بند ہو رہا ہے پس وقت آگیا ہے جس کو اٹھنا ہے اٹھے۔ جس کو چلنا ہے چلے اور جس کو روٹھے ہوئے خدا سے صلح کر لینی ہے کر لے کیونکہ ساعت آخری نتائج سامنے۔ مہلت قلیل۔ اور فرصت قلیل ہے"

(اخبار الہلال کلکتہ ۲۵۶/۲۰)

(۵) :- انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں بھی لفظ "ریلیشن" کے تحت لکھا ہے کہ

"بنی نوع انسان کا اعلیٰ طبقہ اب بھی وحی کا متمنی ہے"

۶ :- مشہور پروفیسر میکینزی اپنی کتاب انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی میں لکھتے ہیں :-

"کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراجِ کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے حقیقت آگاہی کافی نہیں۔ بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے جسے یوں کہنا چاہیئے کہ ایک معمہ حل کرنے کے لئے ہم نور و حرارت دونوں کے محتاج ہیں۔ غالباً عہدِ حاضر کے معاشری مسائل کا فلسفیانہ فہم و ادراک بھی وقت کی اہم ترین ضرورت نہیں ہمیں معلم بھی چاہیئے اور پیغمبر بھی۔ ہمیں آج رسکن یا کارلائل یا ٹالسٹائی جیسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ضمیر کو زیادہ تشدد اور سخت گیر بنانے اور فرائض کے دائرے کو زیادہ وسیع کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ غالباً ہمیں ایک مسیح کی ضرورت ہے۔ یہ قول صحیح ہے کہ عہدِ حاضر کے پیغمبر کو محض بیابان کی صدا نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ عہدِ حاضر کے بیابان آباد شہروں کے گلی کوچوں میں جہاں ترقی کی مسلسل و پیہم جد و جہد کا بازار گرم ہے۔ اس عہد کے پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ اس ہنگامہ زار میں وعظ و تبلیغ کرے۔"

(بحوالہ مکاتیبِ اقبال مرتبہ شیخ عطا محمد صاحب ایم اے صفحہ ۴۶۲-۴۶۳)

۷ :- یورپ کا ایک مفکر سیاح مارس انڈرس جیسے چند سال اسلامی ملکوں کی سیاحت کا موقعہ ملا۔ مستقبل کی تلاش کے عنوان پر عرب ممالک کے متعلق اپنے تاثرات بایں الفاظ بیان کرتا ہے :-

"عرب قوم نے جس طرح دینی صلاحیتوں اور قوتوں کا ثبوت اس زمانہ میں دیا وہ صلاحیتیں اور قوتیں عرب دماغ میں آج بھی ہونی چاہئیں۔ آج عرب دنیا سوئی ہوئی ہے اور اسے کسی محمد کی ضرورت ہے جو اسے نیا الہام دے کر حرکت میں لائے" پھر لکھتا ہے۔

"دمشق - بیروت - بغداد - مکہ - طہران - قاہرہ اور ان کے ساتھ لنڈن

اور واشنگٹن بھی ایک پیغمبر کی انتظار میں ہیں جو سماجی مقصد و اصلاح کا جھنڈا لئے ہوئے عیسیٰ کی طرح کاشتکار کو صرف یہ کہہ کر جوش میں لائے جاگ ! جاگ ! اور طاقت کا مظاہرہ کر۔"

(بحوالہ رسالہ نگار بھارت جنوری و فروری ۱۹۵۱ء صفحہ ۴۲-۱۰۰)

پیشگوئی کا خاص ظہور

اس پیشگوئی کے یہ تو عام ظہور تھے۔ ایک خاص ظہور اس پیشگوئی کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات خاص کے لئے بھی ہے اور وہ یوں کہ اس میں اشارہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفین سے آپ کے مباحثے ہوں گے مگر وہ لوگ جو قوم کے چوٹی کے آدمی کہلاتے ہوں گے اور جو گویا بمنزلہ ان کے مونہوں کے ہوں گے اور قوم انہی کے ذریعہ بول رہی ہوگی اور وہ علماء جو شیخ الکل کہلاتے ہوں گے وہ تو مباحثہ میں سامنے آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ ان کے مونہہ پر گویا مُہر لگ جائے گی۔ البتہ ان کے چیلے چانٹے جو بمنزلہ ان کے ہاتھ اور پاؤں کے ہوں گے وہ مباحثات میں سامنے آئیں گے تکلمنا میں اس مامور کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ مامور خدا کا خلیفہ اور قائمقام ہوتا ہے اس لئے ان سے کلام گویا خدا سے کلام ہوگی چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی سید نذیر حسین صاحب کو بحث حیات و ممات مسیح کے متعلق اللہ جل شانہ کی قسم دے کر بایں مضمون درخواست کی کہ :-

"اے مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب آپ نے اور آپ کے شاگردوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ یہ شخص یعنی یہ عاجز دعویٰ مسیح موعود ہونے میں مخالف قرآن و حدیث بیان کر رہا ہے اور ایک نیا مذہب اور نیا عقیدہ نکالا ہے جو سراسر مغائر تعلیم اللہ و رسول اور بہ بداہت باطل ہے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے

گئے اور پھر کسی وقت آسمان پر سے زمین پر تشریف لادیں گے۔ اور
ان کا فوت ہو جانا مخالف نصوص قرآنیہ واحادیث صحیحہ ہے۔ سو چونکہ آپ
نے مجھے اس دعوے میں مخالف قرآن وحدیث قرار دے دیا ہے اور جس
کی وجہ سے ہزارہا مسلمانوں میں بدظنی کا فتنہ برپا ہوگیا ہے۔ لہذا آپ
پر فرض ہے کہ مجھ سے اس بات کا تصفیہ کرلیں کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے
میں میں نے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے یا آپ ہی چھوڑ بیٹھے ہیں۔
... اگر آپ یا حضرت ! ایک جلسۂ بحث مقرر کرکے میرے
دلائل پیش کردہ جو صرف قرآن اور حدیث صحیحہ کی رو سے بیان کروں گا
توڑ دیں اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح ابن مریم پیش کریں اور آیات
صریحہ بیّنہ قطعیۃ الدلالۃ اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے
حضرت مسیح ابن مریم کا بجسدہ العنصری زندہ ہونا ثابت کردیں تو میں آپ کے
ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ اور تمام کتابیں جو اس مسئلہ کے متعلق تالیف کی ہیں
جس قدر میرے گھر میں موجود ہیں سب جلا دوں گا اور بذریعہ اخبارات
اپنی توبہ اور رجوع کے بارے میں عام اطلاع دے دوں گا۔ ولعنۃ اللّٰہ
علی کاذب یخفی فی قلبہ ما یخالف بیان لسانہ۔
مگر یہ بھی یاد رکھئے کہ اگر آپ ہی مغلوب ہوگئے اور کوئی صریحۃ
الدلالۃ آیت اور حدیث مرفوع متصل پیش نہ کرسکے تو آپ کو بھی اپنے
اس انکار شدید سے توبہ کرنی پڑے گی۔ واللہ یحب التوابین
اب میں یا حضرت !! آپ کو اس رب جلیل تعالےٰ وتقدس
کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو پیدا کرکے اپنی بے شمار نعمتوں سے ممنون
فرمایا کہ اگر آپ کا یہی مذہب ہے کہ قرآن کریم میں مسیح ابن مریم
کی زندگی کے بارے میں آیات بیّنہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہیں اور ان
کی تائید میں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ اپنے منطوق سے شہادت

دیتی ہیں جن کی وجہ سے آپ کو میرے الہامی دعوے کی نسبت مومنانہ
حسن ظن کو الوداع کہہ کر سخت انکار کرنا پڑا تو اس خداوند کریم سے ڈر کر
جس کی میں نے ابھی آپ کو قسم دی ہے میرے ساتھ اظہار الحق بحث
کیجئے ... اب میں یا حضرت !! پھر اللہ جل شانہ کی آپ کو
قسم دے کر اس بحث کے لئے بلاتا ہوں جس جگہ چاہیں حاضر ہو جاؤں
... اگر آپ اس مسئلہ میں بحث کرنے کے لئے نہ آئے اور مفسد
طبع ملانوں پر بھروسہ رکھ کر کوٹھڑی میں چھپ گئے تو یاد رکھو کہ تمام
ہندوستان و پنجاب میں ذلت اور بدنامی کے ساتھ آپ مشہور ہو جائیں
گے اور شیخ الکل ہونے کی تمام رونق جاتی رہے گی۔ ... بالآخر یہ
بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی طرح سے بحث کرنا نہیں چاہتے تو
ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر اللہ جلشانہ
کی تین مرتبہ قسم کھا کر یہ کہہ دیجئے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور صحیح
اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان
کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح دلالت سے اور
احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اس پر شہادت دیتی
ہیں اور میرا یہی عقیدہ ہے۔ تب میں آپ کی اس گستاخی حق پوشی اور بد
دیانتی اور جھوٹی گواہی کے فیصلہ کے لئے جناب الٰہی میں تضرع اور ابتہال
کروں گا اور چونکہ میری توجہ پر مجھے ارشاد ہو چکا ہے کہ اُدْعُوْنِیْ
اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ تقوےٰ کا طریق
چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے اور آیت لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ
بِہٖ عِلْمٌ کو نظر انداز کر دیں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ
پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لئے بطور نشان کے ہو جائے گا
لہذا مظہر ہوں کہ اگر بحث سے کنارہ ہے تو اس طور سے فیصلہ کر لیجئے

تا وہ لوگ جو نشان نشان کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کوئی نشان دکھا دیوے۔ وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین "

(تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۳۰ تا ۳۸)

اور حضور نے ایک اور موقعہ پر تحریر فرمایا :۔

" افسوس ہر چند بار بار میاں صاحب سے یہ درخواست کی گئی لیکن نہ انہوں نے بحث کی اور نہ قسم کھائی اور نہ کافر کافر کہنے سے باز آئے ... ... اور اس مطلب کے لئے میں حرج اور خرچ اُٹھا کر ایک ماہ برابر دہلی میں رہا۔"

(آسمانی فیصلہ صفحہ ۵)

اکتیسویں پیشگوئی

لَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر ملت اسلامیہ میں سے ایک طبقہ تو ایسا نکلا جو حضور کا کھلم کھلا معاند مخالف بن کر آپ کے مقابلے پر کھڑا ہو گیا۔ اور آپ پر کفر کے فتوے لگا کر اپنے رہے سہے ایمان کو بھی ضائع کر چکا اور جوشِ عناد اور تکفیر میں اپنی فطری صلاحیت نور بصارت و بصیرت کو بھی کھو بیٹھا۔ اس کا ذکر پچھلی آیت میں تھا۔ اب ایک دوسرے طبقہ کا ذکر ہے جو شریف الطبع ہے۔ اور اور طبعی صلاحیت کے ساتھ نور بصارت و بصیرت سے بھی ایک حد تک بہرہ ور ہے۔ اور دل میں درد اسلام بھی رکھتا ہے۔ اسلام کی زبوں حالی اور اعدائے اسلام کے حملوں کو دیکھ کر دل میں کڑھتا بھی ہے۔ ان حملوں کی مدافعت اور حمایت اسلام کے لئے اپنی ذہنی اور فکری صلاحیتوں کے مطابق اپنے طور پر کوشش

بھی کرتا ہے مگر بجائے اس کے کہ آسمانی سکیم کے مطابق مامور من اللہ کے ساتھ وابستہ ہو کر یہ کام کیا جاتا انہوں نے از سر خود اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ انہوں نے وقت کی نزاکت کو نہ پہچانا اور فتنوں کی عظمت کا خیال نہ رکھا۔ موجودہ زمانہ تو دجال اکبر کا وہ زمانہ تھا جس کے متعلق تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کو اس عظیم فتنہ سے ڈراتے آئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے دجال کے فتنہ سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں۔ اس فتنہ کے قلع قمع کرنے کے لئے کاسر صلیب مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی مگر ان حضرات نے قبل از وقت فرمودہ ان آسمانی ہدایات کو نظر انداز کر دیا اور اپنے ہی طور و طریق سے دینی خدمات کا کام کرنے لگے۔ کئی ایک انجمنیں حمایت اسلام۔ ہدایت اسلام۔ مستشار الاسلام۔ انتصار الاسلام وغیرہ ناموں سے اشاعت اسلام اور تائید ملت خیر الانام کی بنا ڈالی گئیں تبلیغ اسلام کے لئے کئی ایک ادارے قائم کئے گئے۔ بعض نے نظارۃ المعارف القرآنیہ ایسی درسگاہیں جاری کیں جس میں عربی کے فاضل علماء اور انگریزی سند یافتہ گریجویٹوں کے اجتماع و انضمام سے حزب الاسلام تیار کرنے کی کوششیں کی گئیں بعض نے تصنیف و تالیف کے ادارے قائم کر کے اپنے خیال میں بہت کچھ اسلامی خدمات بھی کیں۔ جن کے ہم ممنون ہیں۔ مگر کیا اس موجودہ زہریلی ہوا کو پاک صاف کرنے کے لئے صرف اتنی ہی مساعی درکار تھیں؟ چونکہ یہ مساعی محض دماغی افکار اور زمینی اسباب کے سطحی دائرہ کی ہیں انہیں ابتدائی کام تو کہا جا سکتا ہے مگر وہ زبردست مؤثر تحریک جس سے دنیا کا انقلاب وابستہ ہو وہ آسمانی تائیدات کے بغیر نہیں ہو سکتا اس کے لئے تو :۔ ﮥ

" اس آسمانی نور کے اترنے کی ضرورت ہے جو تمام شکوک و شبہات کی آلائشوں کو دھو کرتا اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے "

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان انجمنوں اور مدارس کے متعلق فرماتے ہیں :۔

" بعض کہتے ہیں کہ انجمنیں قائم کرنا اور مدارس کھولنا ہی تائید دین کے

ﮥ یہ مفصل عبارت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس تحریر ہے جو فتح اسلام کے صفحہ [illegible] پر درج ہے [illegible]۔

لئے کافی ہے مگر وہ نہیں سمجھتے کہ دین کس چیز کا نام ہے اور اس ہماری ہستی کی انتہائی اغراض کیا ہیں۔ اور کیونکر اور کن راہوں سے وہ اغراض حاصل ہو سکتے ہیں۔ سو انہیں جاننا چاہیئے کہ انتہائی غرض اس زندگی کی خدا تعالیٰ سے وہ سچا اور یقینی پیوند حاصل کرنا ہے جو تعلقات نفسانیہ سے چھڑا کر نجات کے سرچشمہ تک پہنچاتا ہے۔ سو اس یقین کامل کی راہیں انسانی بناوٹوں اور تدبیروں سے ہرگز نکل نہیں سکتیں اور انسانوں کا گھڑا ہوا فلسفہ اس جگہ کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ یہ روشنی ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے ظلمت کے وقت میں آسمان سے نازل کرتا ہے اور جو آسمان سے اُترا وہی آسمان کی طرف جاتا ہے۔ سو اے وے لوگو! جو ظلمت کے گڑھے میں دبے ہوئے اور شکوک و شبہات کے پنجہ میں اسیر اور نفسانی جذبات کے غلام ہو صرف اسمی اور رسمی اسلام پر نازمت کرو اور اپنی سچی رفاہیت اور اپنی حقیقی بہبودی اور اپنی آخری کامیابی انہی تدبیروں میں نہ سمجھو جو حال کی انجمنوں اور مدارس کے ذریعہ سے کی جاتی ہیں۔ یہ اشغال بنیادی طور پر فائدہ بخش تو ہیں اور ترقیات کا پہلا زینہ متصور ہو سکتے ہیں مگر اصل مدعا سے بہت دُور ہیں ... ... سو جاگو اور ہوشیار ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ مبادا سفر آخرت ایسی صورت میں پیش آوے جو در حقیقت الحاد اور بے ایمانی کی صورت ہو۔ یقیناً سمجھو کہ فلاح عاقبت کی امیدوں کا تمام مدار و انحصار ان رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اس آسمانی نور کے اترنے کی ضرورت ہے جو شکوک و شبہات کی آلائشوں کو دُور کرتا اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے۔" (فتح اسلام صفحہ ۶۹-۷۱)

نیز حضور ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:-

"یہ سچ ہے کہ مسلمانوں نے تائید اسلام کے دعویٰ پر جا بجا انجمنیں قائم کر رکھی ہیں۔ لاہور میں بھی تین انجمنیں ہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ باوجود عیسائیوں کی طرف سے دس کروڑ کے قریب مخالفانہ کتابیں اور رسائل نکل چکے ہیں اور تین ہزار کے قریب ایسے اعتراضات شائع ہو چکے ہیں جن کا جواب دینا مولویوں اور انجمنوں کا فرض تھا جنہوں نے ہر ایک رسالہ میں یہ دعوے کیا ہے کہ ہم مخالفوں کے سوالات کے جواب دیں گے۔ ان حملوں کا ان انجمنوں نے کیا بندوبست کیا اور کون کونسی مفید کتاب دنیا میں پھیلائی۔ ہم بقول ان کے کافر سہی۔ دجال سہی سخت گو سہی۔ مگر ان لوگوں نے باوجود ہزار ہا روپیہ اسلام کا جمع کرنے کے اسلام کی حقیقی مدد کیا کی۔ ... یہ کام ہے جو اس زمانہ میں اسلام کے لئے کرنا ضروری ہے۔ یہی وہ کام ہے جس سے ذُرّیت کی کشتی غرق ہونے سے بچ رہے گی۔ اور یہی وہ کام ہے جس سے اسلام کا روشن اور خوبصورت چہرہ مشرق اور مغرب میں اپنی چمک دکھلائے گا۔ ... غرض یہ کام ہے جو مسلمانوں کی ذریت کو موجودہ زہریلی ہواؤں سے بچا سکتا ہے مگر یہ ایسے طرز سے ہونا چاہیئے کہ ہر ایک جواب قرآن شریف کے حوالہ سے ہو۔ تا اس طرح یہ جواب بھی ہو جائے اور حق کے طالبوں کو قرآن شریف کے اہم مقامات کی تفسیر پر بخوبی اطلاع ہو جائے۔ یہ ہر ایک کا کام نہیں۔ یہ ان لوگوں کا کام ہے جو اوّل شرائط ضروریہ تالیف سے متصف ہوں اور پھر ہر ایک ملونی سے اپنی نیت اور عمل کو الگ کر کے خدا تعالیٰ کی راہ میں اسکی مرضیات حاصل کرنے کے لئے یہ کوشش کریں۔"

میں مدت تک اس سوچ میں رہا کہ اس ضروری کام کا سلسلہ کیونکر شروع ہو

آخر مجھے خیال آیا کہ اکثر علماء کا تو یہ حال ہے کہ ان میں تباغض اور تحاسد بڑھا ہوا ہے ان کو زیادہ تو دلچسپی تکفیر اور تکذیب سے ہے جس قدر پنجاب اور ہندوستان میں انجمنیں قائم ہوئی ہیں مجھے اب تک کسی ایسی انجمن پر اطلاع نہیں جو ان مقاصد کو جیسا کہ ہمارا ارادہ ہے پورا کر سکے یا اس طرز کا جوش ان میں موجود ہو۔ میں اس بات کو قبول کرتا ہوں کہ ان انجمنوں کے ممبروں میں کئی ایسے صاحب بھی ہوں گے جو ہماری مراد کے موافق ان کے دل میں بھی تائید دین متین کا جوش ہوگا لیکن وہ کثرت رائے کے نیچے ایسے دبے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ طوطی کی آواز نقار خانہ میں۔

بہرحال جس قدر ہمیں ہمدردی دین کے جوش سے موجودہ انجمنوں کا کچھ نقص بیان کرنا پڑا ہے وہ معاذاللہ اس نیت سے نہیں کہ ہم انجمنوں کے تمام ممبروں اور کارکنوں پر اعتراض کرتے ہیں بلکہ ہمارا اعتراض اس معجون مرکب پر ہے جو کثرت رائے سے آج تک پیدا ہوتی رہی ہے۔ لیکن ان تمام صاحبوں کی ذاتیات اور شخصیات سے ہمیں کچھ بحث نہیں جو ان انجمنوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ بعض اوقات ایک صاحب کی اپنی رائے کچھ اور ہوتی ہے مگر کثرت رائے کے نیچے آکر خواہ نخواہ اس کو ہاں سے ہاں ملانی پڑتی ہے اور نیز ہم ان انجمنوں اور ان کے کاموں کو محض بے سود نہیں جانتے۔ بلاشبہ مسلمانوں کی دنیوی حالت کو ترقی دینے کیلئے بہت عمدہ ذریعہ ہے۔ ہاں ہمیں افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ زہریلی ہوا سے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھنے کے لئے ان میں کوئی لائق تعریف کوشش نہیں کی گئی۔ جس قدر بنام نہاد تائید دین سامان دکھلائے گئے ہیں وہ ہرگز ہرگز اس تیز اور تند اور زہریلی ہوا کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو ہمارے ملک میں چل رہی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کی حقیقی ہمدردی جس دل میں ہوگی وہ ضرور ہماری اس تحریر پر بول اٹھے گا کہ بلاشبہ اب ایک ایسے انجمن

انتظام کی ضرورت ہے جس میں ان حملوں کی پوری مدافعت ہو۔ جو اس عرصہ ساٹھ سال میں اسلام پر کئے گئے ہیں۔"

(البلاغ ص ۲۷ تا ۳۸)

پس یہ حضرات اپنی غلطی کی وجہ سے ان انعامات و برکات سے محروم رہے جو مامور من اللہ کے ساتھ وابستہ ہونے والی جماعت سے مخصوص ہیں۔ اگر مامور وقت کے ساتھ وابستہ ہو جاتے تو ان برکات سے متمتع ہونے کے علاوہ ان کی مساعی جمیلہ بھی اپنے محل و موقعہ پر ہونے کی وجہ سے بڑی کارآمد ہو سکتی تھیں کیونکہ نظام میں منسلک ہونے پر ہر چھوٹی بڑی چیز ایک عمدہ تسلسل کے ساتھ مل کر اور ایک مضبوط زنجیر کی مختلف کڑیاں بن کر اسلامی نظام حبل اللہ[1] کا نہایت حسین منظر پیش کرتی ہے پس اس گروہ کے متعلق فرمایا:۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ

یعنی اگر ہم چاہتے تو ان کی روحانی حسیں بصارتیں اور بصیرتیں سلب کر لیتے جیسا کہ اس پہلے گروہ کے ساتھ ہوا مگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ لوگ ماموروں کے مقابلے پر نہیں آئے۔ ان سے شوخی اور شرارت کا ارتکاب نہیں ہوا۔

---

[1] حبل اللہ کے نظام سے وابستہ ہونے سے ہی دلوں کا تشتت و انتشار دور ہو سکتا ہے اس کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اسی کے متعلق ارشاد الٰہی ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (الآیۃ) حبل اللہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا حبل اللہ القرآن۔ اور دوسری روایت میں آپ نے فرمایا حبل اللہ الجماعۃ (در منثور)
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جب فرمایا کہ میری امت پہلی امتوں کی طرح تہتر فرقے ہو جائے گی جن میں سے بہتر ناری ہوں گے اور ایک جنتی تو صحابہ نے عرض کیا کہ وہ جنتی فرقہ کونسا ہے فرمایا یہ وہ فرقہ ہے جو جماعت سے وابستہ ہے پھر حضور نے استشہاد میں یہ آیت پڑھی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ (ابن ماجہ و ابن جریر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پر صحیح رنگ میں عامل اور اس سے وابستہ وہی لوگ ہیں جو جماعتی نظام (نظام خلافت) کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ۱۲ منہ

فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ۔ پس انہوں نے اگرچہ خدمتِ اسلام کے لئے اس راہ میں قدم زن ہو کر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش تو کی مگر اس میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ محض عقل کے زور سے یہ راستہ طے نہیں ہو سکتا جب تک کہ آسمانی نور کی بھی اس سے تائید نہ ہو

ع ۔ عقل خود اندھی ہے گر نیرِ الہام نہ ہو۔

عقل کی روشنی کو تیز کرنے کے لئے آسمانی شعاعوں کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ یہ لوگ ان آسمانی انوار سے محروم رہے اس لئے وہ کامیابی کی راہ کیونکر دیکھ سکتے۔ چنانچہ فرمایا فَأَنّٰى يُبْصِرُونَ۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ۔ اسی طرح ہم نے ان کو وہ سزا بھی نہیں دی جس کا مستحق وہ پہلا گروہ بن چکا تھا۔ جب کہ مامور کے مقابلہ پر آنے کی وجہ سے ان کی فطری قابلیتیں اور ذہنی اور دماغی صلاحیتیں مسخ ہو چکیں۔ اب ان کے دماغوں سے سوائے شر و فساد اور اسلام کو نقصان پہنچانے والی تدبیروں کے اور کوئی اچھی بات نکل ہی نہیں سکتی۔ انہی لوگوں کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی

علماءهم شر من تحت أديم السماء من عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم)

ان کے علماء ان بدترین ہستیوں میں سے ہوں گے جو آسمان کے نیچے ہوں گی انہیں میں سے فتنے نکلیں گے اور انہیں میں لوٹیں گے۔

نیز فرمایا:۔

يكون في آخر هذه الأمة خسف ومسخ وقذف۔ (ترمذی ابواب الفتن باب ما جاء في انشقاق القمر)

اس امت کے آخر میں خسف اور مسخ اور قذف جیسے نشان ظاہر ہوں گے۔

وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي
الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٩﴾
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي
لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْاٰنٌ
مُبِينٌ ﴿٧٠﴾ لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ

اور جس کی عمر لمبی کرتے ہیں اس کو جسمانی طاقتوں میں کمزور کرتے جاتے ہیں کیا وہ سمجھتے نہیں اور ہم نے اسے شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ کام اس کی شان کے مطابق تھا۔ یہ قرآن تو صرف ایک نصیحت ہے اور بار بار پڑھی جانے والی کتاب ہے جو ساتھ ہی دلائل بھی بیان

حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿٧١﴾
أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا
عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا
مٰلِكُونَ ﴿٧٢﴾ وَذَلَّلْنٰهَا
لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا
يَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾ وَلَهُمْ فِيهَا
مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٤﴾
وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اٰلِهَةً
لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٧٥﴾ لَا
يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ
لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ﴿٧٦﴾
فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ
مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٧﴾
أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنٰهُ
مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ
مُبِينٌ ﴿٧٨﴾ وَضَرَبَ لَنَا
مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ
مَنْ يُحْيِي الْعِظٰمَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٩﴾
قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ
مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ
عَلِيمٌ ﴿٨٠﴾ الَّذِي جَعَلَ
لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ
نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨١﴾

کرتی ہے۔ تاکہ جو زندہ (دل) ہے اسے ہوشیار کرے اور کافروں کے متعلق خدا کا فیصلہ پورا ہو جائے۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لئے اپنی خاص قدرت سے چارپائے بنائے ہیں اور وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان چارپایوں کو ان کے تابع کر دیا ہے پس ان میں سے بعض پر تو وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور ان سے کئی قسم کے فائدے اٹھاتے ہیں اور پینے کا سامان بھی ہم مہیا کرتے ہیں۔ کیا وہ شکر نہیں کرتے اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا کچھ اور معبود بنا چھوڑے ہیں کہ شاید کسی وقت ان کی مدد کی جائے۔ اور وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور وہ (ان کی مدد تو کیا کریں گے) الٹا ان کے خلاف سب ایک لشکر کی شکل میں اکٹھے ہو کر ان کے مقابلے میں آئیں گے پس تجھ کو ان کی باتیں غمگین نہ کریں ہم اسے بھی جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور اسے بھی جو وہ ظاہر کرتے ہیں کیا انسان کو معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو ایک حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اچانک سخت جھگڑالو بن جاتا ہے اور ہماری ہستی کے متعلق باتیں بنانے لگ جاتا ہے اور اپنی پیدائش بھول جاتا اور کہنے لگتا ہے کہ جب ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو ان کو بھلا کون زندہ کرے گا۔ تو کہہ دے کہ ایسی ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔ اور وہ ہر مخلوق کی حالت سے خوب واقف ہے۔ (وہ خدا ہی ہے) جس نے تمہارے لئے سبز درختوں میں سے آگ پیدا کی ہے پس تم اس کے ذریعہ سے آگ جلاتے ہو۔

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ
مِثْلَهُمْ ۚ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ
الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ
اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ
بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ
وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾
ع ۵

کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس بات پر قادر نہیں کہ ان کی طرح اور مخلوق پیدا کرے ایسا خیال درست نہیں بلکہ وہ تو بہت پیدا کرنے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ اس کا معاملہ تو یوں ہے کہ جب کبھی وہ کسی بات کا ارادہ کرتا ہے کہ فلاں چیز ہو جائے وہ اس کے بارہ میں کہہ دیتا ہے کہ اس طرح ہو جائے تو وہ اسی طرح ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب کو لوٹا کر لے جایا جائے گا۔

۳۲ تبیسویں پیشگوئی

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۚ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ

اس آیت میں ایک تو عام قانون پیدائش کا ذکر ہے کہ جب انسان لمبی عمر پاتا ہے تو اس کے قوائے مضمحل اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اسے اپنی اس کمزوری کے علاج کے لئے اللہ تعالیٰ کا سہارا لینا چاہیئے تا جسمانی کمزوری کا مداوا روحانی طاقت سے کیا جا سکے اور انسانی قوائے میں جتنی کمزوری بڑھتی جائے اتنا ہی انسان روحانی تقویت حاصل کرتا جائے تا خسر الدنیا والآخرۃ کی حالت اس پر وارد نہ ہو۔

آیت کے ایک اور معنے

اگر آپ سیاق کے لحاظ سے اس آیت پر نظر ڈالیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس میں ایک پیشگوئی ہے جو اپنے وقت پر ظاہر ہوئی۔ پچھلی آیات میں چونکہ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاندین مخالفین کا ذکر تھا اور عناد و دشمنی کے باعث آپ کے مقابلے میں آنے والوں کے روحانی قویٰ کے طمس اور مسخ کا بیان تھا اس لحاظ سے اس آیت میں انہیں معاندین کے متعلق ایک اور پیشگوئی ہے اور اشارہ ہے کہ ان میں سے وہ نفوس جو اپنی زندگی میں احمدیت کے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ جب لمبی عمر میں پائیں گے تو وہ احمدیت کی ترقی اور عروج کے نشان اور اپنی نکبت و ذلت کے سامان اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہی مریں گے اور بعض اپنی قلموں سے ترقی احمدیت کی شہادت بھی ادا کر کے اس جہان سے گزریں گے۔ چنانچہ چوہدری ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار جو احمدیت کا اشد ترین معاند تھا۔ اپنے اخبار میں یہ برملا شہادت ادا کرتا ہے:۔

"آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجویٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کانٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے غلام احمد قادیانی ... ... پر اندھا دھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے ہیں۔ ... یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں ہیں تو دوسری طرف یورپ میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔"

(زمیندار لاہور ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء)

اور مدیر المنبر لائل پور لکھتا ہے:۔

"ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر (یعنی سید نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی۔ مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری۔ مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ مولانا عبد الجبار غزنوی۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دیگر اکابر) کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف اپنے پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان

کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر
آنے والے سائنس دان ربوہ آتے ہیں اور دوسری جانب
۱۹۵۳ء کے عظیم ترہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت
اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۷-۱۹۵۶ء کا بجٹ ۲۵ لاکھ
روپیہ کا ہو۔"

(المنبر لائل پور ۲۳ر فروری ۱۹۵۶ء)

تینتیسویں[۳۳] پیشگوئی

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ

عرب لوگوں نے جو اپنی زبان کے لحاظ سے شعر کی حقیقت سے بخوبی واقف تھے۔ قرآن مجید سن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو شاعر کہہ دیا وہ اس لئے کہ ان کے خیال میں قرآنی آیات ایک زبردست تڑپ پیدا کرنے والی اور دلوں پر بہت جلد اثر کرنے والی تھیں۔ اور قیامت و جزا سزا وغیرہ کے چونکہ وہ منکر تھے وہ ان باتوں کو خلاف حقیقت خیال کرتے تھے۔ اس لئے ان باتوں کو شعریات قرار دے کر انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بنا پر شاعر کہہ دیا۔ ورنہ شاعر کہنے سے ان کی وہ مراد نہ تھی جسے عرف عام میں شاعر کہا جاتا ہے۔ یعنی موزون و مقفی عبارت میں کلام منظوم کہنے والا۔ کیونکہ یہ تو ان پر واضح تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شاعر نہیں۔ پس اس کا جواب آیت بالا میں دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ آیت میں پیشگوئی[۱] بھی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت

---

[۱] پیشگوئی کی تائید خود فحوائے کلام سے ہے۔ اگر آیت کا روئے سخن محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات تک
(باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۹)

صلے اللہ علیہ وسلم کے مثیل و بروز ہیں۔ لہٰذا آپ پر بھی یہی اعتراض ہونے والا تھا۔ بلکہ پہلے سے بڑھ کر کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اصطلاحی شاعر نہیں تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام شاعر تھے اور چونکہ موجودہ زمانہ دجالی اثر و نفوذ کا زمانہ تھا اور اس میں پروپیگنڈے کا بڑا زور ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر معاندین حق نے شیطان کا آلۂ کار بن کر یہ مشہور کر رکھا کہ کوئی نبی اور مامور شاعر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد[۱] تھی مگر اس کا اتنا پروپیگنڈہ کیا گیا جس سے پڑھے بڑے علم والے اور عقلمند

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۸:- محدود ہوتا تو طرز کلام بصورت خطاب یوں ہوتا وما علمناك الشعر وما ینبغی لك
پس خطاب کے صیغہ کو چھوڑ کر غائب کا صیغہ لانے میں صریح طور پر اس طرف اشارہ ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے غلام اور بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پیشگوئی ہے جو زمانۂ نزول قرآن کے وقت
موجود نہ تھے۔

[۱] کیونکہ کئی ایک نبی شاعر گزرے ہیں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کا منظوم کلام تو صحف بائیبل میں درج
ہو کر شہرت پا چکا ہے۔ اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بالمعنے الحقیقی خود شاعر نہیں تھے مگر حضور کو شعر بہت
ہی پسندیدہ تھا۔ روی عن الخلیل انہ قال کان الشعر احب الی رسول صلی اللہ علیہ
وسلم من کثیر من الکلام (روح المعانی) چاروں خلفاء شاعر تھے اور حضرت علی ان سب سے
زیادہ شاعر تھے۔ قال الشعبی کان علیؓ اشعر الثلاثۃ (ازالۃ الخفا صفحہ ۱۰۶ ج ۲) حضرت حسان رضی اللہ
عنہ حضور کا مقرب خاص شاعر اسلام تھا۔ یہ مجاہد اسلام اپنے اشعار کے ہتھیاروں سے کفار کا خوب مقابلہ کرتا
اور تیروں اور نیزوں سے بڑھ کر کفار کے قلوب کو زخمی کرتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ان کے
لئے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا۔ اس پر کھڑا کر کے انہیں اشعار کہنے کا ارشاد فرماتے اور یہ دعا دیتے اللھم ایدہ
بروح القدس اور فرماتے اھج المشرکین فان جبرئیل معک یعنی مشرکین کی
گت بنا اور جبریل تیرے ساتھ ہے۔ (مشکوٰۃ باب البیان والشعر) ایک موقعہ پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم سے اشعار کی بابت رائے دریافت کی گئی تو فرمایا ان المومن یجاھد بسیفہ ولسانہ
(مشکوٰۃ باب مذکور) کہ مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ عرب کے مشہور شاعر العلاء الحضرمی نے
جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تو حضور نے ان سے اشعار سننے کی خواہش کی۔ جب انہوں
(باقی حاشیہ صفحہ ۳۳۰)

بھی دھوکے میں پڑ گئے اور باوجودیکہ ان پر آپ کی صداقت کھل چکی تھی۔ آپ کے ماننے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ایک وقت یہ لوگ پروپیگنڈا کر کے عوام تو کجا خواص تک کے لئے بھی قبول حق کی راہ میں روک بنیں گے۔ اس لئے ان کے پروپیگنڈے کی تردید بھی آیت میں کر دی۔ پس آیت میں نفی شعر سے مراد اصطلاحی شعر نہیں بلکہ وہ مراد ہے جس کو اہل علم قیاس شعری کہتے ہیں اور اس کی یہ تعریف کرتے ہیں:-

القياس الشعري مركب من المقدمات المخيلة (شرح مرقاۃ مولانا عبدالحق خیرآبادی ص۳۶)

یعنی وہ کلام جو مقدمات تخییلیہ سے مرکب ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معترضین کو چیلنج کرتے ہوئے کیا ہی دندان شکن جواب دیا فرمایا:-

---

بقیہ حاشیہ ص۳۲۵:- اشعار سنائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ان من الشعر لحكمة (کنز العمال ص۱۲۸ ج ۲) کہ بعض اشعار مجسمہ حکمت ہوتے ہیں۔ حضرت شرید فرماتے ہیں ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سننے کی خواہش کی۔ میں نے ایک شعر سنایا تو فرمایا اور سناؤ پھر دوسرا سنایا تو فرمایا اور سناؤ۔ یہاں تک کہ میں نے سو شعر پڑھ سنائے (صحیح مسلم کتاب الشعر) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں جو فرمایا وما علمناه الشعر تو یہ کوئی اشعار کے معیوب ہونے کی بناء پر نہیں فرمایا بلکہ یہ الٰہی مصلحت کی بناء پر آپ کی ایک خصوصیت تھی ویسے ہی جیسا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا آپ کے خصائص میں سے تھا۔ قال ابن العربي هذه الآية ليست من عيب الشعر كما لم يكن قوله وما كنت تتلو من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك من عيب الكتابة. فلما لم تكن الأمية من عيب الخط كذلك لا يكون نفي النظم عن النبي صلى الله عليه وسلم من عيب الشعر"

(تفسیر القرطبی جزء ۱۵ ص۵۴)

ترجمہ:- ابن عربی فرماتے ہیں:- یہ آیت شعر گوئی کو معیوب قرار نہیں دیتی جیسا کہ آیت وما كنت تتلو من قبله میں کتابت کے معیوب ہونے کا بیان نہیں۔ پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا خط و کتابت کے معیوب ہونے کی بناء پر نہیں اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا شعر گوئی کے معیوب ہونے کی بناء پر نہیں۔

أتقولون شاعر ومن الشعراء لا ينطقون إلا باللغو وهم في كل وادٍ يهيمون. أرأيتم شاعرًا لا يترك الحق والحقائق ولا يقول إلا المعارف والدقائق ولا ينطق إلا بالحكمة ولا يتكلم إلا بكلمات مملوءة من معرفة. بل الشعراء يتفوهون كالذين يهذرون أو كالمجانين الذين يهجرون. وتجدون هذا الكلام مملوًّا من النكات الروحانية والمعارف الربانية مع أنه ألطف صنعًا وأرق نسجًا وأشرف لفظًا ولا تجدون شيئًا هو خارج من المقصد. ألكم لا تفكرون. ووالله إنه ظل فصاحة القرآن ليكون آية لقوم يتدبرون.

(الاستفتاء ص ۱۱)

کیا تم میرے متعلق کہتے ہو کہ یہ شاعر ہے حالانکہ شعراء تو لغو بولتے ہیں اور وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ کیا تم کوئی ایسا شاعر بتا سکتے ہو جو حق اور حقائق کو نہ چھوڑتا ہو اور صرف معارف اور دقائق ہی کہتا ہو۔ اور بغیر حکمت نہ بولتا ہو۔ اور اس کا کلام معرفت کے نکتوں سے بھرا ہوا ہو بلکہ شعراء تو مونہہ سے ایسی باتیں نکالتے ہیں جو نامناسب اور بے فائدہ ہوتی ہیں۔ یا ان دیوانوں کی طرح بولتے ہیں جو واہی تباہی بکتے ہیں۔ اور تم (میرے) اس کلام کو روحانی نکتوں اور ربانی معارف سے بھرا ہوا پاؤ گے باوجود اس کے وہ کلام صنعت میں بہت ہی لطیف اور ترکیب میں بہت ہی باریک اور اس کے الفاظ اعلیٰ شان کے ہوتے ہیں اور تم اس کلام میں کوئی ایسی بات نہیں پاؤ گے جو مقصد سے باہر ہو تمہیں کیا ہو گیا تم سوچتے نہیں۔ خدا کی قسم یہ تو قرآن کریم کی فصاحت کا ظل ہے۔ تا ان لوگوں کے لئے نشان ہو جو تدبر کرتے ہیں۔

پس آیت میں یہ پیشگوئی بیان تھی کہ جب مسیح موعود مبعوث ہو گا اپنا دعویٰ پیش کریں گے تو وہ انہیں آپ سے اس لئے بھی رد گرداں ہوں گے کہ آپ شاعر ہیں۔ فرمایا وما علمناه الشعر ہم نے تو اسے کوئی ایسا شعر نہیں سکھایا جو معیوب و ممنوع ہو۔ اس کی شاعری تو ذکر الٰہی اور قرآن حکیم کے معارف وحقائق کی تفسیر ہی ہوتی ہے إن هو إلا ذكر وقرآن مبين۔

چنانچہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بھی فرمایا۔

در کلام تو چیزے است کہ شعراء را — تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں

دراں دخلے نیست۔ (تذکرہ ص ۵۹۵) کو دخل نہیں ہے۔

اور حضورؑ خود بھی فرماتے ہیں :-

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر شعر کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی نثر ہی میں کلام کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جن پر بہ نسبت نثر کے اشعار کی صورت میں کلام منظوم ہی زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ انہیں اسی طریق سے سمجھ آتی ہے اور ان کا شعور ابھرتا ہے پس ان کے شعوری احساسات کو بیدار کرنے کے لئے کلام منظوم ہی ان کا علاج ہوتا ہے اسی لئے آگے فرمایا :- لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ یعنی یہ طریق اس لئے اختیار کیا جاتا ہے تا جن طبائع میں زندگی کی لہریں موجزن ہوں ان کے جذبات ابھریں اور وہ متنبہ اور بیدار ہو کر اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور جن کے اندر کفر و انکار کا گندہ مادہ بھرا ہوا ہو وہ اس سے روگردان ہو کر مستحق وعید بن سکیں۔ پس منظوم کلام گویا ان کے لئے بطور پرچہ امتحان ہوتا ہے۔ وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے جس کا ازالہ اگلی آیات میں کیا جاتا ہے۔

۳۴
ازالہ شبہ اور چونتیسویں پیشگوئی
ظاہری نظام سے باطنی نظام کی طرف التفات

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ وَذَلَّلْنَاهَا
لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ۔ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ

مبلغ اسلام جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر لوگوں کو آسمانی مائدہ میں شمولیت کی دعوت کے لئے خدا کی

کرتا پھر رہا ہے۔ اکثر جگہ تو جب وہ اپنی محنت و مساعی کو بار آور پاتا ہے اور کامیابی و کامرانی سے اپنے آپ کو فائز ہوتا دیکھتا ہے تو اس کا دل فرط انبساط و مسرت سے لبریز ہو کر حمد الٰہی کے ترانے گاتا ہے۔ مگر جب اسے بعض نفوس ایسے بھی ملتے ہیں جن پر باوجودیکہ حق و حقیقت کا انکشاف ہو چکا ہوتا ہے مگر پھر بھی وہ اسے قبول کرنے سے محروم رہتے ہیں۔ تب یہ مبلغ سخت حیرت و استعجاب میں پڑ کر سوچنے لگتا ہے کہ انسان ایسی اشرف المخلوقات میں سے ہو کر اس کا ایک طبقہ اس قدر کیوں گرا ہوا ہے کہ توحید الٰہی ایسی اعلیٰ اور پاک تعلیم کو جو انسانیت کے شرف و کمالات کی ضامن ہے ٹھکرا کر شرک و کفر ایسی گندی ذہنیت والی تعلیم کو جو انسانیت کے لئے موجب ننگ و عار ہے کیوں اس کے ساتھ چمٹا اور اسے اپنے لئے مایۂ حیات قرار دیتا ہے۔ مبادا اس کے اس انسانیت سوز رویہ سے تنگ آ کر مبلغ اسلام کی ہمدردی و غمخواری اور دعاؤں کی سوز و زاری اس طبقہ سے سرد پڑ جائے۔ اور دل برداشتہ ہو کر اس سے متنفر و بیزار ہو جائے لہٰذا اس کی اصلاح حال اور اسے اپنے فریضہ میں بدستور مصروف رہنے کی خاطر اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ کافر اگر اپنے کفر و شرک پر مصر رہتا ہے تو اس سے تجھے گھبرانا اور دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کسی کے ایمان لانے کی ذمہ داری تجھ پہ عاید نہیں۔ تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں ان پہ داروغہ نہیں بنایا گیا۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا۔ مَا أَنتَ عَلَيْهِم بِمُسَيْطِرٍ اور سورہ حجر میں فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (الحجر آیت ۹۵)
جس بات کے پہنچانے کا تجھے حکم دیا جاتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو بتا دے اور ان مشرکوں سے اعراض کر۔

ہاں اگر بعض دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ایسے نفوس دنیا میں پیدا کیوں کئے گئے جو شرک و کفر کے گند میں ملوث ہیں تو مبلغ کا فرض ہے کہ ان کی دلی تسکین اور تسلی کرا دے اور وہ دلائل پیش کرے جو ان آیات میں دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے مادی دنیا میں جس طرح انسان اشرف المخلوقات کے ماتحت دیگر چوپائے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے انسان کی خدمت کے لئے بنائے ہیں جن سے وہ بڑے بڑے فائدے اٹھا رہا ہے اسی طرح روحانی دنیا میں بھی انسانیت سے گرے ہوئے حیوانات کے درجہ پہ جو نفوس موجود ہیں

وہ بھی لغو اور بے کار نہیں۔ انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان سے بھی روحانی دنیا کے لیے بہت کچھ فوائد وابستہ ہیں۔ دُنیا میں کوئی چیز شر محض پیدا نہیں کی گئی۔ اللہ تعالےٰ نے تو ان ظلمتکدوں میں بھی نور کی شعاعیں ودیعت رکھی ہیں۔ جعل الظلمات والنور (الانعام ۲) دُنیا کے ابتدائی مادۂ تخلیق ایتھر کے کرۂ ظلمت میں بھی اگر آپ نگاہ ڈالیں تو وہاں بھی نیبولا کی شکل میں انوار کی چنگاریاں موجود پائیں گے۔

پس مغربی تہذیب اور یورپین اقوام سے اگرچہ دُنیا کو بہت حد تک نقصان بھی پہنچا ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ دنیوی لحاظ سے ان قوموں کے ذریعہ بہت کچھ فوائد و منافع بھی دنیا میں نمودار ہوئے ہیں اور وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ کی پیشگوئی مصداق ظہور میں آئی ہے۔ سلسلہ رسل و رسائل کے جدید ذرائع اور نئے تمدن کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایجادات و اختراعات کا کام بھی حکمتِ الٰہیہ نے انہیں اقوام سے لیا جب کہ مسلمانوں نے دنیوی ترقیات کے میدان میں قدم بڑھانے میں سستی دکھائی۔ تبلیغ اسلام کے لئے بھی نئی سے نئی راہیں انہیں اقوام کی مساعی سے کھل گئیں۔ مبلغ کو دنیا کے کونوں تک اپنی آواز پہنچانے اور اپنا لٹریچر تقسیم کرنے کے لئے نئے آلات کا اختراع بھی انہیں اقوام کا رہینِ منت ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی بہت سی پیشگوئیوں کے ظہور کے لئے بھی غیر متوقع طور پر انہیں قوموں کے جذبات بھڑکا دیئے گئے۔ پس ان حالات میں ان سے نفرت تو کجا بلکہ ان کا ایک حد تک شکر گزار ہونا چاہیئے۔

چنانچہ اس بنا پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گورنمنٹ برطانیہ کی تعریف کی کہ اس کے ذریعہ بھی بہت سی دینی و دنیوی مشکلات سے مسلمانوں نے رہائی پائی۔ اور اس کے عہدِ حکومت میں دینی ترقی کے مواقع پیدا ہوئے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں :۔

"ہم نہایت ہی ناسپاس اور منکرِ نعمت ٹھہریں گے اگر ہم سچے دل سے اس محسن گورنمنٹ کا شکر نہ کریں جس کے بابرکت وجود سے ہمیں دعوت اور تبلیغ اسلام کا وہ موقع ملا جو ہم سے پہلے کسی بادشاہ کو بھی نہ مل سکا۔ کیونکہ اس علم دوست گورنمنٹ نے اظہار رائے میں وہ آزادی دی ہے جس کی نظیر اگر کسی اور موجودہ عملداری

میں تلاش کرنا چاہیں تو لاحاصل ہے کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہم لنڈن کے بازاروں میں دین اسلام کی تائید کے لئے وہ وعظ کر سکتے ہیں جس کا خاص مکہ معظمہ میں میسر آنا ہمارے لئے غیر ممکن ہے اور اس گورنمنٹ نے نہ صرف اشاعت کتب اور اشاعت مذہب میں ہر ایک قوم کو آزادی دی بلکہ خود بھی ہر ایک فرقہ کو بذریعہ اشاعت علوم و فنون کے مدد دی اور تعلیم و تربیت سے ایک دُنیا کی آنکھیں کھول دیں ... ۔

لیکن یہ دوسرا احسان گورنمنٹ کا اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ وہ جنگلی وحشیوں اور نام کے انسانوں کو انواع و اقسام کی تعلیم کے ذریعہ سے اہلِ علم و عقل بنانا چاہتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی متواتر کوششوں سے وہ لوگ جو قریب قریب مویشی اور چارپایوں کے تھے کچھ کچھ حصہ انسانیت اور فہم و فراست کا لے چکے ہیں اور اکثر دلوں اور دماغوں میں ایک ایسی روشنی پیدا ہو گئی ہے جو علوم کے حصول کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے معلومات کی وسعت نے گویا ایک دفعہ دنیا کو بدل دیا ہے۔ لیکن جس طرح شیشے میں سے روشنی تو اندر گھر کے آ سکتی ہے مگر پانی نہیں آ سکتا اسی طرح علمی روشنی تو دلوں اور دماغوں میں آ گئی ہے مگر ہنوز وہ مصفا پانی اخلاص اور رُو بحق ہونے کا اندر نہیں آیا۔ جس سے روح کا پودا نشوونما پاتا اور اچھا پھل لاتا۔ لیکن یہ گورنمنٹ کا قصور نہیں ہے بلکہ ابھی ایسے اسباب مفقود یا قلیل الوجود ہیں جو سچی روحانیت کو جوش میں لا دیں ... اور اب قدرتی طور پر وہ وقت آ گیا ہے جو سچائی کا بیج اس زمین میں بویا جائے اور پھر آسمانی پانی سے آبپاشی ہو ... پھر دوسرا ذریعہ جو مذاہب کے شناخت کرنے کا ہمارے ملک میں پیدا ہو گیا چھاپے خانوں کی کثرت ہے کیونکہ ایسی کتابیں جو گویا ذہن میں

دفن تھیں ان چھاپہ خانوں کے ذریعہ سے گویا پھر زندہ ہوگئیں۔ ... تیسرا ذریعہ راہوں کا کھلنا اور ڈاک کا احسن انتظام اور دُور دور ملکوں سے کتابوں کا اس ملک میں آجانا اور اس ملک سے ان ملکوں میں جانا یہ سب وسائل تحقیق حق کے ہیں جو خدا کے فضل۔ نے ہمارے ملک میں موجود کردیئے جن سے ہم پوری آزادی کے ذریعہ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ سب فوائد اس محُسن اور نیک نیت گورنمنٹ کے ذریعہ ہمیں ملے ہیں جس کے لئے بے اختیار ہمارے دل سے دعا نکلتی ہے"۔

(رسالہ معیار المذاہب ص۱۲ تا ۱۵)

پینتیسویں پیشگوئی

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ

آج اگرچہ بت پرستی اور عناصر پرستی کا زمانہ تو نہیں رہا۔ البتہ دُنیا پرستی۔ وطن پرستی اور قوم پرستی بالخصوص مغربیت پرستی کا بڑا زور شور ہے۔ اس مغرب پرستی کے فتنے کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو پیش خبری دیتے ہوئے اس کے شر سے بچنے کی نصیحت فرمائی تھی۔ اور فرمایا۔ اول اشراط الساعۃ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب (بخاری کتاب الفتن باب خروج النار) ترجمہ: آخری زمانہ کی علامات میں سے اولین علامت یہ ہے کہ آگ لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف کھینچ کر لے جائے گی۔

اور فتنہ دجال سے بچنے کا تعویذ اور اس سے پناہ لینے کی یہ دعا سکھائی تھی وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔ اور اس کا اتنا اہتمام فرمایا کہ روزانہ نمازوں میں اس دُعا کا مانگنا مسنون قرار دیا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو نظر انداز کردیا اور آج وہ خود اُس آگ میں کود رہے ہیں۔ مغربی تہذیب کی ساحرانہ چالوں اور

اس کے فریب وہ مصنوعی حُسن اور نئی روشنی کی چکاچوند سے مبہوت ہوکر دُنیا کی اکثر قومیں اس پر لٹو ہوگئیں اور اب وہ اس ریلے میں بہتی جارہی ہیں۔ اس کو اپنی ترقی اور کامیابی کا قبلۂ مقصود سمجھ رکھا ہے۔ اس آیت میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جس چیز کو یہ لوگ اپنی مدد و نصرت کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں اور اسے اپنا معبود و مسجود بنا رہے ہیں یاد رکھو کہ یہ دجّالی گروہ۔ مغربی قومیں ہرگز ان کی مدد و نصرت نہیں کریں گی بلکہ وہ تو الٹا تمہیں اپنے جال میں پھنسا کر اور اپنے ہی لشکر کا تمہیں رنگروٹ بنا کر تمہارے مذہب۔ تمہارے وطنوں۔ تمہارے ملکوں پر حملہ آور ہوں گی اور تمہاری طاقتوں کو فنا کرکے تمہاری ملکی سیاسیات و اقتصادیات پر قابض ہوکر اور تمہاری تہذیب و ثقافت کو برباد کرکے تمہیں نکما اور بے کار کردیں گی اور ہر بات میں تمہیں اپنا محتاج اور دست نگر بنا کر چھوڑیں گی۔ پس ان سے بچ کر رہنا۔ ان پر کبھی اعتماد نہ کرنا ورنہ اسی میں تمہاری ہلاکت ہوگی۔

اِسلام کی نشأۃ ثانیہ پر اعتراض کرنے والے کو جواب

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ... ... قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ[1]

مغربیت زدہ انسان جو دجالی پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے مایوس ہوچکا

---

[1] فقرہ وھی رمیم پر کہیں عربی سے بے بہرہ معاندین اعتراض نہ کر بیٹھے کہ لفظ رمیم مذکر کیوں استعمال ہوا ہے رمیمۃ آنا چاہیئے تھا اس کے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ رمیم صیغہ صفت ہے اور فعیل بمعنی مفعول ہے اور وہ مذکر و مونث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے دوسرا جواب یہ ہے جیسا کہ زمخشری نے کہا ہے کہ رمیم صفت کا صیغہ نہیں بلکہ اسم جامد ہے جو بوسیدہ ہڈیوں پر بولا جاتا ہے" قال الزمخشری الرمیم اسم لما بلی من العظام غیر صفۃ کالرمۃ والرفاۃ فلا یقال لِمَ لم یؤنث ولا ھو فعیل او مفعول" (بحر محیط لابی حیان)

ہے اور مذہبی انقلاب کو ناممکن قرار دیتے ہوئے یہ کہتا ہے مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ بھلا یورپ میں اسلام کا پھیلنا تو کجا خود یہ مسلمان جو تباہ حال اور بوسیدہ ہڈیاں ہو چکے ہیں اب تو ان کا بھی صحیح رنگ میں مسلمان ہونا اور زندہ قوم بننا محال نظر آتا ہے اس اعتراض و استعجاب کی تردید میں آگے تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

دلیل اوّل۔ تاریخی دلیل۔ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ

اے مرعوب ذہنیت کے انسان! تو مایوس کیوں ہوتا ہے ذرا آج سے چودہ سو سال پہلے کے زمانہ پر تو نگاہ ڈال جب کہ اسلام کی نشأۃ اولیٰ میں ایک خارق عادت مذہبی انقلاب برپا ہوا۔ اس وقت تو عرب قوم تم سے بھی بہت پستی میں گری ہوئی تھی اس مردہ قوم نے کیونکر زندگی پائی۔ کیا اب خدائے رحمٰن اپنے قوی ہاتھ سے اس کا نمونہ نہیں دکھائے گا؟ یقیناً دکھائے گا اور تمہیں زندہ کرے گا۔ یقیناً کرے گا۔ یہ انقلاب ضرور ہوگا اور زبردست رنگ میں ہوگا۔ مسلم قوم جو بمطابق ارشاد نبوی لتتبعن سنن من قبلکم مماثل یہود بن چکی ہے تمہاری طرح اس قوم یہود سے بھی مایوس ہو کر ایک وقت میں اسی قوم کی ایک مقدس ہستی کے منہ سے بھی یہ کلمہ نکل گیا تھا اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (بقرہ ۲۶۰) تب اللہ تعالیٰ نے اس کو یقین دلانے اور انشراح صدر کے لئے ایک کشفی نظارہ اور روحانی مشاہدہ کراتے ہوئے فرمایا:۔

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ان ہڈیوں کو دیکھ ہم کس طرح ان کو ابھارتے
ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (بقرہ ۲۶۰) پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔

پس اگر آج بھی مسلم قوم بالکل ہڈیاں بن کر رہ گئی ہے اور روحانی گوشت پوست ان پر باقی نہیں رہا تو اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو ضرور اٹھائے گا اور ان پر گوشت پوست چڑھائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا کی رحمت سے ہوگا۔ اور اس کا ہاتھ یہ سب
کچھ کرے گا انسانی منصوبوں کا اس میں دخل
نہیں ہوگا" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۶)

نیز حضور فرماتے ہیں:۔

"خدا اپنے مونہہ سے اس فرقہ (احمدیہ) کی حمایت کے لئے ایک قرنا بجائے گا اور اس قرنا کی آواز سے ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھچا آئے گا۔ بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں۔ جو دوزخ کے بھرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں" (ء ص ۸۲/۱-۸۳)

نئی تخلیق کے جلوے

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ اس قسم کی نئی تخلیق و تکوین کے تو دنیا میں کئی نمونے موجود ہیں جن میں سے بہت کچھ ایسی انواع بھی ہیں جن کا ظاہر پرستوں کو علم ہی نہیں مگر وہ علیم کل ہستی ان سب سے بخوبی واقف ہے اور اپنے مقرب بندوں کو اس کے نظارے بھی کرا دیئے جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"اپنے ذاتی تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ ایک شیریں طعام یا کسی قسم کا میوہ یا شربت غیب سے نظر کے سامنے آگیا ہے اور وہ ایک غیبی ہاتھ سے مونہہ میں پڑ جاتا ہے اور زبان کی قوت ذائقہ اس کے لذیذ طعم سے لذت اُٹھاتی جاتی ہے اور دوسرے لوگوں سے باتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے اور حواس ظاہری بخوبی اپنا اپنا کام دے رہے ہیں اور یہ شربت یا میوہ بھی کھایا جا رہا ہے اور اسکی لذت اور حلاوت بھی ایسی ہی کھلے کھلے طور پر معلوم ہوتی ہے بلکہ وہ لذت اس لذت سے نہایت الطف ہوتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ وہ وہم ہوتا ہے یا صرف بے بنیاد تخیلات ہوتے ہیں بلکہ واقعی طور پر وہ خدا جس کی شان بکل خلق علیم ہے ایک قسم کا خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی نمونہ

دکھا دیتا ہے اور ہر ایک زمانہ کے عارف اس کے بارے میں گواہی دیتے چلے آئے ہیں"۔

(الحکم ۱۷ جون سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱)

دوسری[۲] دلیل اور چھتیسویں[۳۶] پیشگوئی

ظاہر سے باطن کی طرف رجوع

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ

علم نباتات کے ماہرین ہم کو بتلاتے ہیں کہ پتہ ایک سبز شے کلوروفل کی مدد سے سورج کی روشنی اور حرارت کو جذب کر کے درخت کی نشوونما کرتا اور اس کو زندہ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اندھیرے میں پودے نہیں بڑھ سکتے اور وہ زرد ہو جاتے ہیں۔ اس عمل کو باٹنی میں فوٹو سنتھسز یعنی روشنی سے ربوبیت کرنا کہتے ہیں۔ سبز پتے کے اس عمل کی وجہ سے بعض ماہرین پتے کو بوتل میں بند روشنی کہتے ہیں۔ زندہ یعنی سبز پتے میں بظاہر یہ نظر نہیں آتا کہ اس میں کوئی صفت حرارت اور روشنی پیدا کرنے کی ہے مگر جب درخت سوکھ جاتا اور مر جاتا ہے اور اس کے پتے اور ٹہنیاں زرد ہو کر لکڑی بن جاتی ہیں اور ان کو جلایا جاتا ہے تو اس وقت اس میں سے بند شدہ حرارت اور روشنی باہر نکلتی ہے۔

پس اس اصول کے ماتحت جب آپ ظاہر سے باطن کی طرف نظر کریں تو زندہ اور مردہ قوموں کے اخلاق و اطوار کا نقشہ آپ کے سامنے آ جائے گا۔ اسلام کے شجرۂ طیبہ اور سرسبز دور ترقی کے بعد جب مسلمانوں پہ دجالی ظلمات کا دور چھا گیا اور عموماً مسلمانوں میں حقیقی اسلام کی جگہ رسمی اسلام نے لے لی تو اس وقت ان پہ مردنی چھا گئی۔ اس لئے اب حقیقی ایمان نہ رکھنے کے باعث بابرکت قرآن کے سرسبز درخت کے پھلوں اور میووں سے

تو وہ محروم ہو گئے البتہ اپنی بداعمالی کے باعث اب یہی قرآن ان کے لئے ایک آتشیں ہتھیار بن گیا جس کے ذریعہ وہ اپنے خلاف رائے رکھنے والوں کو کافر قرار دے کر مذہبی آگ بھڑکانے میں مشغول ہو گئے۔ سورۂ بقرہ میں منافقوں کی مثال کے ضمن میں اس حقیقت کو یوں ظاہر کیا گیا ہے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا یعنی ان منافقوں کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو آگ بھڑکا رہا ہو۔ پس یہ نام کے مسلمان تعمیری کام سے تو محروم ہو گئے البتہ تخریبی تحریکوں میں حصہ لینا اور آگ بھڑکانا اب ان کا شیوہ رہ گیا ہے ع

"دین ملا فی سبیل اللہ فساد" فاذا انتم منہ توقدون میں اسی طرف اشارہ ہے۔

پس اس آگ کو بجھانے[۱] اور رسمی اسلام کی جگہ حقیقی اسلام پیش کرنے اور قرآن مجید کے ویران اور خشک باغ کی آب پاشی کے لئے اللہ تعالیٰ نے امام مہدی معہود اور مسیح موعود کی بعثت مقدر کر رکھی

---

[۱] اس آگ کو بجھانے کی تحریک کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:-

"اے سونے والو بیدار ہو جاؤ۔ اے غافلو اٹھ بیٹھو کہ ایک انقلاب عظیم کا وقت آ گیا یہ رونے کا وقت ہے نہ سونے کا اور تضرع کا وقت ہے نہ ٹھٹھے اور ہنسی کا اور تکفیر بازی کا۔ دعا کرو کہ خداوند کریم تمہیں آنکھیں بخشے تا تم موجودہ ظلمت کو بھی بہ تمام و کمال دیکھ لو اور نیز اس نور کو بھی جو رحمت الٰہیہ نے اس ظلمت کو مٹانے کے لئے تیار کیا ہے۔ پچھلی راتوں کو اٹھو اور خدا تعالیٰ سے رو رو کر ہدایت چاہو۔ ... پس تم خوب یاد رکھو کہ تم اس لڑائی میں اپنے ہی اعضاء پر تلواریں مار رہے ہو۔ سو تم ناحق آگ میں ہاتھ مت ڈالو ایسا نہ ہو کہ وہ آگ بھڑکے اور تمہارے ہاتھ کو بھسم کر ڈالے۔ ... سو بھائیو نفسانیت سے باز آؤ اور جو باتیں خدا تعالیٰ کے علم سے خاص ہیں ان میں حد سے بڑھ کر ضد مت کرو اور عادت کے سلسلہ کو توڑ کر اور ایک نئے انسان بن کر تقویٰ کی راہ میں قدم رکھو تا تم پہ رحم ہو اور خدا تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دیوے"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۲-۵۵)

تھی آپ کے کام کسر صلیب۔ دجّال اور دجالی فتنہ کے قلع قمع کرنے اور مسلمانوں کو عروج و اقبال کے بلند مینار پر پہنچانے کا تفصیلی بیان آپ کو سورہ کہف میں ملے گا۔ اسی سورۂ کہف میں ذوالقرنین کے قصہ کے پیرایہ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی موجودہ حالت کا کھلا کھلا نقشہ پیش کیا گیا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کے سورۂ کہف کی آیت تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ ... کی تفسیر کے استفسار کرنے پر اس کو تحریر فرمایا۔

" آیت کے معنے پیشگوئی کے لحاظ سے یہ ہیں کہ دنیا میں دو قومیں بڑی ہیں جن کو مسیح موعود کی بشارت دی گئی ہے اور مسیحی دعوت کے لئے پہلے انہیں کا حق ٹھہرایا گیا ہے۔ سو خدا تعالےٰ ایک استعارے کے رنگ میں اس جگہ فرماتا ہے کہ مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے اپنی سیر میں دو قوموں کو پائے گا۔ ایک قوم کو دیکھے گا کہ وہ تاریکی میں ایک ایسے بدبودار چشمے پر بیٹھی ہے کہ جس کا پانی پینے کے لائق نہیں اور اس میں سخت بدبودار کیچڑ ہے اور اس قدر ہے کہ اب اس کو پانی نہیں کہہ سکتے یہ عیسائی قوم ہے جو تاریکی میں ہے جنہوں نے مسیحی چشمہ کو اپنی غلطیوں سے بدبودار کیچڑ میں ملادیا ہے۔ دوسری سیر میں مسیح موعود نے جو ذوالقرنین ہے ان لوگوں کو دیکھا جو آفتاب کی جلتی ہوئی دھوپ میں بیٹھے ہیں اور آفتاب کی دھوپ اور ان میں کوئی اوٹ نہیں اور آفتاب سے انہوں نے کوئی روشنی تو حاصل نہیں کی اور صرف یہ حصہ ملا ہے کہ اس سے بدن اُن کے جل رہے ہیں اور اوپر کی جلد سیاہ ہو گئی ہے۔ اس قوم سے مراد مسلمان ہیں جو آفتاب کے سامنے تو ہیں مگر بجز جلنے کے اور کچھ ان کو فائدہ نہیں ہوا۔ یعنی اُن کو توحید کا آفتاب دیا گیا مگر بجز جلنے کے آفتاب سے انہوں نے کوئی حقیقی روشنی حاصل نہیں کی۔ یعنی دینداری کی سچی خوبصورتی اور سچے اخلاق وہ کھو بیٹھے۔ اور تعصب اور کینہ اور اشتعال طبع اور درندگی کے چلن ان کے حصہ میں آگئے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالےٰ اس پیرایہ میں فرماتا ہے کہ ایسے

وقت میں مسیح موعود جو ذوالقرنین ہے آئے گا۔ جب کہ عیسائی تاریکی میں ہوں گے اور ان کے حصہ میں صرف ایک بدبودار کیچڑ جس کو عربی میں حمأ کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ میں صرف خشک توحید ہو گی جو تعصب اور درندگی کی دھوپ سے جلے ہوں گے اور کوئی روحانیت صاف نہیں ہوگی اور پھر مسیح جو ذوالقرنین ہے ایک تیسری قوم کو پائیں گے جو یاجوج ماجوج کے ہاتھ سے بہت تنگ ہوگی اور وہ لوگ بہت دیندار ہوں گے اور ان کی طبیعتیں سعادت مند ہوں گی اور وہ ذوالقرنین سے جو مسیح موعود ہے مدد طلب کریں گے تا یاجوج ماجوج کے حملوں سے بچ جائیں اور وہ ان کے لئے سدِ روئین بنا دے گا یعنی ایسے پختہ دلائل اسلام کی تائید میں ان کو تعلیم دے گا۔ یاجوج ماجوج کے حملوں کو قطعی طور پر روک دے گا اور ان کے آنسو پونچھے گا۔ اور ہر ایک طور سے ان کی مدد کرے گا اور ان کے ساتھ ہوگا یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مجھے قبول کرتے ہیں۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے اور اس میں صریح طور پر میرے ظہور اور میرے وقت اور میری جماعت کی خبر دی گئی ہے۔ پس مبارک وہ جو ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھے قرآن شریف کی یہ سنت ہے کہ اس قسم کی پیشگوئیاں بھی کرتا ہے کہ ذکر کسی اور کا ہوتا ہے اور اصل منشاء آئندہ زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی ہوتی ہے جیسا کہ سورۂ یوسف میں بھی اس قسم کی پیشگوئی کی گئی ہے "

(دیکھو لیکچر لاہور صفحہ ۵۳ - ۵۴ حاشیہ)

پس اسلام کے اس ذوالقرنین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کام تھا کہ اسلام کا باغ جو تازہ وحی و الہامات اور آسمانی نشانات سے خشک[1] ہو چکا تھا اور معجزات و کرامات کو علمائے دین قصۂ پارینہ قرار دے کر یہ کہنے سے نہیں شرماتے تھے کہ :-

---

[1] باغ اسلام کے خشک اور ویران ہونے پر دردمندان اسلام اپنے دلی جذبات کا اظہار مرثیہ خوانی کے ذریعہ (دیکھو حاشیہ صفحہ ۳۴۴ پر)

"یہ وہ وقت ہے کہ لوگ معجزہ سے ہنستے ہیں۔ معجزہ مانگتے ہیں لیکن
انبیاء فوت ہو چکے۔ امت محمدیہ کے بزرگ ختم ہو چکے۔ بے شک وارث
انبیاء ولی تھے وہ کرامت رکھتے اور برکات رکھتے تھے۔ لیکن وہ نظر
نہیں آتے زیر زمین ہوگئے۔ آج اسلام ان کی کرامت والوں سے خالی ہے
اور ہم کو گزشتہ اخبار کی طرح حوالہ کرنا پڑتا ہے ہم نہیں دکھا سکتے"[1]

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر آسمانی آب حیات سے باغ اسلام کی سیرابی کرکے اسے سرسبز و شاداب بنا دیا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

وکنت اری الاسلام مثل حدیقۃ	میں اسلام کو ایک ایسے باغ کی طرح دیکھ رہا تھا جو
مبعدۃ من عین ماءٍ منضّرٖ	ترو تازہ رکھنے والے پانی کے چشمے سے دور ہو لیں
فنازلتُ اسقیہا واسقی بلادھا	میں اسے اور اس کے شہروں کو بادلوں سے سیراب
من المزن حتی صار حبر مدعثر	کرنے لگا یہاں تک کہ اس کی ویران شدہ خوبصورتی واپس لوٹ آئی

(اعجاز احمدی ص۳)

تیسری دلیل اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ بَلٰی وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ۔ [3]

مادی آسمان اور زمین کے متعلق علماء سائنس کی تحقیق یہی ہے کہ اس میں تجدد و اضافہ

بقیہ حاشیہ ص۳۴۳:۔ کر رہے تھے۔ چنانچہ مولانا حالی اپنے مشہور مرثیہ میں فرماتے ہیں ؎

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر	جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر	ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل	ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل
یہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے	کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے

(مسدس حالی)

[1] یہ مقولہ عبارت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی ہے جو انہوں نے دوران تقریر جلسہ مذاہب اعظم لاہور میں کہی (دیکھئے رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب لاہور ص۱۳۶ طبع بار دوم - ۱۲ منہ)

ہو رہا ہے[1]۔ ستاروں کے بڑے بڑے نظام جن کو سحابیہ یا سدائم (Glaxies) کہتے ہیں دن بدن ناقابل یقین رفتار سے پھیل رہے ہیں یعنی ان کا فاصلہ ایک دوسرے سے بڑھ رہا ہے۔ اس پھیلاؤ کو اصطلاح میں کائنات کا پھیلانا کہتے ہیں اس پھیلاؤ کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان سحابیوں کے درمیان مسلسل نیا مادہ تخلیق وجود میں آ رہا ہے وہ اس نئے مادہ کے لئے جگہ فراہم کرنے اور پھیلنے رہتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :۔

"سائنسدانوں نے معلوم کیا ہے کہ گلیکسی Galaxy جو کہ بہت سے ستاروں کے خاندانوں کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے اس میں بھی نظام پایا جاتا ہے۔ پھر یہ گلیکسیز بے شمار ہیں اور یہ ساری کی ساری ایک جہت کی طرف اور ایک دوسرے سے پرے ہٹ رہی ہیں۔ اب تو سائنسدان قریباً اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں (میں قریباً اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ابھی سائنسدانوں میں اختلاف ہے بعض سائنسدانوں کی ایک رائے ہے اور بعض سائنس دانوں کی دوسری رائے ہے لیکن بہرحال ہم کہہ سکتے ہیں کہ قریباً ہر سائنس دان اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہے کہ) گلیکسز Galaxies کی سیر اور چلنے کو دیکھا جائے تو پہلے وہ ایک دوسرے کے قریب تھیں لیکن اب دور ہوتی جا رہی ہیں۔ اور سائنسدان کہتے ہیں کہ جب دو گلیکسز کے درمیان اربوں ارب میل کا فاصلہ ہو جاتا ہے اور ان کے درمیان اتنی جگہ ہو جاتی ہے کہ وہاں ایک اور گلیکسی زندہ رہ سکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ "کُنْ" کے ساتھ ایک اور گلیکسی وہاں پیدا کر دیتا ہے۔"

(الفضل ۸ تبلیغ ۱۳۴۶ھش ۸ نومبر ۱۹۶۷ء ص۳)

علماء سائنس کی یہ تحقیق قرآن مجید کے اس بیان کی تصدیق ہے جس کی خبر آج سے چودہ سو سال پیشتر دی گئی تھی۔ فرمایا :۔

---

[1] اس سلسلہ میں پراگرس پبلشرز ماسکو کی شائع کردہ کتاب (On the track of discovery) "جادۂ انکشاف" قابل دید ہے۔ اس کتاب میں روسی ماہر طبیعیات میٹسٹ اگریسٹ (Matest Agrest) لکھتا ہے کہ "نیچر کے دائرے میں بہت سے ناقابل حل عجائبات ہیں اور ان کی تعداد سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔ ۱۲ منہ۔

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذاریات آیت ۴۸)

آسمان کو ہم نے اپنی طاقت سے بنایا ہے اور ہم ہی اسے پھیلا رہے ہیں۔

اسیطرح زمین کے پھیلاؤ کے متعلق بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بہت سے جزیرے جن کا پہلے زمانوں میں وجود نہیں تھا سمندر سے نئے نئے نکلتے رہتے ہیں۔ خدا کی ننھی سی مخلوق مونگا ایک کیڑا ہوتا ہے جو خدائی القا کے ماتحت سالہا سال تک سمندر میں ایک دوسرے کے اوپر گر کر امتداد زمانہ سے انکی نعشوں کے ڈھیر سے ہی سمندر میں جزیرے نمودار ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے مونگے کے سینکڑوں جزائر موجود ہیں۔ پس جب مادی دُنیا میں تجدید تخلیق مسلم ہے تو روحانی دنیا کی نئی تخلیق کا کیوں انکار کیا جاتا ہے جب کہ روحانی دنیا کے ارباب تخلیق انبیاء و مامورین کی بعثت جاری اور بدلائل قطعیہ ثابت ہے حضرت مسیحؑ بھی اپنی امت کو اس نئی تخلیق کا منتظر بنا گئے۔ چنانچہ پطرس ۳/۱۳ میں لکھا ہے

"اس کے وعدے کے موافق ہم نئے آسمان اور نئی زمین کا انتظار کرتے ہیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے" (حقیقۃ الوحی ص۹۹)

اور کشتی نوح میں فرمایا:-

"نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا میرے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اس کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔" (کشتی نوح ص۔)

پس واقعات پیش آمدہ کا کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ اس مامور جری اللہ فی حلل الانبیاء کے روحانی جذب سے لاکھوں نفوس انہیں نام کے مسلمانوں اور غیر اقوام تک سے بھی کھینچے جا کر نئی زندگی پا چکے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"آج دنیا کا کوئی براعظم نہیں جس میں مسیح موعودؑ کی جماعت نہیں اور کوئی مذہب نہیں جس میں سے اس نے اپنا حصہ وصول نہیں کیا ہے۔ ہندو۔ بدھ۔ پارسی۔ سکھ۔ یہودی۔ سب قوموں میں سے اسی کے ماننے والے موجود ہیں۔ اور یورپین۔ امریکن۔ افریقن اور ایشیا کے باشندے اس پر ایمان لائے ہیں ... کیا یہ عجیب بات نہیں کہ وہ یورپ اور امریکہ جو اس سے پہلے

اسلام کو کھا رہے تھے۔ مسیح موعودؑ کے ذریعے سے اب اسلام ان کو کھا رہا ہے کئی سو آدمی اس وقت تک انگلستان میں اور اسیطرح امریکہ میں اسلام لا چکا۔ اور روس اور جرمن اور اٹلی کے بعض افراد نے بھی اس سلسلے کو قبول کیا ہے۔ وہی اسلام جو دوسرے فرقوں کے ہاتھ سے شکست پر شکست کھا رہا تھا۔ اب مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے دشمن کو ہر میدان میں نیچا دکھا رہا ہے۔ اور اسلام کی جماعت کو بڑھا رہا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ (دعوۃ الامیر ص۲۵۶)

پس یہ ثبوت ہے اس بات کا جو فرمایا بَلٰی وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ۔ دلوں کا بدلنا اور قوموں کا زندہ کرنا اس کے لئے کوئی مشکل امر نہیں صرف اس کے ارادہ تکوین "امر کن" کی ضرورت ہے چنانچہ فرمایا اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ یعنی جب کسی چیز کے وجود پانے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔

کُن کا خطاب کس کو ہوتا ہے

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کُن کا خطاب کس چیز کو ہوتا ہے یہی سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی پیش ہوا۔ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا:-

"بات یہ ہے کہ آپ کئی مرتبہ خوابوں میں طرح طرح کے تمثلات دیکھا کرتے ہوں گے اور بظاہر آپ جانتے ہیں کہ ان کا وجود کچھ نہیں جیسا کہ میں نے بھی لکھا ہے۔ پس جس طرح ہمارے تصورات ہوتے ہیں اسیطرح خدائی صفات میں سے اس کے تصورات بھی ہیں پس جو تصور آفتاب کا اگر انسان کا ہے تو وہ ہیچ ہے اور اگر خدا کا ہے تو اس سے مخلوق پیدا ہو جاتی ہے مگر خدا کی کُنہہ میں ہم دخل نہیں دے سکتے۔ اسلم طریق یہی ہے کہ انسان لاتدرکہ الابصار پر ایمان رکھے کہ میرا منصب نہیں کہ خدا کی کل صفات کو میں دیکھ لوں اور ان کی تحقیقات کر لوں۔ طبیب بیان کرتے ہیں کہ پانی سرد ہے اور آگ گرم ہے مگر یہ نہیں بتلا سکتے کہ پانی سرد کیوں ہے اور آگ گرم کیوں ہے۔ فلاسفر بھی یہاں کنہہ اشیاء میں آ کر عاجز رہ گئے ہیں۔ یہاں افوض امری الی اللہ پر چلے کہ ہم خدا پر چھوڑ دیں ... بہت امور مرنے کے بعد معلوم ہوں گے۔ اور بہت سے ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی معلوم نہیں

ہوں گے۔" (ملفوظات جلد سوم صـ۳۶)

نیستی سے ہستی پانا خدا کی ضرورت پہ دلیل ہے

عام طور پہ تو فلاسفر نیستی سے ہستی کے قائل نہیں مگر اس کا جواب وہ نہیں دے سکتے کہ ابتدائی مادہ حیات کا وجود کہاں سے ہوتا ہے چنانچہ ڈاکٹر ڈگر (DUGGOR) جنہوں نے ایرومائی سین (Aureomycin) دریافت کی ہے جو بحیثیت ایک ماہر علم الحیات کے سائنس کے مشکل ترین مسائل پہ طبع آزمائی کرتے رہے ہیں وہ اس چیز کے متلاشی تھے کہ زندگی کی بنیاد کیا ہے درحقیقت ڈاکٹر موصوف نے زندگی کی تخلیق کی کوشش کی Wisconsin کی یونیورسٹی میں ۱۹۳۰ء سے لے کر انہوں نے پانچ سال اس کوشش میں لگائے کہ بے جان اشیاء میں جان پیدا کی جائے انہوں نے نمکیات کا استعمال کیا جو زندہ چیزوں میں پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کاربن اور نائٹروجن کے استعمال کو مختلف طریق پہ آزمایا۔ حرارت اور تقطیر سے ان تمام کو قابل حیات بنایا۔ ان کو صراحیوں میں ڈال کر پیدائش محرک کرّوں میں رکھا گیا اور مختلف وقفوں کے بعد ان کا مشاہدہ کیا گیا۔ پانچ سال کے عرصہ میں انہوں نے اس تجربہ کو درجنوں مرتبہ بدل کر بھی آزمایا۔ نئی صورت حال اور نئی تبدیلیوں کو بھی نگاہ میں رکھا لیکن آخر کار انہوں نے یہ نتیجہ نکالا:۔

"ہم ان تجربوں سے حیات کی امید بھی پیدا نہ کر سکے"

جب اُن سے مزید کرید کر پوچھا گیا کہ سائنس کے اصولوں کے مطابق خدا کی آخر ضرورت کیا ہے تو جواب دیا "نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی۔ یہ سب کچھ جو موجود ہے وہ کہاں سے آ گیا؟"

آسمانی بادشاہت کے جلد قائم ہونے کی بشارت

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

تسبیح کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تم قدرت خداوندی کو اپنی عقل کے محدود پیمانہ سے ناپنے کی کوشش مت کرو اور ظاہری اسباب موجود نہ ہونے کے باعث اس روحانی انقلاب کو مستبعد نہ سمجھو۔ وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے جب کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ وہ نادر و توانا خدا جس کے قبضہ

قدرت میں دنیا کی سب حکومتیں ہیں اس فاسد معاشرہ کو جسے دجالی اقوام کی مغربی تہذیب نے سخت گندہ متعفن اور مسموم کر دیا ہے اپنی قدرت سے پاکیزہ بنا دے گا۔ اور اب جذبات نفسانی اور شہوات حیوانی کو بھڑکانے والی تہذیب کی جگہ اسلامی تہذیب لے لے گی۔ اور انسانی تمدن کی عمارت کو بام اعلیٰ تک پہنچا کر دنیا کو نمونہ جنت بنا دیا جائے گا جس میں ملائکہ صفت قدسی انسانوں کی نشوونما ہوگی۔ اور تم قرآن مجید کی اس پیشگوئی کو جس کا ذکر سورۂ ابراہیم میں بڑے جلالی الفاظ میں فرمایا گیا تھا اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ لوگے۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ۔ سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰی وُجُوْهَهُمُ النَّارُ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ابراہیم آیت ۴۷ تا ۵۳)

اور یہ (دجالی اقوام) اپنی ہر ایک تدبیر عمل میں لا چکے ہیں۔ اور ان کی تدبیر اللہ کے ہاں محفوظ ہے اور خواہ ان کی تدبیر ایسی ہو کہ اس کے نتیجہ میں پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں پس تو اللہ کو اپنے رسولوں سے وعدہ کے خلاف معاملہ کرنے والا ہرگز نہ سمجھ اللہ تعالیٰ یقیناً غالب اور انہیں سزا دینے والا ہے جب (ان) زمین و آسمان بدل کر دوسرے زمین و آسمان قائم کئے جائیں گے اور یہ لوگ اللہ کے سامنے ہو جائیں گے جو واحد اور کامل غلبہ رکھنے والا ہے اور اس دن تو ان مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا۔ ان کے کرتے تارکول کے بنے ہوئے (کالے سیاہ) ہوں گے۔ اور آگ ان کے منہوں کو ڈھانپ رہی ہوگی۔ یہ اس لئے ہوگا تا اللہ تعالیٰ ہر شخص کو جو اس نے کیا ہوگا اس کا بدلہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ یقیناً جلد حساب لینے والا ہے یہ لوگوں کے لئے اطلاع ہے اور اس لئے بھی کہ آنے والے عذاب سے پورے طور پر ہوشیار کیا جائے اور اس لئے بھی کہ انہیں علم ہو جائے کہ اللہ ہی صرف ایک حقیقی معبود ہے اور اس لئے بھی کہ عقل والے لوگ نصیحت حاصل کریں۔

سنو! یہ پیشگوئی جس طرح اسلام کی نشاۃ اولیٰ میں بڑے جاہ و جلال سے پوری ہوئی اب اس کا دوبارہ ظہور بھی اس نشاۃ ثانیہ کے دور میں بڑی شان سے ہونے والا ہے۔ جس کی طرف عہد حاضر کے آسمانی حکم موعود اقوام عالم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام توجہ دلا کر فرما گئے ہیں۔

وَكَانَ وعدًا من الله انه يقتل الدجال فى اٰخر الزمان ويغلب الصلاح على الطلاح والطغيان ويبدل الارض ويتوب اكثر الناس الى الرحمٰن وتشرق الارض بنور ربها وتخرج القلوب من ظلمات الشيطان

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ تھا کہ دجال آخری زمانہ میں قتل کیا جائے گا اور نیکی بدی پر غالب آئے گی اور زمین پہنے رسے سے تبدیلی ہو گی اور اکثر لوگ توبہ کر کے خدائے رحمان کی طرف رجوع کریں گے۔ اور دل شیطانی ظلمتوں سے نکالے جائیں گے۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۸۵)

نیز حضور نے الہام الٰہی بکر یہ بشارت بھی فرمائی

اذا هلك الدجال فلا دجال بعده الى يوم القيامة امر من لدن حكيم عليم ونبأ من عند ربنا الكريم وبشارة من الله الرؤوف الرحيم (تذکرہ صفحہ ۷۰۶)

جب دجال ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیامت کے دن تک کوئی دجال نہیں ہوگا۔ یہ خدائے علیم و حکیم کی طرف سے فیصلہ ہے اور ہمارے رب کریم کی طرف سے پیشگوئی اور بشارت ہے۔

مگر یاد رکھو ہلاکت دجال کا کام کوئی معمولی اور آسان نہیں بلکہ اس کے لئے بڑی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوگی۔[1] ابھی تو اس کی ابتدا ہے اس عمارت کی تکمیل کے لئے بہت کچھ زور لگانا پڑے گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کو اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

"بیشک آپ لوگوں نے پہلے بھی قربانیاں کی ہیں مگر آئندہ آنے والی قربانیوں کے مقابلہ

---

[1] انہی قربانیوں کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- "ہم نے دنیا بھر پر حملہ کرنا ہے۔ اس کے لئے سینکڑوں سے نہیں بلکہ ہزاروں سے ہی کام چل سکتا ہے۔ درحقیقت اسی وقت ہمیں کامیابی ہوگی جب کہ ہم اپنے آدمیوں کو اسی طرح قربانی کی آگ میں دھکیلیں گے جس طرح بھٹی میں بھڑ بھونجا پتوں کا ایندھن جھونکتا ہے۔ ہم نے دنیا کی ذہنیت کو دنیا کے خیالات کو۔ دنیا کے رسم و رواج کو بدلنا ہے اس کے لئے ہمیں ایک لمبی جد و جہد اور مسلسل اور پیہم قربانیاں کرنی پڑیں گی۔" (الفضل ۱۵ فروری ۱۹۴۷ء صفحہ ۵) انہیں قربانیوں کی خاطر حضور نے تحریک جدید۔ وقف جدید وغیرہ مختلف تحریکات جاری فرمائیں۔ وقف جدید کی تحریک کے اعلان سے

(باقی صفحہ ۳۵۱ پر)

میں وہ قربانیاں بالکل ہیچ ہو جائیں گی اور وہی شخص اس امتحان میں کامیاب اترے گا جو اپنی جان۔ مال۔ اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی قربانی کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی ہچکچاہٹ سے کام نہیں لے گا۔ وہ ابراہیم کی طرح آگے بڑھے گا۔ اور جس طرح ابراہیم نے خدا کے حکم کے ماتحت اپنے اکلوتے بچے کے گلے پر چھری رکھ دی تھی اسی طرح وہ اپنی ہر خواہش اپنی ہر عزت اپنی ہر دولت اور اپنے ہر آرام پر چھری پھیر کر لبیک کہتا ہوا اللہ تعالیٰ کی آواز کی طرف دوڑے گا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۰:- چند روز قبل خاکسار کو بھی اسکی برکات و افاضات کا نظارہ رؤیا میں دکھایا گیا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۵۷ء کی رات میں رؤیا دیکھا کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بہت بڑی مشین منگوائی ہے اور مشین گویا اینٹوں کے بھٹے کی طرح زمین میں خندق کھود کر نصب کی گئی ہے اور مشین میں کارڈ سائز کے بے شمار خانے ہیں جن میں جماعت کے اعمال نامے کارڈوں کی صورت میں نامعلوم طریق سے آجاتے ہیں حضور نے چند اشخاص مقرر فرما رکھے ہیں جو احباب جماعت سے ملاقات کرتے ہیں اور جب ان سے گفتگو کرتے ہیں تو ان کی قلبی کیفیات کا عکس خارق عادت طریق پر مشین کے ان خانوں تک پہنچ جاتا ہے جس میں جماعت کے اعمال ناموں کے کارڈ ہوتے ہیں ان کارڈوں پر وہ قلبی کیفیات حروف کی صورت میں نمایاں ہو کر وہ کارڈ حضور کے سامنے آجاتے ہیں۔ حضور کے متعینہ اشخاص کی گفتگو ایسے رنگ میں نہیں ہوتی جس سے دوسرا شخص یہ معلوم کر سکے کہ یہ کوئی امتحان لینا چاہتے ہیں بلکہ عام طور پر جو روزمرہ کی بے تکلفانہ گفتگو ہوتی ہے اس قسم کی گفتگو کرتے ہیں اس اثناء میں میں دیکھتا ہوں کہ محترم مولانا سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ مجھ سے ملے ہیں اور بے تکلفی سے دوستانہ رنگ میں باتیں کرنے لگے ہیں میں بھی بول رہا ہوں اور کچھ جواب دے رہا ہوں کہ یکدم میرے دل پر القاء ہوتا ہے کہ یہ گفتگو وہی ہے جس کا ریکارڈ مشین کے ان کارڈوں پر ہو کر حضور کے سامنے پیش ہونا ہے اتنے میں چند اشخاص سامنے نظر آتے ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔ محترم مولوی سیف الرحمٰن صاحب ان کے متعلق مجھ سے کچھ پوچھتے ہیں اور ایک ایسا فقرہ استعمال کرتے ہیں جو اس وقت مجھے یاد نہیں رہا مگر اس کا مفہوم کچھ اس قسم کا ہے کہ یہ لوگ بزنس کے قابل ہیں یا نہ؟ میں رؤیا میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ اس کا جواب اس رنگ میں نہ دینا چاہیئے کہ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ بلکہ جواب ہاں یا نہ میں ہونا چاہیئے اس سوال کو سن کر میں گھبرا جاتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ اگر میں ہاں میں جواب دوں تو یہ ظلم ہوگا کیونکہ

(باقی حاشیہ ۳۵۲ صفحہ پر)

اس کی روح آستانہ الٰہی پر گر جائے گی۔ اس کا دل ایمان سے پُر ہوگا اور وہ اپنی ہر چیز کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر دے گا۔ اسکی آنکھوں میں سوائے خدا کے اور کسی کا جلوہ نظر نہیں آئے گا۔ اس کے دل پر سوائے خدا کے اور کسی کی حکومت نہیں ہوگی اور اس کے کانوں میں سوائے اس کے مامور اور مرسل کی آواز کے اور کسی کی آواز نہیں آئے گی اور ایک فرض شناس سپاہی کی طرح کفر کے مقابلہ کے لئے نکلے گا۔ اور اس وقت تک واپس نہیں آئے گا جب تک کفر کو مٹا نہیں لیتا یا اس جدوجہد میں اپنے آپ کو ہلاک نہیں کر دیتا۔"

(الفضل ۱۹ر فروری ۱۹۶۰ء)

بحمداللہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ایسی مخلص اور فدا کار جماعت بھی عطا فرمائی ہے جو ہر قسم کی عظیم الشان قربانیوں کے لئے ہر وقت بدل و جان مستعد اور تیار ہے چنانچہ حضورؓ فرماتے ہیں :-

"خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں۔ میں انہیں جلتے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے تنوروں میں کود کر دکھا دیں اگر خودکشی حرام نہ ہوتی اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو میں اس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور

بقیہ حاشیہ ص۳۵۱ :- انہیں جانتا نہیں کہ یہ کیسے ہیں اور یہ رپورٹ حضور تک پہنچ جائے گی اور اگر میں نہ کہوں اور حاتیح میں یہ لوگ بزن کے قابل ہوں تو ان کی حمایت کی وجہ سے کہیں میرا اعمالنامہ منافقوں کی فہرست میں نہ آ جائے اس پر میں گھبرا کر دل ہی دل میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میں کیا جواب دوں تو مجھے ان شخصوں کی پیشانیوں پر بتوں کی تصویر نظر آئیں۔ تب میں فوراً ہی جواب دیتا ہوں کہ یہ بت پرست ہیں اور یہ بزن کے قابل ہیں میرے اس کہنے سے ان کی پیشانیوں پر گویا ایک لکیر سی پھر جاتی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ لوگ جماعت سے خارج ہیں چنانچہ اس کے چند ایام بعد اسکی تعبیر ظاہر میں بھی نمودار ہوئی۔ بعض افراد جماعت سے خارج کئے گئے۔ ۱۲ منہ

وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔ خدا نے ہمیں اسلام کی تائید کے لئے کھڑا کیا ہے۔ خدا نے ہمیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے۔"

(الفضل ۱۸ر فروری ۱۹۵۶ء مصلح موعود نمبر)

نیز حضور فرماتے ہیں :-

"اگر میں اس بیان میں سچا ہوں اور آسمان و زمین کا خدا شاہد ہے کہ میں سچا ہوں۔ تو آخر ایک دن میرے اور میرے شاگردوں کے ذریعے سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ساری دُنیا پڑھے گی اور ایک دن آئے گا جب ساری دُنیا پر اسیطرح بلکہ اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ **اسلام کی حکومت قائم ہو جائے گی** جیسا کہ پہلی صدیوں میں ہوئی تھی۔"

(الفرقان اپریل ۱۹۶۲ء)

سو یہی وہ وقت ہوگا جس کے متعلق حضرت مسیح ناصری بھی یہ دعائیں اور التجائیں کرتے ہوئے اس دُنیا سے گزر گئے کہ :-

"اے خدا جس طرح آسمان پر تیری بادشاہت قائم ہے اسیطرح زمین پر بھی قائم ہو۔"

اسی دور کو سورہ مرسلات میں یوم الفصل بھی کہا گیا ہے اور اسی قصد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

قد جاء یوم اللہ فالیوم ربنا
یدق اجزاء الصلیب ویکسر
ویحکم رب العرش بینی و بینکم
وھا انا قبل عذاب ربی اخبر

اللہ کا دن آگیا ہے پس آج ہمارا رب صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور رب العرش میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا سنو! میں اپنے رب کے عذاب کی خبر تمہیں پہلے ہی سے دیتا ہوں۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

احقر العباد عبد اللطیف بہاولپوری عفا اللہ عنہ،

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ

سورہ بنی اسرائیل

کی

لطیف تفسیر

(دستور الارتقاء)

جو ایک خاص مشیت الٰہی کے ماتحت لکھی گئی اور خاکسار کے قبول احمدیت اور روحانی انقلاب کا باعث بنی اس کا پہلا ایڈیشن نایاب ہو چکا تھا۔ اب اسے دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ تفسیر مذکور کے متعلق حضرت المصلح الموعودؓ کا ارشاد گرامی
"اللہ تعالیٰ کتاب کو بابرکت کرے میں کتاب تو نہیں پڑھ سکا کہ کام کی زیادتی ہے ہاں بعض حصے ریویو آف ریلیجنز (اردو) میں دیکھے ہیں۔ میرے نزدیک جس قدر حصہ میں نے دیکھا مفید معلوم ہوتا تھا۔"

مفسر قرآن حکیم مفتی سلسلہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ پرنسپل جامعہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے مولوی عبد اللطیف صاحب مدرس ہائی سکول خان پور (ریاست بہاولپور) کی تفسیر دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء کو بغور پڑھا ہے نہایت عمدہ کتاب ہے۔ تفسیر کے لحاظ سے تفسیر نویسی کا ایک عمدہ نمونہ ہے علمائے زمان کے خلاف اس کا طرز بیان نہایت عمدہ اور محققانہ ہے مجھے یہ کتاب پڑھکر خوشی ہوئی ہے کہ اس کے مصنف علماء میں سے ہو کر پھر روشن خیال اور دنیا کے حالات سے واقف اور توسعہ بیانیہ رکھنے والے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا وہ اس کو پسند کرے گا۔"

ملنے کا پتہ: ہدایت احمد خوشنویس ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ — مطابع وی محمد لطیف شیخ مین ضیاء الاسلام پریس ربوہ